کتاب السیرۃ

1

متکلم اسلام
مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم





کتاب السیرۃ

1

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن دامت برکاتہم

E-MARKAZ
YOUR ONLINE MADRASA



emarkaz.org

نام کتاب	کتاب السیرۃ—حصہ اول
تالیف	متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
تاریخ اشاعت	رمضان المبارک 1445ھ—مارچ 2024ء
بار اشاعت	اول
تعداد	1100
ناشر	مکتبہ دار الایمان

کتاب منگوانے کا پتہ:

مکتبہ دار الایمان، مرکز اھل السنۃ والجماعۃ، 87 جنوبی، لاہور روڈ، سرگودھا

0321-6353540

www.emarkaz.org

فہرست

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے انہی میں سے انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ شروع فرمایا تاکہ وہ دنیا بھر کے لوگوں کے لیے ایک عملی نمونہ بن سکیں۔ سلسلہ نبوت کی آخری کڑی کے طور پر خاتم النبیین سرورِ دوعالم جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا گیا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا

بیشک تمہارے لیے رسول اللہ ﷺ کی ذات میں بہترین نمونہ ہے؛ ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور روزِ آخرت کا امیدوار ہو اور اللہ تعالیٰ کو کثرت سے یاد کرتا ہو۔

آنجناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک زندگی، جیسا کہ قرآن مجید میں بیان کیا گیا ہے، انسانی زندگی کے لیے ایک خوبصورت اور مکمل نمونہ ہے۔ گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مطہرہ ایک ایسا آئینہ ہے جس میں انسانیت اپنے آپ کو دیکھ اور سنوار سکتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ؛ حیاتِ انسانی کے تمام گوشوں پر محیط ہے۔ جہاں آپ ایک امانت دار تاجر، بہترین شوہر، شفیق والد، اچھے دوست، یتیموں، بیواؤں اور مساکین کے غم خوار اور امانت وصداقت کے علم بردار نظر آتے ہیں تو وہیں ایک عظیم الشان داعی، ایک زبردست سپہ سالار، ریاستِ مدینہ کے مایہ ناز سربراہ، ایک منصف اور ایماندار جج، ایک بہترین معلم، ایک کامیاب رہبر اور ایک ذی شعور سیاسی قائد کے طور پر بھی اپنی مثال آپ ہیں۔

سیرت نبویہ کا علم حاصل کرنا ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کیونکہ دونوں جہانوں کی سعادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں کے مطابق زندگی گزارنے میں ہی ہے۔ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کامیابی کے لیے ہمیں پوری اہمیت کے ساتھ سیرتِ طیبہ کی روح کو سمجھنا ہوگا اور اسے اپنی عملی زندگی میں لانا ہوگا۔

سیرت طیبہ کا مطالعہ اہلِ ایمان کے عزائم کی قوت میں اضافہ کرتا ہے۔ دینِ حق کے دفاع کا جذبہ مستحکم ہوتا ہے اور دلوں کو راحت، سکون اور اطمینان ملتا ہے۔ سیرت طیبہ کے مطالعہ سے دعوتِ اسلامیہ کے نشیب وفراز

کے مراحل سے آگاہی حاصل ہوتی ہے اور ان مشکلات و تکالیف کا علم ہوتا ہے جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو دینِ حق کی سربلندی کے لیے گزرنا پڑا۔

کسی بھی مسلمان کے لیے اس سے بڑی سعادت نہیں ہوسکتی کہ اس کی پوری زندگی؛اس کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا عملی نمونہ بن جائے۔ اسی سعادت کے حصول کی خاطر یہ کتاب مرتب کی گئی ہے۔ سیرت طیبہ سے حاصل ہونے والے اسباق کو بطورِ خاص ذکر کیا گیا ہے۔ اللہ کریم اس کتاب کو طلبہ وطالبات اور دیگر قارئین کے لیے نفع مند اور بندہ کے لیے صدقہ جاریہ بنائیں۔

والسلام

محتاجِ دعا

محمد الیاس گھمن

سرپرست: مرکز اھل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

حال مقیم خانقاہ حنفیہ، استنبول؛ ترکیہ

جمعۃ المبارک–11 رمضان المبارک 1445ھ–22 مارچ 2024ء

قبل از وِلادتِ مبارکہ

اِرہاصات

خاتم النبیین ﷺ کی وِلادت باسعادت سے قبل پیش آنے والے خلافِ عادت واقعات جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے اِثبات وتصدیق کا پیش خیمہ بنے

خمیرِ مُبارک

خاتم النبیین ﷺ کے وُجودِ اَقدس کے
جنتی ہونے کی مدلل اور جامع بحث

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ارہاصات:

اللہ تعالیٰ نے اپنے آخری نبی اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پہلے چند ایسے واقعات ظاہر فرمائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کے اِثبات اور تصدیق کا مقدمہ بنے۔ ایسے واقعات کو "اِرہاصات" کہا جاتا ہے۔ "اِرہاص" کے معنیٰ بنیاد کے ہیں چونکہ یہ واقعات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے مقدمات بنے اس لیے انہیں "اِرہاصات" کہا جاتا ہے۔ ان میں سے چند ایک یہ ہیں:

واقعہ اصحابِ فیل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے پچاس یا پچپن دن پہلے اَصحاب فیل کا واقعہ پیش آیا۔ حبشہ کے بادشاہ نے "اَبرہہ" نامی شخص کو یمن کا حاکم بنایا۔ اس نے یمن کے دارالحکومت "صَنعاء" میں ایک کلیسا (چرچ) تعمیر کیا، عیسائی ہونے کے ناتے وہ چاہتا تھا کہ لوگ بیت اللہ کو مقدس مرکز ماننے کے بجائے اس کے تعمیر کردہ کلیسا کو مقدس مرکز کا درجہ دیں۔ جب یہ ممکن نہ ہوا تو ابرہہ نے مکۃ المکرمہ پر حملہ کیا۔ اس کے لشکر میں سینکڑوں ہاتھی شامل تھے۔ بیت اللہ پر حملہ اس کا محض مذہبی جنون نہیں تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ بُحَیۡرَہ اَحۡمَرۡ کی بحری گزر گاہ پر مکمل تسلط چاہتا تھا کیونکہ اس زمانے میں جس قوت کے ہاتھ میں بحری گزر گاہیں ہوا کرتی تھیں وہی قوت عالمی اقتصادیت پر حکمرانی کرتی تھی۔

اسلام سے قبل کعبہ چونکہ عربوں کا ثقافتی اور مذہبی مقدس مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ ان کا اقتصادی مرکز بھی تھا۔ اس لیے جب اس کے حملے کی خبر عرب میں پھیلی تو سارا عرب مقابلہ کے لیے تیار ہو گیا۔ ذُونَفۡر کی قیادت میں یمن میں آباد عربوں نے ابرہہ کے خلاف جنگ کی۔ مگر ابرہہ کو شکست نہ ہو سکی اور ذُونَفۡر کو قید کر لیا گیا۔ اس کے بعد ابرہہ خَثۡعَم کے مقام پر پہنچا تو اس قبیلہ کے سردار نُفَیۡل بن حَبِیۡب نے پورے قبیلہ کے ساتھ ابرہہ کا مقابلہ کیا مگر ابرہہ کے لشکر نے ان کو بھی شکست دے دی اور نُفَیۡل بن حَبِیۡب کو بھی قید کر لیا گیا۔ اس کے بعد ابرہہ کا لشکر طائف کے قریب پہنچا تو طائف کے باشندے پہلے سے اس کے متعلق باتیں سن چکے تھے۔ طائف والوں نے "لات" نامی بت کے نام پر ایک بہت بڑا بت خانہ بنا رکھا تھا۔ انہوں نے فیصلہ کیا کہ اگر ابرہہ اس کو نہ چھیڑے تو ہم

اس کا مقابلہ نہیں کریں گے۔ مزید انہوں نے ابرہہ کو یہ بھی پیش کش کی کہ ہم اپنا ایک سردار "ابو رِغَال" تمہارے ساتھ بطور رہنما بھیج دیتے ہیں۔

ابرہہ اس پر راضی ہو کر ابو رغال کو ساتھ لے کر مکہ مکرمہ کے قریب ایک مقام مُغَمَّس (مُعَظَّمْ کی طرح پڑھا جاتا ہے) پر پہنچ گیا جہاں قریش مکہ کے اونٹ چر رہے تھے، ابرہہ کے لشکر نے سب سے پہلے ان پر حملہ کر کے اونٹ گرفتار کر لیے جن میں دو سو اونٹ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد خواجہ عبد المطلب (اصل نام شیبۃ الحمد تھا، شیبۃ الحمد سے عبد المطلب کیسے مشہور ہوئے وجہ آگے آرہی ہے) کے بھی تھے۔ ابرہہ نے یہاں پہنچ کر اپنے ایک سفیر "حُنَاطَہ حِمْیَرِی" کو مکہ میں بھیجا کہ وہ قریش کے سرداروں کو مطلع کرے کہ ہم تم سے جنگ کے لیے نہیں آئے، ہمارا مقصد فقط کعبہ کو ڈھانا ہے۔ اگر تم نے اس میں رکاوٹ نہ ڈالی تو تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچے گا۔

حُنَاطَہ؛ جب مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو سب لوگوں نے اس کو خواجہ عبد المطلب کا پتہ دیا کہ وہ قریش کے سب سے بڑے سردار ہیں۔ حُنَاطَہ نے عبد المطلب کے ساتھ کچھ دیر اس معاملے پر گفتگو کی۔ خواجہ عبد المطلب نے جواب دیا کہ ہم بھی ابرہہ سے جنگ کا کوئی ارادہ نہیں رکھتے، نہ ہمارے پاس اتنی طاقت ہے کہ اس کا مقابلہ کر سکیں۔ باقی کعبہ اللہ کا گھر ہے اور اس کے خلیل ابراہیم علیہ السلام کا بنایا ہوا ہے، وہ خود اس کی حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ حُنَاطَہ نے عبد المطلب سے کہا کہ تو پھر آپ میرے ساتھ چلیں میں آپ کو ابرہہ سے ملاتا ہوں۔

ابرہہ نے جب عبد المطلب کو دیکھا کہ بڑے وجاہت و جلالت والے شخص ہیں تو ان کو دیکھ کر اپنے تخت سے نیچے اتر آیا، عبد المطلب کو اپنے برابر بٹھایا اور اپنے ترجمان سے کہا کہ عبد المطلب سے پوچھے کہ وہ کس غرض سے آئے ہیں؟ عبد المطلب نے کہا کہ میرے اونٹ جو آپ کے لشکر نے گرفتار کر لیے ہیں ان کو چھوڑ دیں۔ ابرہہ نے کہا کہ جب میں نے آپ کو دیکھا تو میرے دل میں آپ کی بڑی وقعت و عزت پیدا ہوئی، مگر آپ کی گفتگو نے اس کو بالکل ختم کر دیا کہ آپ مجھ سے صرف اپنے دو سو اونٹوں کی بات کر رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کو یہ بھی اچھی طرح معلوم ہے کہ میں کعبہ کو ڈھانے کے لیے آیا ہوں اس بارے میں آپ نے کوئی گفتگو نہیں کی۔

عبد المطلب نے جواب دیا کہ اونٹوں کا مالک تو میں ہوں مجھے ان کی فکر ہوئی، اور بیت اللہ کا مالک اللہ ہے وہ اپنے گھر کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ ابرہہ نے کہا کہ تمہارا خدا اس کو میرے ہاتھ سے نہ بچا سکے گا۔ عبد المطلب نے کہا

کہ پھر تمہیں اختیار ہے جو چاہو کرو۔ ابرہہ نے خواجہ عبد المطلب کے اونٹ واپس کیے، آپ اپنے اونٹ لے کر واپس آئے اور بیت اللہ کے پردے کو پکڑ کر دعا میں مشغول ہوئے۔ قریش کی ایک بڑی جماعت ساتھ تھی، سب نے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں کہ ابرہہ کے عظیم لشکر کا مقابلہ ہمارے تو بس میں نہیں، آپ ہی اپنے بیت کی حفاظت کا انتظام فرمادیں۔ دعا کرنے کے بعد عبد المطلب مکہ مکرمہ کے دوسرے لوگوں کو ساتھ لے کر مختلف پہاڑوں پر پھیل گئے۔ ان کو یہ یقین تھا کہ اس لشکر پر اللہ کا عذاب آئے گا۔

دوسرے دن ابرہہ نے بیت اللہ پر چڑھائی کی تیاری کی اور اپنے محمود نامی ہاتھی پر سوار ہوا، اسی دوران قبیلہ خَثْعَمْ کے سردار نُفَیْل بن حَبِیْب؛ جن کو راستے سے ابرہہ نے گرفتار کیا تھا؛ وہ آگے بڑھے اور ہاتھی کے کان میں کہا: جہاں سے آیا ہے وہیں صحیح سالم لوٹ جا، کیونکہ ابرہہ کعبۃ اللہ کو ڈھانے جا رہا ہے۔

خدا کی قدرت کا کرشمہ یہ ظاہر ہوا کہ ہاتھی یہ سنتے ہی بیٹھ گیا۔ ہاتھی بانوں نے اس کو اٹھانے کے لیے ہر طرح کی کوشش کی لیکن ناکام رہے یہاں تک کہ اس کو بڑے بڑے آہنی تیروں اور نیزوں سے مارا گیا، اس کی ناک میں لوہے کا آنکڑا ڈالا لیکن ہاتھی پھر بھی کھڑا نہ ہوا۔ لوگوں نے اس کو یمن کی طرف لوٹانا چاہا تو فوراً کھڑا ہو گیا، پھر شام کی طرف چلانا چاہا تو چلنے لگا، پھر مشرق کی طرف چلایا تو چلنے لگا، ان سب اطراف میں چلانے کے بعد پھر اس کو مکہ مکرمہ کی طرف چلانے لگے تو بیٹھ گیا۔

دوسری طرف سمندر کی طرف سے کچھ پرندوں کی قطاریں آتی دکھائی دیں جن میں سے ہر ایک کے پاس تین کنکریاں چنے یا مسور کے برابر تھیں، ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں۔ پرندے عجیب طرح کے تھے جو اس سے پہلے نہیں دیکھے گئے، جسامت میں کبوتر سے چھوٹے تھے ان کے پنجے سرخ تھے۔ ہر پنجے میں ایک ایک کنکر اور ایک ایک کنکر چونچ میں لیے آتے دکھائی دیتے اور فوراً ہی ابرہہ کے لشکر کے اوپر چھاگئے۔ یہ کنکریاں جو ہر ایک کے پاس تھیں ان کو ابرہہ کے لشکر پر گرایا۔ کنکری جس پر پڑتی اس کے بدن کو چیرتی ہوئی زمین میں گھس جاتی تھی۔ سب ہاتھی بھاگ کھڑے ہوئے، صرف ایک ہاتھی رہ گیا تھا جو اس کنکری سے ہلاک ہوا اور لشکر کے سب آدمی اسی موقع پر ہلاک نہیں ہوئے بلکہ مختلف اطراف میں بھاگے ان سب کا یہ حال ہوا کہ راستے میں مر گئے۔

ابرہہ کو چونکہ سخت سزا ملنا تھی، وہ فوراً ہلاک نہیں ہوا مگر اس کے جسم میں ایسا زہر سرایت کر گیا کہ اس کا

ایک ایک جوڑ گل سڑ کر گرنے لگا۔ اسی حال میں اس کو واپس یمن لایا گیا، دارالحکومت "صنعاء" پہنچ کر اس کا سارا بدن ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور وہ مر گیا۔ ابرہہ کے ہاتھی محمود کے دو ہاتھی بان یہیں مکہ مکرمہ میں اندھے اور اپاہج ہو کر رہ گئے۔ حضرت اسماء بنت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ میں نے ان دونوں اپاہج اندھوں کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا ہے۔

ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ:

جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اسی رات کسریٰ (ایران کے بادشاہ) کے محل میں زور دار زلزلہ آیا جس کی وجہ سے محل پر بنے ہوئے 22 میں سے 14 کنگرے ٹوٹ کر گر پڑے۔ نوشیروان نے بہت مال و دولت خرچ کر کے یہ محل تعمیر کرایا تھا اس کی تعمیر 23 سال تک جاری رہی تھی، یہ محل دنیا کی مشہور ترین اور خوبصورت ترین عمارتوں میں شمار ہوتا تھا۔

فائدہ 1: کنگرہ: وہ دندانہ نُما محراب جو دیوار کے اوپر بنائی جاتی ہے۔

فائدہ 2: فارس (موجودہ نام ایران) کے ہر بادشاہ کو "کِسریٰ"، روم کے ہر بادشاہ کو "قَیصَر"، حبشہ کے ہر بادشاہ کو "نَجَاشِیّ"، مصر کے ہر بادشاہ کو "فرعون" اور یمن کے ہر بادشاہ "تُبَّعْ" کہا جاتا تھا۔

آتش کدہ ایران بجھ گیا:

جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اسی رات ایران کے آتش کدوں کی آگ یکایک بجھ گئی۔ ان آتش کدوں میں ایک مرکزی آتش کدہ تھا جسے ایران کے بادشاہ گستاشپ نے مجوسیت اختیار کرنے کے بعد ہزار سال پہلے قائم کیا تھا۔ مجوسی آگ کی پوجا کرنے والی قوم کو کہتے ہیں۔ ان کا عقیدہ یہ ہے کہ آگ نفع و نقصان کی مالک ہے۔ یہ دن رات اپنے عبادت خانے جسے "آتش کدہ" کہا جاتا ہے اس میں آگ روشن کرتے ہیں۔

دن میں خوشبودار لکڑیوں اور رات میں صندل سے ابتدا کرتے ہیں اور پھر عام لکڑیاں اس میں جلاتے ہیں۔ مجوسی لوگ چونکہ آگ ہی کو اپنا خدا مانتے تھے اس لیے وہ اپنے عبادت خانوں میں اسے بجھنے نہیں دیتے تھے۔ ایران

کے اس آتش کدے میں مسلسل ایک ہزار سال سے آگ جل رہی تھی لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا وقت آیا تو وہ آگ یکایک بجھ گئی۔

سَاوَہْ جھیل خُشک ہوگئی:

جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اسی رات ساوہ نامی جھیل یکایک خشک ہوگئی۔ یہ جھیل ایران کے شہر ساوہ میں تھی جو کہ ہمدان اور قُم کے درمیان موجود تھا۔ یہ ایران کا سیاحتی مقام تھا لوگ یہاں پر آتے تھے اس لیے اس کے اردگرد مجوسیوں کے عبادت خانے (آتش کدے) بنائے گئے تھے تاکہ سیاحوں کو اپنے مذہب کی تبلیغ کی جاسکے۔ جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اسی رات اس جھیل کا پانی یکایک خشک ہوگیا اور ایسا خشک ہوا کہ ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا۔

بُحَیْرَہ طَبریہ کی روانی موقوف:

جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اسی رات نوشیروان کو طبریہ سے یہ خبر ملی کہ "بحیرہ طبریہ میں پانی کی روانی موقوف ہوگئی ہے۔"

مُوبذان (آتش کدہ کے نگران) کا خواب:

جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اسی رات آتش کدے کے نگران موبذان نے خواب دیکھا کہ عربی اونٹ اور گھوڑے دریائے دجلہ کو عبور کرکے عجم کے شہروں میں پھیل چکے ہیں۔ نوشیروان نے موبذان سے پوچھا کہ تجھے اپنے خواب کی کیا تعبیر سمجھ آتی ہے؟ موبذان نے کہا کہ بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ عرب میں کوئی بڑا واقعہ رونما ہونے والا ہے۔ ساتھ ہی یہ کہا کہ آپ حیرہ کے کسی عالم سے اس کے بارے میں دریافت کرلیں۔ چنانچہ نوشیروان کے حکم پر نعمان بن المنذر نے عبدالمسیح غسانی کو بھیجا۔ عبدالمسیح کی عمر اس وقت لگ بھگ 150 برس تھی۔ اس کے سامنے خواب اور حیران کن واقعات بیان کیے گئے تو اس نے کہا کہ شام کے شہر جابیہ میں میرا اماموں سَطیح رہتا ہے اس سے معلوم کرنا پڑے گا۔ سَطیح کی عمر اس وقت 300 برس کے قریب تھی اس کے بدن میں سوائے کھوپڑی کے کوئی ہڈی نہیں تھی اس وجہ سے وہ بیٹھ نہیں سکتا تھا۔ ہاں جب اسے غصہ آتا تو اس کا بدن

پھول جاتا جس کی وجہ سے وہ کچھ لمحے کے لیے بیٹھ پاتا۔ اس کا چہرہ سینے میں تھا، گردن بالکل نہ تھی، جب اس سے کچھ پوچھنا ہوتا تو اسے زور زور سے ہلاتے جس کی وجہ سے اس کا سانس پھول جاتا اور وہ جواب دینے کے قابل ہوتا۔

عبد المسیح چند لوگوں کے ہمراہ اپنے ماموں سَطیح کے پاس پہنچا اور بلند آواز میں کہا یمن کا سردار سنتا ہے یا بہرہ ہو گیا ہے؟ سطیح نے جواب دیا کہ اے عبد المسیح! تم میرے پاس ایسے وقت میں آئے ہو جب میں قبر کے قریب ہو چکا ہوں۔ شاہ فارس نے تمہیں میرے پاس اس لیے بھیجا ہے کہ تم مجھ سے یہ معلوم کر سکو کہ آتش کدے کیوں بجھ گئے؟ 14 کِنگرے کیوں گر پڑے؟ موبذان کے خواب کی تعبیر کیا ہے؟

اے عبد المسیح! جب کلام اللہ کی تلاوت بکثرت ہونے لگے، نبی آخر الزمان (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلان نبوت فرمادیں، سَاوَہ جھیل کا پانی خشک ہو جائے، فارس کے آتش کدے بجھ جائیں تو سمجھ لینا کہ بابل اہل فارس کی جائے قیام نہیں رہا اور نہ ہی شام سَطیح کا ملک رہا۔ 14 کنگرے گرنے کا اشارہ اس طرف ہے کہ فارس کے کل 14 بادشاہ ہوں گے یہ کہنا تھا کہ سَطیح مر گیا۔ عبد المسیح وہاں سے فوراً واپس ایران آیا۔ نوشیروان کو سارا ماجرا سنایا اس نے تعجب سے کہا: "14 بادشاہوں کے لیے تو لمبا زمانہ درکار ہے۔"

فائدہ: لیکن اسے یہ خبر نہ تھی کہ خدائی وعدہ بہت جلد پورا ہونے جا رہا ہے۔ صرف چار سال کی مختصر مدت میں دس بادشاہ ختم ہو گئے۔ ان میں سے بعض قتل ہو گئے اور بعض معزول کر دیے گئے۔ باقی چار بھی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ابتدائی زمانہ خلافت تک ختم ہو گئے۔ آخری بادشاہ یزدجرد پہلے لوگوں کے گھروں میں چھپا رہا اور آخر کار قتل ہوا، یوں 3164 سالہ سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

سیدہ آمنہ کے خواب میں شام کے محلات کا نظر آنا:

جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی اسی رات کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے اس خواب کی تعبیر ہوں جو انہوں نے میری پیدائش کے وقت دیکھا تھا کہ ان سے ایک عظیم الشان روشنی نکلی جس سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (روشن ہو کر نظر آنے لگے۔)

ستارے جھک گئے:

جس رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، اس رات کے بارے میں حضرت عثمان بن ابی

العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میری والدہ نے بتایا کہ میں اس رات حضرت آمنہ کے پاس تھی جس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی۔ میں گھر کے ہر طرف نور (روشنی) کو دیکھتی تھی اور ستارے جھک کر قریب سے قریب تر ہو رہے تھے۔ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ یہ ستارے میرے اوپر گر پڑیں گے۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی تو ایک نور چمکا جس کی روشنی سے ہر چیز روشن ہو گئی یہاں تک کہ مجھے اس نور کے علاوہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔

حضرت آمنہ نے دو مرتبہ نور دیکھا ایک خواب اور دوسرا بیداری میں جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔

خمیر مبارک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خمیر میں جنت والی مبارک مٹی ڈالی گئی۔ اس حقیقت کو سمجھنے سے پہلے اصولی طور پر چند تمہیدی باتیں جاننا ضروری ہیں:

:1 ہر انسان کے خمیر میں اس کے مدفن کی مٹی کو ڈالا جاتا ہے۔

:2 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارکہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

:3 نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خمیر میں اگرچہ جنت والی مٹی گئی اس کے باوجود وجود اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی عوارض پیش آیا کرتے تھے۔

اب ہم مذکورہ بالا تمہیدی امور کو قدرے تفصیل ذکر کرتے ہیں۔

:1 ہر انسان کے خمیر میں اس کے مدفن کی مٹی کو شامل کیا جاتا ہے۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

سورۃ طٰہٰ، رقم الآیۃ:55

ترجمہ: ہم نے تمہیں اسی زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی میں تمہیں واپس لے جائیں گے اور ہم تمہیں اسی سے دوسری مرتبہ نکالیں گے۔

اس آیت مبارکہ کی تفسیر میں امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی رحمہ اللہ (ت 671ھ) فرماتے ہیں:

رَوٰی أَبُو هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ إِلَّا وَقَدْ ذُرَّ عَلَيْهِ مِنْ تُرَابِ حُفْرَتِهٖ

الجامع لاحکام القرآن: تحت سورۃ طٰہٰ، رقم الآیۃ:55

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر پیدا ہونے والے کے خمیر پر اس کے مدفن کی مٹی کو چھڑکا جاتا ہے۔

امام ابوطاہر حسن بن احمد رحمہ اللہ (ت 311ھ) ایک حدیث مبارک ذکر فرماتے ہیں:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ حَبَشِيًّا دُفِنَ بِالْمَدِيْنَةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دُفِنَ فِي الطِّيْنَةِ الَّتِيْ خُلِقَ مِنْهَا.

جزء ابن فیل، رقم الحدیث:139

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک حبشی مسلمان کو مدینہ طیبہ میں دفن کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اسی مٹی میں دفن ہوا ہے جس سے اس کو پیدا کیا گیا تھا۔

2: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضہ مبارکہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

جس مبارک جگہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مدفن ہے اسے "روضہ مبارکہ" کہا جاتا ہے۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر مبارک (ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ) ہے۔ یہ جگہ بظاہر دنیاوی زمین پر موجود ہے لیکن حقیقتاً یہ جنت کا ایک ٹکڑا ہے۔ جنت سے آیا ہے اور قیامت کے دن اس مبارک جگہ کو دوبارہ جنت میں شامل کر دیا جائے گا۔

عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ الْمَازِنِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا بَيْنَ بَيْتِي وَمِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ۔

صحیح البخاری: رقم الحدیث:1195

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زید مازنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر سے لے کر میرے منبر تک کی جگہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

شارح صحیح مسلم امام ابوزکریا النووی رحمہ اللہ (ت 676ھ) نے اس حدیث مبارک کے تحت لکھا ہے:

رُوِيَ مُفَسَّرًا بَيْنَ قَبْرِيْ وَمِنْبَرِيْ

حدیث مبارک کی تشریح یوں کی گئی ہے کہ (بعد از وفات) میری قبر سے لے کر میرے منبر تک کی جگہ جنت کا ٹکڑا ہے۔

شارح صحیح مسلم امام ابوزکریا النووی رحمہ اللہ (ت:676ھ) مذکورہ بالا حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

أَنَّ ذٰلِكَ الْمَوْضِعَ بِعَيْنِهِ يُنْقَلُ إِلَى الْجَنَّةِ

شرح صحیح مسلم، رقم الحدیث:2463

ترجمہ: قیامت والے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک والی جگہ کو (دوبارہ) جنت میں شامل کر دیا جائے گا۔

امام علی بن محمد نور الدین ملا علی قاری رحمہ اللہ (ت:1014ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ مَالِكٌ رَحِمَهُ اللهُ: اَلْحَدِيثُ بَاقٍ عَلٰى ظَاهِرِهٖ، وَالرَّوْضَةُ قِطْعَةٌ نُقِلَتْ مِنَ الْجَنَّةِ وَسَتَعُودُ إِلَيْهَا وَلَيْسَتْ كَسَائِرِ الْأَرْضِ تَفْنٰى وَتَذْهَبُ. قَالَ ابْنُ حَجَرٍ رَحِمَهُ اللهُ: وَهٰذَا عَلَيْهِ الْأَكْثَرُ وَهِيَ مِنَ الْجَنَّةِ الْآنَ حَقِيقَةً وَإِنْ لَمْ تَمْنَعْ نَحْوَ الْجُوعِ لِاتِّصَافِهَا بِصِفَةِ دَارِ الدُّنْيَا

مرقاۃ المفاتیح شرح المشکوٰۃ المصابیح، باب المساجد ومواضع الصلوٰۃ، رقم الحدیث:694

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مبارک اپنے ظاہری معنیٰ پر باقی ہے اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک والی جگہ جنت سے آئی تھی اور (قیامت والے دن) جنت میں ہی منتقل کر دی جائے گی۔ زمین کی یہ جگہ (جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر ہے) باقی جگہوں کی طرح فنا نہیں ہو گی۔ امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اکثر اہل علم کا یہی نظریہ ہے کہ قبر مبارک والی جگہ آج بھی حقیقی جنت ہے۔ اگرچہ یہ قطعہ مبارک؛ جنتی ہے تاہم بھوک اور اس جیسی دیگر دنیوی صفات جہانِ فانی سے اتصال کی وجہ سے اس قطعہ کے اندر بھی پیش آتی ہیں۔

3: اگرچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خمیر میں جنت والی مٹی شامل ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود وجود اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی عوارضات اور ضروریات پیش آتی ہیں۔

دنیاوی عوارض کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس میں جنتی مٹی کے اثرات نمایاں ہوتے

تھے۔ درج ذیل فرق ملاحظہ فرمائیں:

- ❖ دنیا میں رہنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھ مبارک پر نیند آتی لیکن جنتی مٹی کے اثرات کی وجہ سے دل مبارک پر نیند نہیں آتی تھی۔
- ❖ دنیا میں رہنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے گرمی کی وجہ سے پسینہ نکلتا لیکن جنتی مٹی کے اثرات کی وجہ سے اس پسینہ مبارک سے ایسی خوشبو مہکتی جس کا مقابلہ دنیا کی کوئی خوشبو نہیں کر سکتی تھی۔
- ❖ دنیا میں رہنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے لعاب نکلتا لیکن جنتی مٹی کے اثرات کی وجہ سے اس لعاب مبارک میں شفا ہی شفا ہوتی تھی۔
- ❖ دنیا میں رہنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بول وبراز کی حاجت ہوتی تھی لیکن جنتی مٹی کے اثرات کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بول وبراز پاک تھے۔
- ❖ دنیا میں رہنے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک جسم سے کسی زخم وغیرہ کی وجہ سے خون آجاتا تھا لیکن جنتی مٹی کے اثرات کی وجہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پاک تھا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُولِكَ وَصَلِّ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

مشق نمبر 1

مختصر جواب تحریر کریں:

1. اِرہاص کسے کہتے ہیں؟
2. آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کب ہوئی؟
3. کون شخص بیت اللہ پر حملہ کے ارادے سے نکلا؟
4. خواجہ عبد المطلب نے ابرہہ سے کس بارے میں گفتگو کی؟
5. ابرہہ کی موت کیسے ہوئی؟
6. کنگرے کسے کہتے ہیں؟
7. چودہ کنگرے گرنا کس بات کی طرف اشارہ ہے؟
8. حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا نے کیا خواب دیکھا؟
9. آپ ﷺ کا خمیر مبارک کس مٹی کا ہے؟
10. ہر انسان کا خمیر اس کے مدفن والی مٹی کا ہوتا ہے اس پر قرآن کی کون سی آیت موجود ہے؟
11. آپ ﷺ پر جنت کی مٹی کے اثرات کیا ہیں؟ کوئی سے تین لکھیں۔

خالی جگہ پُر کریں!

1. ارہاص کا معنیٰ...........ہے۔
2. حبشہ کے بادشاہ نے...........کو یمن کا حاکم بنایا۔
3. مجوسیوں کے عبادت خانے کو...........کہتے ہیں۔
4. صنعاء...........کا دارالحکومت ہے۔
5. طائف والے...........نامی بت کی پوجا کرتے تھے۔
6. ابرہہ کے ہاتھی کا نام...........تھا۔

7. آپ ﷺ کا خمیر مبارک............والی مٹی کا ہے۔

8. جس جگہ آپ ﷺ کو دفن کیا گیا اسے............کہا جاتا ہے۔

درست جواب کی نشاندہی کریں:

ارہاص ان واقعات کو کہا جاتا ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پیش آئے:

قبل از ولادت　　بعد از ولادت　　بعد از نبوت

اللہ کے رسول ﷺ کو کہا جاتا ہے:

جد الانبیاء　　ثانی آدم　　خاتم الانبیاء

بیت اللہ کو ڈھانے کے لیے آیا:

ذو نفر　　ابرہہ　　نفیل

جنت کا ٹکڑا کہلاتا ہے:

مکہ مکرمہ　　مدینہ منورہ　　روضہ مبارک

شکمِ مادر

خاتم النبیین ﷺ جب شکم مادر میں تھے

اس وقت پیش آنے والے حالات وواقعات

وِلادت باسعادت

خاتم النبیین ﷺ کی ولادت باسعادت کے وقت

پیش آنے والے واقعات، تاریخ اور مقام

نسبی وخاندانی تعارف

خاتم النبیین ﷺ کا عقیقہ

نام، کنیت، نسب، والدین کریمین اور خاندان مبارک

شکم مادر میں:

حضرت علی بن یزید بن عبد اللہ رحمہ اللہ نے اپنے والد سے اور انہوں نے اپنی چچی سے روایت کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ جب امید سے ہوئیں تو وہ فرماتی تھیں کہ مجھے محسوس نہ ہوا کہ میں حاملہ ہو چکی ہوں اور نہ ہی حمل کا بوجھ محسوس ہوا ایک دن میں نیم خوابی کے عالم میں تھی کہ ایک آنے والے نے مجھ سے کہا: اے آمنہ! کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ امید سے ہیں؟ میں نے جواب دیا: میں تو نہیں جانتی۔ اس نے کہا: اے آمنہ! آپ ایک عظیم الشان امت کے جلیل القدر نبی کو جنم دینے کے لیے امید سے ہو چکی ہیں۔

کچھ دن بعد وہی کہنے والا دوبارہ میرے خواب میں آیا اور مجھ سے کہا: اے آمنہ! آپ یہ دعا مانگا کریں:

أُعِيْذُهٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ كُلِّ حَاسِدٍ

میں اس بچے کو ہر حاسد کے شر سے حفاظت کے لیے اللہ وحدہ لا شریک کی پناہ میں دیتی ہوں۔

ولادت باسعادت کی تاریخ اور جگہ:

مشہور قول کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت پیر کے دن صبح صادق کے وقت مورخہ 12 ربیع الاول عام الفیل 571ء کو مکۃ المکرمہ میں ہوئی۔ البتہ چند محققین نے 9 ربیع الاول کی تاریخ کو ترجیح دی ہے۔

عقیقہ:

ولادت باسعادت کے ساتویں دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا خواجہ عبد المطلب نے آپ کا عقیقہ کیا جس میں تمام خاندان قریش کو دعوت دی۔

اسم گرامی:

آپ کے دو ذاتی نام ہیں جن کا تذکرہ قرآن کریم میں ہے: محمد اور احمد

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم):

جس میں تمام قابل تعریف کمالات اور خوبیاں جمع ہوں اسے محمد کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک ہی ایسا ہے جس کو بولنے سے ہی آپ کے اخلاق و اوصاف اور کمالات و فضائل ظاہر ہوتے ہیں۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللهُ عَنِّيْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَأَنَا مُحَمَّدٌ۔

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3533

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے لیے یہ بات قابل تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قریش کی گالیوں اور لعنت ملامت کو کیسے دور فرماتے ہیں! قریشی لوگ مذمم کو گالم گلوچ اور لعنت کرتے ہیں حالانکہ میں تو محمد ہوں۔

فائدہ: ”مذمم“ اُسے کہتے ہیں جس کے گندے اوصاف کی وجہ سے اس کی مذمت کی جائے اور ”محمد“ اسے کہتے ہیں جس کے عمدہ اوصاف کی وجہ سے اس کی تعریف کی جائے۔

اَحمد (صلی اللہ علیہ وسلم):

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے سب سے زیادہ اللہ کی حمد بیان کرنے والے کو احمد کہتے ہیں۔ اور یہ بات مسلم ہے کہ انبیاء علیہم السلام میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور امتوں میں سے امت محمدیہ نے سب سے زیادہ اللہ کی حمد وثنا بیان کی ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو احمد جبکہ آپ کی امت کو حمادین کا اعزاز حاصل ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی بشارت ان الفاظ میں دی ہے:

وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

سورۃ الصف، رقم الآیۃ:6

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا: اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں، اپنے سے پہلے والی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام احمد ہو گا۔

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ إِنَّ لِيْ أَسْمَاءً أَنَا مُحَمَّدٌ وَأَنَا أَحْمَدُ وَأَنَا الْمَاحِي الَّذِيْ يَمْحُو اللهُ بِيَ الْكُفْرَ وَأَنَا الْحَاشِرُ الَّذِيْ

يُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰى قَدَمِيْ وَأَنَا الْعَاقِبُ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:4896

ترجمہ: حضرت جُبیر بن مُطعِم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا: میرے کئی (ذاتی وصفاتی) نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی ہوں یعنی جس کی وجہ سے اللہ نے کفر کو مٹایا اور میں حاشر ہوں قیامت کے دن لوگوں کو میرے پیچھے پیچھے (بعد میں) اٹھایا جائے گا اور میں عاقب ہوں۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صفاتی نام زیادہ ہیں باقی درج بالا حدیث مبارک میں جو پانچ کا تذکرہ ہے اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أَنَّهُ أَرَادَ أَنَّ لِيْ خَمْسَةَ أَسْمَاءٍ أَخْتَصُّ بِهَا لَمْ يُسَمَّ بِهَا أَحَدٌ قَبْلِيْ أَوْ مُعَظَّمَةٌ أَوْ مَشْهُوْرَةٌ فِي الْأُمَمِ الْمَاضِيَةِ لَا أَنَّهُ أَرَادَ الْحَصْرَ فِيْهَا

فتح الباری شرح صحیح البخاری، رقم الحدیث:3532

ترجمہ: حدیث مذکور میں پانچ ناموں سے مراد یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے یہ پانچ نام کسی کے نہیں تھے۔ یا پھر تمام ناموں میں سے زیادہ تعظیم انہی میں پائی جاتی ہے یا پھر سابقہ امتوں میں آپ کے یہی پانچ نام مشہور تھے لیکن اس کا ہر گز یہ معنیٰ نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صرف یہی پانچ نام ہیں۔

وَقَالَ ابْنُ فَارِسٍ وَغَيْرُهُ وَبِهِ سُمِّيَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحَمَّدًا وَأَحْمَدَ أَيْ أَلْهَمَ اللهُ تَعَالٰى أَهْلَهُ أَنْ سَمَّوْهُ بِهِ

شرح صحیح مسلم للنووی، رقم الحدیث:2354

ترجمہ: امام ابن فارس و دیگر ائمہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں کے دل میں یہ بات ڈالی تبھی انہوں نے آپ کا نام محمد رکھا اور احمد رکھا۔

کنیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو صاحبزادوں کے نام پر آپ کی کنیت ابوالقاسم اور ابو ابراہیم ہے۔ ان میں سے ابوالقاسم زیادہ مشہور ہے۔

نسب مبارک:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلۂ نسب پوری کائنات میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور عزت والا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ

سورۃ التوبۃ،128

ترجمہ: بلاشبہ تمہارے پاس تمہی میں سے ایک رسول تشریف لائے ہیں۔ تمہاری مشقت ان پر بہت گراں گزرتی ہے۔ تمہاری بھلائی کے بہت خواہش مند رہتے ہیں۔ مومنین پر انتہائی شفیق اور بڑے مہربان ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَرَأَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ (بِفَتْحِ الْفَاءِ) وَقَالَ اَنَا اَنْفَسُكُمْ نَسَبًا وَصِهْرًا وَحَسْبًا لَيْسَ فِيْ آبَائِيْ مِنْ لَّدُنْ آدَمَ سِفَاحٌ كُلُّنَا نِكَاحٌ

الخصائص الکبریٰ، باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بطھارۃ نسبہ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے (سورۃ التوبۃ کی) آیت مبارکہ تلاوت فرمائی: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفَسِكُمْ۔ اَنْفَسِكُمْ کو فا پر زبر کے ساتھ پڑھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حسب نسب کے اعتبار سے تم سب سے افضل اور بہترین ہوں۔ میرے آباء و اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام تک کہیں زنا نہیں ہے بلکہ سب کے سب میں نکاح والا مشروع طریقہ رہا ہے۔

والد ماجد کی طرف سے سلسلۂ نسب:

اِمام بخاری رحمہ اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ نسب اس طرح ذکر کیا ہے:

مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصَيِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعبِ بْنِ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَيْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ إِلْيَاسَ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارِ بْنِ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ

صحیح البخاری، باب مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

ترجمہ: محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لُؤی بن غالب بن فِہر بن مالک بن نَضَر بن کِنانہ بن خُزیمہ بن مُدرِکہ بن اِلیاس بن مُضَر بن نِزار بن مَعَدّ بن عدنان۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ نسب میں ایک نام "عبد مَناف" کا ہے جو تین واسطوں (عبد اللہ، عبد المطلب، ہاشم) سے آپ کے دادا بنتے ہیں۔ عبد مناف کے چار بیٹے ہیں: ہاشم، مُطلب، نَوفل اور عبد شمس۔

1: ہاشم: ان کی نسل سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔

2: مطلب: ان کی نسل سے حضرت ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ ہیں۔ ابوسفیان بن حارث بن مطلب بن عبد مناف۔

نوٹ: مُطَّلِب وہی ہیں جو اپنے بھتیجے "شیبۃ الحمد" بن ہاشم (عبد المطلب) کو ان کی والدہ سے مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ لے آئے۔ اس بچے کو لوگوں نے کہا کہ مطلب کا غلام ہے یعنی عبد المطلب۔ چنانچہ ان کا نام ہی "شیبۃ الحمد" سے عبد المطلب پڑ گیا۔

3: نوفل: ان کی نسل سے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبیر بن مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف۔

4: عبد شمس: ان کی نسل سے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ معاویہ بن ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف۔

والدہ ماجدہ کی طرف سے سلسلۂ نسب:

وَأُمُّهُ: آمِنَةُ بِنْتُ وَهْبِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ زُهْرَةَ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ

انساب الاشراف للبلاذری، الرقم:156

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زُہرہ بن کِلاب بن مُرّہ۔

فائدہ: کِلاب تک آکر والد اور والدہ دونوں کا سلسلۂ نسب جمع ہو جاتا ہے۔

عدنان سے آگے:

اَلَّذِيْ صَحّ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ انْتَسَبَ إِلٰى عَدْنَانَ لَمْ يَتَجَاوَزْهُ بَلْ قَدْ رُوِيَ عَنْ طَرِيْقِ ابْنِ عَبّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ لَمّا بَلَغَ عَدْنَانَ، قَالَ: كَذَبَ النَّسَّابُوْنَ مَرّتَيْنِ أَوْ ثَلَاثًا

الروض الأنف فی شرح السیرۃ النبویۃ للسُّہیلی

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے مبارک نسب کے بارے میں صحیح بات یہی منقول ہے کہ آپ اپنے جد امجد عدنان سے آگے نسب بیان نہیں فرماتے تھے بلکہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے نسب مبارک میں عدنان کا ذکر فرماتے تو دو یا تین مرتبہ یوں فرماتے: اس سے آگے نسب بیان کرنے والے حقیقت کے خلاف کہتے ہیں۔

والدین کریمین:

امام اعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ (ت 150ھ) الفقہ الاکبر میں فرماتے ہیں:

وَوَالِدَا رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مَاتَا عَلَی الْکُفْرِ.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کی وفات حالت کفر پر نہیں ہوئی۔

امام ملا علی بن سلطان محمد القاری الھروی الحنفی رحمہ اللہ (ت 1014ھ) شرح الشفاء میں لکھتے ہیں:

وَأَمَّا إِسْلَامُ أَبَوَیْہِ فَفِیْہِ أَقْوَالٌ، وَالْأَصَحُّ إِسْلَامُھُمَا عَلٰی مَا اتَّفَقَ عَلَیْہِ الْأَجِلَّۃُ مِنَ الْأُمَّۃِ کَمَا بَیَّنَہُ السُّیُوْطِیُّ فِیْ رَسَائِلِہِ الثَّلَاثِ الْمُؤَلَّفَۃِ.

شرح الشفاء لعلی القاری: ج1 ص601

ترجمہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے اسلام کے بارے میں کئی اقوال ہیں۔ صحیح ترین قول یہ ہے کہ وہ مسلمان تھے کیونکہ جلیل القدر ائمہ کا یہی موقف ہے جیسا کہ امام سیوطی رحمہ اللہ نے اپنے تین رسائل میں اس موقف کو بیان کیا ہے۔

ایمان والدینِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر کتب:

[1]: علامہ جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی رحمہ اللہ (ت 911ھ) نے اس مسئلہ پر چھ رسائل تحریر فرمائے ہیں جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے ایمان کو ثابت کیا ہے۔ رسائل یہ ہیں:

1: اَلْمَقَامَۃُ السُّنْدُسِیَّۃُ فِی النِّسْبَۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ۔

2: اَلدُّرَجُ الْمُنِیْفَۃُ فِی الْآبَاءِ الشَّرِیْفَۃِ۔

3: مَسَالِكُ الْحُنَفَاءِ فِيْ وَالِدَيِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

4: نَشْرُ الْعَلَمَيْنِ الْمُنِيْفَيْنِ فِيْ إِحْيَاءِ الْاَبَوَيْنِ الشَّرِيْفَيْنِ۔

5: اَلتَّعْظِيْمُ وَالْمِنَّةُ فِيْ اَنَّ اَبَوَىْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِى الْجَنَّةِ۔

6: اَلسُّبُلُ الْجَلِيَّةُ فِى الْاٰبَاءِ الْعُلِيَّةِ۔

یہ تمام رسائل "الكمتبة العصرية بيروت" سے ایک جلد میں شائع ہو چکے ہیں۔

[2]: علامہ سید محمد بن محمد الحسینی الزبیدی المعروف مرتضیٰ الزبیدی رحمہ اللہ (ت 1205ھ) نے ایمان ثابت کرنے کے لیے ایک رسالہ لکھا جس کا نام "اَلْاِنْتِصَارُ لِوَالِدَيِ النَّبِيِّ الْمُخْتَارِ" ہے۔

[3]: علامہ قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ (ت 1225ھ) نے رسالہ لکھا: "تَقْدِيْسُ وَالِدَيِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"

یہ عربی رسالہ اردو ترجمہ بنام "تقدیسِ والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" کے ساتھ شاہ نفیس اکیڈمی لاہور سے شائع ہو چکا ہے۔

[4]: أَنْبَاءُ الْاِصْطِفَا فِيْ حَقِّ آبَاءِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علامہ محمد بن قاسم بن یعقوب الاماسیّ (ت 940ھ)

[5]: تَفْصِيْلُ مَا قِيْلَ فِيْ حَقِّ أَبَوَيِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علامہ احمد بن سلیمان بن کمال باشا (ت 940ھ)

[6]: تَحْقِيْقُ آمَالِ الرَّاجِيْنَ بِأَنَّ وَالِدَيِ الْمُصْطَفٰى مِنَ النَّاجِيْنَ

علامہ علی بن الجزّار المصری الحنفی (ت 984ھ)

[7]: مُقَدِّمَةُ مُرْشِدِ الْهُدٰى فِيْ حَقِّ أَبَوَيِ الرَّسُوْلِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

نوح بن مصطفیٰ الرومی المصری (ت 1070ھ)

[8]: اَلسُّرُوْرُ وَالْفَرَحُ فِيْ حَقِّ أَبَوَيِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

علامہ محمد بن ابی بکر المرعشیّ (ت 1150ھ)

خاندانِ قریش:

عَنْ وَاثِلَةَ بْنِ الْأَسْقَعِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ اللهَ اصْطَفٰى كِنَانَةَ مِنْ وَّلَدِ إِسْمٰعِيْلَ وَاصْطَفٰى قُرَيْشًا مِنْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ۔

صحیح مسلم، رقم الحدیث:4221

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے بنو کنانہ کو منتخب فرمایا، اولاد کنانہ میں سے قریش کو منتخب فرمایا، قریش میں سے بنو ہاشم کو منتخب فرمایا اور بنو ہاشم میں سے مجھے منتخب فرمایا۔

فضیلت والا گھرانہ:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا عَنْ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ جِبْرِيْلَ قَالَ: قَلَّبْتُ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ أَجِدْ رَجُلًا أَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ أَرَ بَيْتًا أَفْضَلَ مِنْ بَيْتِ بَنِي هَاشِمٍ.

المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث:6285

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ سے جبریل امین نے کہا: میں نے مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین کو خوب اچھی طرح دیکھا مگر میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ فضیلت والا کوئی فرد نہیں دیکھا اور نہ ہی بنی ہاشم کے گھرانے سے زیادہ افضل کوئی گھرانہ دیکھا۔

بچپن مبارک

خاتم النبیین ﷺ کی رضاعت

شقِّ صدر اس کی حکمتیں اور مہر نبوت

لڑکپن مبارک

خاتم النبیین ﷺ کی والدہ اور دادا کی وفات

کفالت

خاتم النبیین ﷺ کی مالی کفالت

خواجہ ابو طالب کے ایمان وعدم ایمان کی محققانہ بحث

رضاعت:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایامِ رضاعت کی عمر میں تین خواتین کا دودھ پیا ہے:

1: حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا:

ولادت باسعادت کے بعد تقریباً چار دن تک آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ پیا۔

2: حضرت ثُوَیبَہ رضی اللہ عنہا:

چار دن بعد آپ کو حضرت ثُوَیبَہ نے دودھ پلایا۔ درست تلفظ اسی طرح ہے: ثُوَیْبَہ۔ بعض لوگ اسے ثَوبِیَہ لکھتے پڑھتے ہیں جو درست نہیں۔ حضرت ثویبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو لہب کی آزاد کردہ کنیز تھیں۔ جب حضرت ثویبہ نے ابولہب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اس خوشی میں ثویبہ کو آزاد کر دیا۔ یہ وہی ثویبہ ہیں جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آپ کے سگے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ یوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپس میں رضاعی بھائی بھی ہیں۔

3: حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا:

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا۔ اہلِ عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ اپنے شیر خوار (دودھ پیتے) بچوں کو دیہاتوں میں بھیج دیتے تاکہ دیہات کی صاف و شفاف آب و ہوا میں ان کی نشو و نما ہو سکے۔ مزید یہ کہ بچوں میں زبان کی فصاحت، جفاکشی اور عرب تمدن پیدا ہو۔ اسی لیے دیہاتوں کی خواتین شہروں میں شیر خوار بچوں کو لینے کے لیے آیا کرتیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں (طائف) سے بنو سعد کی چند خواتین کے ہمراہ مکہ مکرمہ میں آئی تاکہ کوئی شیر خوار بچہ اپنے ساتھ لے آؤں... اس سال طائف میں قحط سالی تھی... قحط سالی کے باعث پیدا ہونے والی بھوک و پیاس کی وجہ سے میں کمزور پڑ گئی تھی میری گود میں ایک بچہ تھا لیکن اس کے لیے میرا دودھ ناکافی ہوتا وہ بچہ بھوک کی وجہ سے رات بھر روتا اور ہم راتیں جاگ کر گزارتے۔ ہمارے گھر میں ایک اونٹنی تھی اس پر بھی قحط سالی کا یہ اثر تھا کہ اس کے تھنوں میں دودھ

نہیں ہوتا تھا۔ میں دیگر خواتین کے ہمراہ اپنی ایک لاغر سواری پر سوار ہو کر مکہ مکرمہ آئی میرے ساتھ میرے شوہر حارث (رضی اللہ عنہ) بھی تھے۔ سواری کے لاغر ہونے کی وجہ سے ہم سب سے آخر میں مکہ مکرمہ آئے۔

یہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ جتنے قابل رضاعت بچے تھے وہ پہلے آنے والی خواتین نے لے لیے ہیں۔ صرف ایک بچہ باقی تھا جو یتیم تھا۔ اس کو باقی خواتین نے یہ سمجھ کر چھوڑ دیا کہ یتیم کی دودھ پلانے کی اجرت اور انعام کچھ نہیں ملے گا۔ چنانچہ میں نے اپنے شوہر سے اس بارے میں مشورہ کیا کہ صرف ایک یتیم بچہ رہ گیا ہے باقی بچوں کو دیگر خواتین نے لے لیا ہے، اب کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے کہا کہ اسی کو لے لو! اللہ سے قوی امید ہے کہ وہ اس بچے کو ہمارے لیے خیر وبرکت کا سبب بنادے گا۔ میں نے اس یتیم بچے (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کو گود میں لیا آپ کی برکت سے میرا اتنا دودھ اتر آیا کہ میں اس یتیم کو بھی پلاتی اور اپنے بیٹے کو بھی پلاتی دونوں سیر ہو کر پیتے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت سے ہماری اونٹنی کا دودھ بھی خوب اتر آیا جس کی وجہ سے اونٹنی کے تھن دودھ سے بھر گئے۔ میں نے اور میرے شوہر نے اونٹنی کا دودھ خوب سیر ہو کر پیا۔ اس موقع پر مجھے میرے شوہر نے کہا:

وَاللهِ يَا حَلِيْمَةُ! لَقَدْ أَخَذْتِ نَسَمَةً مُبَارَكَةً۔

حلیمہ! اللہ کی قسم! آپ نے بہت ہی بابرکت بچے کا انتخاب کیا ہے۔

چنانچہ ہم مکہ سے واپس اپنے قبیلے کی طرف چل پڑے۔ اب یہ یتیم بلکہ دُرِّ یتیم ہمارے ساتھ تھا۔ جس کی برکت سے ہماری سواری سب سواریوں سے تیز چل رہی تھی۔

ہم اپنے قبیلے میں پہنچے، ہمارے علاقے میں قحط سالی تھی۔ ہم لوگوں کی بکریاں صبح صبح چرنے کے لیے جایا کرتیں جب شام کو واپس لوٹتیں تو ہماری بکریوں کے تھن دودھ سے بھرے ہوتے جبکہ دوسروں کی بکریاں بھوکی واپس آتیں۔ یہ دیکھ کر لوگوں نے اپنے چرواہوں سے کہا کہ تم بھی بکریاں وہیں چرانے کے لیے جایا کرو جہاں حلیمہ کی بکریاں چرنے جاتی ہیں۔ ایسے ہی کیا گیا لیکن شام کو میری بکریوں کے تھن دودھ سے بھرے ہوتے اور لوگوں کی بکریاں بھوکی ہوتیں۔ اس بچے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ہمیں خیر وبرکت کے مناظر دکھلاتے رہے بالآخر دوسال کا عرصہ پورا ہوا اور میں نے دودھ چھڑا دیا۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جس وقت میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دودھ چھڑایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک پر یہ کلمات جاری ہوئے:

اَللّٰهُ أَكْبَرُ كَبِيْرًا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّأَصِيْلًا۔

شَقِّ صدر:

جب دودھ پلانے کی مدت مکمل ہوئی تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر حضرت آمنہ کے پاس آئیں۔ اتفاق سے انہی دنوں مکہ میں طاعون کی وبا پھیل گئی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا؛ جو آپ کے وجودِ مسعود کی برکات کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کر چکی تھیں انہوں نے حضرت آمنہ سے عرض کی: اس بچے کو مزید کچھ عرصہ میرے پاس رہنے کی اجازت دیں ویسے بھی ان دنوں مکہ میں طاعون کی وبا پھیل رہی ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے حضرت حلیمہ کی درخواست قبول کی اور اپنے ہمراہ لے جانے کی اجازت دے دی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ کو واپس بنو سعد لے آئیں۔ کچھ عرصہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے کے لیے آنا جانا شروع کیا۔ اسی دوران ایک غیر معمولی واقعہ پیش آیا جسے "شَقِّ صدر" کہتے ہیں۔

فائدہ: شَقّ کا مطلب ہوتا ہے چیرنا اور صدر سینے کو کہتے ہیں۔ شق صدر کا واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زندگی میں کل چار دفعہ پیش آیا۔

پہلی بار: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چار سال تھی اور حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی پرورش میں تھے۔ دو فرشتے حضرت جبرئیل اور میکائیل انسانی شکل میں ایک سونے کے تھال میں برف بھر کر لائے۔ آپ کا سینہ مبارک چاک کیا، دل مبارک کو نکالا پھر اس دل کو چاک کیا اور اس میں سے ایک یا دو خون کے جمے ہوئے ٹکڑے نکالے اور کہا کہ یہ شیطان کا حصہ ہے۔ پھر دل مبارک کو اس تھال میں رکھ کر برف سے دھویا اور دل مبارک کو واپس اپنی جگہ پر لگا دیا۔ اور پشت کی جانب دونوں کندھوں کے درمیان مہر لگا دی۔

حکمت: جو خون کے جمے ہوئے ٹکڑے نکالے گئے وہ حقیقت میں گناہ اور معصیت کا مادہ تھے ان سے آپ کے قلبِ اطہر کو پاک کر دیا گیا تاکہ معصیت سے عصمت حاصل ہو جائے۔ یہاں یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ ہمارا عقیدہ ہے کہ نبی کے معصوم ہونے کا مطلب ہے کہ عملی زندگی میں نبی سے گناہ کا وقوع نہیں ہو سکتا۔ محض مادہ معصیت کا

ہونا الگ بات ہے جبکہ وقوع معصیت کا ہونا الگ بات ہے۔ یہ بھی اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ محض مادہ معصیت سے بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پاک کر دیا گیا۔

دوسری بار: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دس سال تھی۔

حکمت: چونکہ یہ عمر لہو ولعب اور کھیل کود کی ہوتی ہے۔ اس عمر میں قلب مبارک کو مادہ لہو ولعب سے پاک کیا گیا کیونکہ لہو ولعب خدا تعالیٰ سے غافل کر دیتی ہے۔

تیسری بار: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک چالیس سال کے قریب تھی یعنی اعلانِ نبوت کے قریبی زمانے میں۔

حکمت: تاکہ قلب اطہر میں علوم الٰہیہ اور وحی ربانی کے انوارات کو جذب کرنے کی قوت پیدا ہو سکے۔

چوتھی بار: جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم معراج پر تشریف لے جانے لگے۔

حکمت: تاکہ قلبِ اطہر تجلّیاتِ الٰہیہ اور آیاتِ ربانیہ کا مشاہدہ، دیدارِ باری تعالیٰ اور خدا تعالیٰ سے شرفِ ہمکلامی کا تحمل کر سکے۔

فائدہ: بعض سیرت نگاروں نے "شق صدر" کا حقیقی معنیٰ مراد لینے کے بجائے اس کا مجازی اور معنوی معنیٰ مراد لیا ہے یعنی "شرح صدر"۔ لیکن جمہور محققین نے اس کا حقیقی معنیٰ ہی مراد لیا ہے۔ چنانچہ

امام محمد بن عبد الباقی الزرقانی رحمہ اللہ (ت 1122ھ)

امام محمد بن احمد بن ابی بکر القرطبی رحمہ اللہ (ت 671ھ)

امام حسین بن عبد اللہ بن محمد الطیبی رحمہ اللہ (ت 743ھ)

امام احمد بن علی العسقلانی المعروف حافظ ابن حجر رحمہ اللہ (ت 852ھ)

امام عبد الرحمٰن بن ابی بکر السیوطی رحمہ اللہ (ت 911ھ) اور دیگر اکابر اہل علم کے حوالے سے اس بات کی تصریح کی ہے کہ "شقّ صدر" کا معنیٰ حقیقی مراد ہے اور اس کی تائید میں حدیث صحیح کو پیش کیا ہے جس میں اس بات کی وضاحت ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک پر سلائی کا نشان دیکھا کرتے تھے۔

مُہرِ نبوت:

شَقِ صدر کے ذریعے قلبِ اطہر کے اندرونی حصے کو (ممکنہ) شیطانی تصرفات سے پاک کر دیا گیا اسی طرح پشت کی جانب دو کندھوں کے درمیان؛ قلب مبارک کے بالمقابل مہر لگادی گئی تاکہ شیطان کے بیرونی وساوس سے حفاظت کا مکمل انتظام ہو جائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح جواہرات کو کسی مضبوط تھیلے میں بند کر کے اس پر مہر لگادیتے ہیں تاکہ وہ ضائع ہونے سے بچ جائیں اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ اطہر کو علم و حکمت سے بھر کر دونوں کندھوں کے درمیان مہر لگادی گئی تاکہ اس خزینے سے کوئی چیز ضائع نہ ہونے پائے۔

حضرت حلیمہ کا کاہن کے پاس جانا:

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب شق صدر کا واقعہ پیش آیا تو مجھے لوگوں نے کہا تم کاہن کے پاس چلی جاؤ تاکہ وہ اس مسئلے کی حقیقت اور حل سے تمہیں آگاہ کرے۔ پہلے تو میں نے جانے سے انکار کیا لیکن ان کے بار بار اصرار کی وجہ سے میں آپ کو لے کر چل پڑی اور سارا واقعہ سنایا۔ وہ کاہن کہنے لگا کہ چونکہ سارا معاملہ بچے کے ساتھ پیش آیا ہے اس لیے میں اس سے سننا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اول تا آخر سارا واقعہ سنایا جسے سن کو کاہن چونکا اور کود کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سینے پر اٹھالیا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا: اے آلِ عرب! اے آلِ عرب! جلدی آؤ جلدی آؤ جو شر تمہارے پاس عنقریب آنے والا تھا وہ آگیا ہے۔ آؤ! اور اس کو قتل کرو اور مجھے بھی قتل کر دو۔ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو یہ تمہارے دین کو مٹادے گا تمہیں ایسے رب کی طرف بلائے گا جسے تم نہیں پہچانتے اور ایسے دین کی طرف جو تم نے اب تک کبھی نہیں سنا ہو گا۔

حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ جب میں نے اس کاہن کی یہ باتیں سنیں تو فوراً اس کے ہاتھ سے آپ کو لے لیا اور اس سے کہا کہ تو پاگل ہو گیا ہے اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تو نے اس بچے کے بارے ایسی باتیں کرنی ہیں تو میں کبھی بھی تیرے پاس نہ آتی۔ تو اپنے لیے قاتل کو تلاش کر ہم محمد کو قتل نہیں کر سکتے۔

والدہ کے پاس واپسی:

اس کے بعد حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آپ کی والدہ حضرت آمنہ کے

پاس آئیں۔ حضرت آمنہ نے تعجب سے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اتنے شوق سے لے کر گئی تھیں اور اتنی جلدی واپس کرنے آ گئی ہو، خیریت تو ہے؟ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے سارا واقعہ بیان کیا جس پر حضرت آمنہ نے فرمایا کہ میرا بیٹا بڑی شان والا ہے۔ پھر ایام حمل اور بوقت ولادت جو حیرت انگیز واقعات پیش آئے تھے، وہ سنائے۔

والدہ ماجدہ کی وفات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ محترمہ کے سپرد کر کے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر بنو سعد، طائف کی طرف چلی گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے ہاں مکہ میں رہنے لگے۔ کچھ عرصے کے بعد آپ کی والدہ نے یَثْرِبْ جانے کا ارادہ کیا تاکہ بنو عدی بن نجار میں اپنے ننھیالی رشتہ داروں سے ملاقات کر سکیں۔ اس سفر میں سیدہ ام ایمن آپ کے ہمراہ تھیں۔ یثرب (مدینہ منورہ) میں تقریباً ایک ماہ قیام کرنے کے بعد واپسی مکہ کی طرف سفر شروع کیا، راستے میں سخت بیمار ہوئیں۔ مقام اَبواء پر پہنچیں تو وفات پا گئیں چنانچہ آپ کو وہیں دفن کر دیا گیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 6 سال تھی۔

دادا کی وفات:

والدہ کی وفات کی بعد سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچیں اور آپ کو عبد المطلب کے سپرد کیا۔ عبد المطلب آپ کو ہمیشہ اپنے قریب رکھتے۔ عبد المطلب کے لیے حرم کعبہ میں ایک خصوصی نشست بچھائی جاتی اس پر بیٹھنے کی کسی کی مجال نہ تھی لیکن جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو بے تکلف اس پر بیٹھ جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو سال تک عبد المطلب کی کفالت و تربیت میں رہے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 8 سال ہوئی تو عبد المطلب بھی وفات پا گئے۔

خواجہ ابو طالب کی کفالت میں:

خواجہ عبد المطلب نے وفات سے پہلے اپنے بیٹے ابو طالب کو وصیت کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بڑی محبت و شفقت کے ساتھ کفالت و تربیت کرنا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دادا کی وفات کے بعد اپنے چچا ابو طالب کی کفالت میں آ گئے۔ جناب ابو طالب نے آپ کو اپنی اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھا اور آخر دم تک آپ کی کفالت کا

خوب حق ادا کیا لیکن صد افسوس کہ وہ کلمہ پڑھ کر ایمان نہیں لائے تھے۔ صرف پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی رشتہ داری نجات کے لیے کافی نہیں کیونکہ جنت اور جہنم کا معیار حسب و نسب اور رشتہ داری پر نہیں بلکہ ایمان اور عدم ایمان پر ہے۔ ایمان لانے والا جنت میں جائے گا اور ایمان نہ لانے والا جہنم میں جائے گا۔

اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

1:　والد مومن جیسے حضرت نوح علیہ السلام　بیٹا کافر جیسے کنعان

2:　بیٹا مومن جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام　والد کافر جیسے آزر

3:　شوہر مومن جیسے حضرت نوح و لوط علیہما السلام　بیویاں کافرہ

4:　بیوی مومنہ جیسے سیدہ آسیہ علیہا السلام　شوہر کافر جیسے فرعون

5:　بھتیجا مومن جیسے حضرت محمد ﷺ　چچا کافر ابو لہب، ابو طالب وغیرہ

البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ ہم ابو لہب اور ابو طالب کو ایک ہی صف میں کھڑا نہیں کرتے۔ ابو لہب کے کفر پر مرنے کی وجہ سے ہم بالکل پریشان نہیں کیونکہ اس نے اسلام دشمنی کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے نہیں دیا جبکہ ابو طالب یقیناً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ تھے، اسلام دوست تھے، اہل اسلام کی حمایت و نصرت کی وجہ سے انہوں نے کافی مشکلات کا سامنا کیا، تکالیف برداشت کیں اور مصائب جھیلے۔ ان کے ایمان لائے بغیر فوت ہونے پر ہمیں بھی صدمہ ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھا لیکن اس سلسلے میں ہم حق و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑ سکتے۔

جناب ابو طالب کے بارے میں جمہور اہل السنۃ والجماعۃ کا یہی نظریہ ہے اور اس پر مندرجہ ذیل دلائل پیش خدمت ہیں:

1:　مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ

سورۃ التوبۃ، رقم الآیۃ: 113

ترجمہ:　نبی اور دوسرے مومنین کے لیے جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ

قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ جہنمی لوگ ہیں۔

مندرجہ بالا آیت کریمہ کی تفسیر صحیح البخاری کی مندرجہ ذیل روایت میں اس طرح ہے:

عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي سَعِيدُ بْنُ الْمُسَيَّبِ عَنْ أَبِيهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ لَمَّا حَضَرَتْ أَبَا طَالِبٍ الْوَفَاةُ جَاءَهُ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَجَدَ عِنْدَهُ أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ وَعَبْدَ اللهِ بْنَ أَبِي أُمَيَّةَ بْنِ الْمُغِيرَةِ قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِأَبِي طَالِبٍ يَا عَمِّ قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ كَلِمَةً أَشْهَدُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللهِ فَقَالَ أَبُو جَهْلٍ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ أَبِي أُمَيَّةَ يَا أَبَا طَالِبٍ أَتَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فَلَمْ يَزَلْ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَعْرِضُهَا عَلَيْهِ وَيَعُودَانِ بِتِلْكَ الْمَقَالَةِ حَتَّى قَالَ أَبُو طَالِبٍ آخِرَ مَا كَلَّمَهُمْ هُوَ عَلَى مِلَّةِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَأَبَى أَنْ يَقُولَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللهُ فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَا وَاللهِ لَأَسْتَغْفِرَنَّ لَكَ مَا لَمْ أُنْهَ عَنْكَ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالَى فِيهِ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾

صحیح البخاری، باب اذا قال المشرک عند الموت لا الہ الا اللہ، رقم الحدیث:1360

ترجمہ: حضرت مسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابو طالب کا انتقال ہونے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے۔ ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ بھی پہلے سے وہاں بیٹھے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب سے فرمایا: اے چچا! آپ لا الہ الا اللہ کہہ دیجیے، میں اللہ کی بارگاہ میں آپ کے ایمان کی گواہی دوں گا۔ اس پر ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ کہنے لگے: اے ابو طالب! تو عبد المطلب کے دین سے بیزار ہونا چاہتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر ان کو ایمان کی دعوت دیتے رہے اور وہ دونوں (ابو جہل اور عبد اللہ بن ابی امیہ) بھی مسلسل اپنی بات دہراتے رہے یہاں تک کہ ابو طالب نے کہہ دیا کہ وہ عبد المطلب کے دین پر ہی رہے گا اور دعوت ایمان کا انکاری بنا رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بخدا! میں آپ کے لیے مغفرت طلب کرتا رہوں گا جب تک کہ مجھے اس سے روک نہ دیا جائے اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾۔

زندہ کافر کے لیے ہدایت کی دعا مانگی جا سکتی ہے لیکن جس کا کفر پر مرنا یقینی ہو اس کے لیے مغفرت کی دعا نہیں مانگی جا سکتی۔

کیونکہ یہ خدا تعالیٰ کا اٹل فیصلہ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰۤى اِثْمًا عَظِيْمًا

سورۃ النساء:48

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس جرم کو معاف نہیں کرتا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے علاوہ اور جس گناہ کو چاہے معاف کر دیتا ہے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرایا، اس نے بہت بڑے گناہ کا بہتان باندھا۔

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَ لَوْ كَانُوْۤا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ (١١٣) وَ مَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ (١١٤)

سورۃ التوبہ:113،114

ترجمہ: نبی [صلی اللہ علیہ وسلم] اور دوسرے مومنین کے لیے جائز نہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کی دعا کریں اگرچہ وہ قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں، جب کہ ان پر یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ وہ جہنمی لوگ ہیں۔ اور ابراہیم [علیہ السلام] کا اپنے والد کے لیے استغفار صرف اس لیے تھا کہ انہوں نے اپنے والد سے ایک وعدہ کر لیا تھا۔ پھر جب ابراہیم پر یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو اس سے بے تعلق ہو گئے۔ بیشک ابراہیم نہایت نرم دل اور بڑے بردبار تھے۔

2: عَنِ الْعَبَّاسِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَغْنَيْتَ عَنْ عَمِّكَ فَإِنَّهُ كَانَ يَحُوطُكَ وَيَغْضَبُ لَكَ قَالَ هُوَ فِي ضَحْضَاحٍ مِنْ نَارٍ وَلَوْلَا أَنَا لَكَانَ فِي الدَّرَكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ

صحیح البخاری، باب قصۃ ابی طالب، رقم الحدیث:3883

ترجمہ: حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ نے اپنے چچا (ابوطالب) کو کوئی فائدہ پہنچایا؟ کیونکہ وہ آپ کا ساتھ دیتے تھے، آپ کا دفاع کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! وہ جہنم کے اوپر والے طبقے میں ہیں (جہاں عذاب نسبتاً کم ہے)۔ اگر میں

نہ ہوتا تو وہ جہنم کے نچلے حصے میں ہوتے (جہاں عذاب زیادہ ہوتا ہے)۔

اسی حدیث کے تحت حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (ت 852ھ) فرماتے ہیں:

فَهٰذَا شَأْنُ مَنْ مَّاتَ عَلَى الْكُفْرِ فَلَوْ كَانَ مَاتَ عَلَى التَّوْحِيْدِ لَنَجَا مِنَ النَّارِ أَصْلًا وَالْأَحَادِيْثُ الصَّحِيْحَةُ وَالْأَخْبَارُ الْمُتَكَاثِرَةُ طَافِحَةٌ بِذٰلِكَ

الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، رقم:10169

ترجمہ: یہ صورتحال تو اس شخص کی ہوتی ہے جو کفر پر فوت ہوا ہو اگر ابو طالب کی وفات ایمان کی حالت میں ہوتی تو آگ سے مکمل طور پر نجات پا جاتے اور بہت سی احادیث واخبار اس (عدم ایمان ابی طالب) سے لبریز ہیں۔

3: عَنْ أَبِيْ سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذُكِرَ عِنْدَهُ عَمُّهُ فَقَالَ لَعَلَّهُ تَنْفَعُهُ شَفَاعَتِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيُجْعَلُ فِيْ ضَحْضَاحٍ مِنَ النَّارِ يَبْلُغُ كَعْبَيْهِ يَغْلِي مِنْهُ دِمَاغُهُ

صحیح البخاری، باب قصۃ ابی طالب، رقم الحدیث:3885

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آپ کے چچا (ابو طالب) کا ذکر کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے دن ان کو میری سفارش یہ فائدہ دے گی کہ ان کو جہنم کے بالائی طبقے میں رکھا جائے گا جہاں عذاب صرف ٹخنوں تک ہو گا جس کی وجہ سے (صرف) ان کا دماغ کھولے گا۔

4: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَهْوَنُ أَهْلِ النَّارِ عَذَابًا أَبُو طَالِبٍ وَهُوَ مُنْتَعِلٌ بِنَعْلَيْنِ يَغْلِي مِنْهُمَا دِمَاغُهُ

صحیح مسلم، باب اھون اھل النار عذابا، رقم الحدیث:435

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جہنمیوں میں سب سے ہلکے عذاب والے شخص ابو طالب ہوں گے۔ انہوں نے صرف آگ کے جوتے پہنے ہوئے ہوں گے جن کی وجہ سے اُن کا دماغ کھول رہا ہو گا۔

5: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَمِّهٖ قُلْ: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قَالَ: لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِيْ قُرَيْشٌ يَقُوْلُوْنَ: إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلٰى ذٰلِكَ الْجَزَعُ لَأَقْرَرْتُ بِهَا

عَيْنَكَ فَأَنْزَلَ اللهُ ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ﴾

صحیح مسلم، باب الدلیل علی صحۃ اسلام من حضرہ الموت، رقم الحدیث:37

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا (ابو طالب) سے فرمایا کہ آپ لا الہ الا اللہ پڑھ لیں، میں قیامت کے دن اس کلمے کی وجہ سے آپ کے حق میں (مسلمان ہونے کی) گواہی دوں گا۔ انہوں نے جواب دیا: اگر مجھے قریش یہ طعنہ نہ دیتے کہ موت کی گھبراہٹ نے اسے کلمہ پڑھنے پہ آمادہ کر دیا ہے تو میں یہ کلمہ پڑھ کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کر دیتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ

حقیقت یہ ہے کہ آپ جس کو خود چاہیں؛ ہدایت نہیں دے سکتے البتہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے؛ ہدایت عطا فرماتا ہے اور وہ ہدایت قبول کرنے والوں سے خوب واقف ہے۔

امام محی الدین یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ (ت:676ھ) فرماتے ہیں:

فَقَدْ أَجْمَعَ الْمُفَسِّرُونَ عَلٰى أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ أَبِي طَالِبٍ

شرح النووی علی مسلم، باب الدلیل علی صحۃ اسلام من حضرہ الموت، رقم الحدیث:37

ترجمہ: مفسرین کرام رحمہم اللہ اس بات پر متفق ہیں کہ (مذکورہ بالا) آیت مبارکہ ابو طالب کے (عدم ایمان کے) بارے میں نازل ہوئی۔

حافظ ابو الفضل احمد بن علی بن حجر العسقلانی رحمہ اللہ (ت852ھ) فرماتے ہیں:

لَمْ تَخْتَلِفِ النَّقَلَةُ فِيْ أَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ أَبِي طَالِبٍ

فتح الباری شرح صحیح البخاری، باب انک لا تھدی من احببت، رقم الحدیث:4772

ترجمہ: آیت ﴿اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۚ وَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ﴾ کا شان نزول بیان کرنے والے اس حقیقت سے اختلاف نہیں کرتے کہ یہ آیت ابو طالب کے (عدم ایمان کے) بارے نازل ہوئی۔

مشق نمبر 2

مختصر جواب تحریر کریں:

1. آپ ﷺ کی ولادت کے وقت پیش آنے والے کوئی سے دو واقعات لکھیں۔
2. آپ ﷺ کی ولادت کس جگہ ہوئی؟
3. آپ ﷺ کا عقیقہ کس نے کیا؟ اور کس دن ہوا؟
4. آپ ﷺ کے دو ذاتی نام کون کون سے ہیں؟
5. آپ ﷺ کی کنیت کیا ہے؟
6. آپ ﷺ کا نسب مبارک کہاں تک بیان کرنا چاہیے؟ وہاں تک لکھیں۔
7. اللہ کے رسول ﷺ کا تعلق کس قبیلے اور خاندان سے ہے؟
8. اللہ کے رسول ﷺ کے گھرانے کی فضیلت کیا ہے؟
9. اللہ کے رسول ﷺ کی رضاعی ماؤں کے نام کیا ہیں؟
10. شق صدر کسے کہتے ہیں؟ اور آپ ﷺ کا شق صدر کتنی بار ہوا؟
11. مہر نبوت کے بارے میں آپ کیا جانتے ہیں؟
12. آپ ﷺ کا ننھیال کس علاقے سے تعلق رکھتا ہے؟
13. آپ ﷺ کی والدہ کی وفات کب ہوئی؟ آپ ﷺ کی عمر مبارک کیا تھی؟
14. خواجہ عبد المطلب کا اصل نام کیا تھا؟
15. خواجہ عبد المطلب کے بعد آپ ﷺ کی کفالت کس نے کی؟
16. جناب ابو طالب کے ایمان نہ لانے کی وجہ کیا تھی؟

خالی جگہ پر کریں:

1. آپ ﷺ کی ولادت سن عیسوی کے مطابق سن .... میں ہوئی۔
2. ساتویں دن آپ ﷺ کے دادا .... نے آپ کا عقیقہ کیا۔
3. آپ ﷺ کی رضاعی مائیں .... ہیں۔
4. آپ ﷺ اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ آپس میں .... بھی ہیں۔
5. شق صدر کا واقعہ آپ ﷺ کے ساتھ .... ہوا۔
6. پہلے شق صدر کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک .... سال تھی۔
7. شق صدر کرنے والے دو فرشتے .... اور .... تھے۔
8. چوتھی بار شق صدر .... کے وقت ہوا۔
9. والدہ کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک .... سال تھی۔
10. دادا کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک .... سال تھی۔
11. اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پوری کائنات کے لیے .... بنا کر بھیجا۔
12. دادا کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی کفالت .... نے کی۔

درست جواب کی نشاندہی کریں:

ساتویں دن آپ ﷺ کا عقیقہ کیا آپ کے:

چچا نے   والد نے   دادا نے

والد ماجد کی طرف سے سلسلہ نسب بیان کرنا درست ہے:

عدنان تک   نضر بن کنانہ تک   عبد مناف تک

گھرانوں میں سب سے اچھا گھرانہ ہے:

بنو قینقاع   بنو ہاشم   بنو خزاعہ

آپ ﷺ کی رضاعی مائیں ہیں:

دو تین چار

حضرت ثویبہ رضی اللہ عنہا آپ کی ماں ہیں:

سوتیلی رضاعی حقیقی

تیسری بار شق صدر کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تھی:

پینتیس سال چالیس سال پینتالیس سال

مہر نبوت موجود تھی:

کمر مبارک پر سینہ مبارک پر گردن مبارک پر

آپ ﷺ کو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا؛ اس کے پاس لے کر گئیں:

نجومی پادری کاہن

خواجہ عبد المطلب کی وفات کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تھی:

چھ سال آٹھ سال دس سال

دادا کی وفات کے بعد آپ ﷺ کی کفالت کی:

ابو بکر صدیق سیدہ ام ایمن ابو طالب

آپ ﷺ کو خواجہ ابو طالب کے بارے میں استغفار کی بابت:

ممانعت کی گئی اجازت دی گئی رخصت دی گئی

پہلا سفر شام

خاتم النبیین ﷺ کا سفر شام؛ بَحِیرا راہب سے ملاقات

حربُ الفجار

خاتم النبیین ﷺ کا قومی، لسانی عصبیت سے اظہار بیزاری

حِلفُ الفُضُول

خاتم النبیین ﷺ کا باہمی رواداری اور امن وامان میں بنیادی کردار

تجارتی سفر

خاتم النبیین ﷺ کا ملک شام کی طرف تجارتی سفر

نسطورا راہب کی گفتگو اور اعتراف حقیقت

ملک شام کا پہلا سفر:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً بارہ سال کو پہنچی تو ابو طالب نے قریش کے تجارتی قافلے کے ساتھ ملک شام جانے کا ارادہ کیا کیونکہ ایام حج میں مکہ مکرمہ آنے والے تاجروں کے ساتھ آپ کے تعلقات تھے۔ لیکن سفری مشکلات و تکالیف کی وجہ سے ابو طالب کا ارادہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے جانے کا نہیں تھا مگر عین روانگی کے موقع پر آپ کے چہرے پر حزن و ملال کے آثار دیکھے تو آپ کو عبد المطلب کی وصیت یاد آئی کہ اپنے بھتیجے محمد کا خاص خیال رکھنا، دکھی نہ ہونے دینا۔ اس لیے ابو طالب نے آپ کو ساتھ لے لیا۔

جرجیس (بَحِیرا راہب) سے ملاقات:

راستے میں جب بُصریٰ شہر کے قریب پہنچے تو وہاں جرجیس نامی عیسائی راہب سے ملاقات ہوئی جو بَحِیرا (ب پر زبر اور ح کے نیچے زیر) راہب کے نام سے مشہور تھا۔ راہب: عیسائیوں کے ایسے مذہبی پیشوا کو کہتے ہیں جو مخلوق سے الگ تھلگ حقوق العباد کو پورا کیے بغیر خود کو عبادت میں مصروف رکھے۔ عقیدے کے اعتبار سے جرجیس مشرک اور بت پرست نہیں تھا۔ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی جو علامتیں آسمانی کتابوں میں مذکور تھیں ان سے خوب واقف تھا۔

بَحِیرا راہب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہی پہچان لیا کہ آپ وہی نبی ہیں جن کی پہلی کتابوں میں بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ مبارک پکڑ کر کہنے لگا:

هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ

تمام جہانوں کا سردار یہی ہے، پروردگارِ عالم کا رسول ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے تمام قافلے والوں کا کھانا تیار کرایا۔ جب کھانے کے لیے سب لوگ جمع ہوئے تو اس وقت آپ ان میں تشریف فرما نہیں تھے۔ بَحِیرا راہب نے آپ کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں؟ بتایا گیا کہ اونٹ چرانے گئے ہیں۔ چنانچہ ایک شخص کو بھیج کر واپس بلایا۔ جس وقت آپ تشریف لائے تو ایک بدلی آپ پر سایہ کیے ہوئے تھی۔ آپ کے پہنچنے سے پہلے تمام لوگ درخت کے سائے میں جگہ بنا چکے تھے اب کوئی سایہ دار جگہ باقی نہیں تھی۔ آپ ایک طرف ہو کر بیٹھ گئے آپ کے بیٹھتے ہی درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک

گیا۔ راہب کہنے لگا کہ دیکھو! کس طرح درخت کا سایہ آپ کی طرف جھک گیا ہے۔ اور قافلے والوں کو قسم دے کر کہنے لگا کہ تم اس طرح کے تجارتی اسفار میں ان کو روم کی طرف لے کر ہر گز نہ جانا ورنہ رومی لوگ انہیں صفات وعلامات سے پہچان لیں گے اور مجھے ڈر ہے کہ آپ کو قتل کر دیں گے۔

راہب ابھی یہ بات کر رہا تھا کہ روم کے سات آدمی کسی کی تلاش میں یہاں آ پہنچے۔ آپ کو فوراً چھپا لیا گیا۔ راہب نے ان رومیوں سے پوچھا کہ تم یہاں کس کی تلاش میں آئے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس نبی کی تلاش میں جس کی نشانیاں تورات اور انجیل میں مذکور ہیں ہمارے علم کے مطابق وہ اس مہینہ میں سفر کے لیے روانہ ہو گا۔ اس کے لیے ہم نے ہر طرف اپنے آدمی بھیجے ہوئے ہیں۔ راہب نے ان سے کہا اچھا یہ بتاؤ! جس چیز کا خدائے ذوالجلال نے ارادہ فرمالیا ہو اسے کوئی روک سکتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ راہب نے ان کو سمجھایا کہ اللہ کے فیصلے کے بعد ان کو قتل کرنا خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ چنانچہ یہ لوگ اپنے ارادے سے باز آ گئے اور روم واپس جانے کے بجائے بُصریٰ میں بحیرا راہب کے ہاں رہنے لگے۔

بحیرا راہب نے قافلہ قریش کو قسم دے کر پوچھا: تم لوگوں میں سے اس کا سرپرست کون ہے؟ لوگوں نے ابو طالب کی طرف اشارہ کیا۔ راہب نے ابو طالب سے کہا: میری بات مانیں اور انہیں یہیں سے واپس بھیج دیں۔ چنانچہ ابو طالب نے آپ کو واپس مکہ بھیج دیا۔ راہب نے زادِ سفر کے طور پر روٹی اور زیتون کا تیل ساتھ دیا۔ اس وقت لوگ اس طرح کا کھانا سفر میں بھی ساتھ لے جایا کرتے جو کئی دنوں تک خراب نہیں ہوتا جیسے آج کل اچار ہے۔

حربُ الفجار:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تقریباً 14 یا 15 سال کی ہوئی ان دنوں میں قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان ایک جنگ چھڑی جسے جنگِ فِجار یا حرب الفجار کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اس کا سبب یہ بنا کہ عُروہ بن عُتبہ نے نعمان بن مُنذِر کے سامان سے لدے ہوئے اونٹوں کو پناہ دی۔ بَراض بن قیس ان کا دشمن تھا جو قبیلہ بنو کنانہ سے تعلق رکھتا تھا اس نے عُروہ بن عُتبہ سے کہا: کیا تو بنو کنانہ کے مقابلے میں ان کے دشمنوں کو پناہ دیتا ہے؟ عُروہ بن عُتبہ نے کہا کہ صرف بنو کنانہ کے مقابلے میں ہی نہیں بلکہ میں تمام لوگوں

کے مقابلے میں ان کو پناہ دیتا ہوں۔

بَراض بن قیس کو غصہ آیا اور اس کو قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس کوشش میں تھا کہ جب یہ اپنی حفاظت سے غافل ہو گا تو میں اس کو قتل کر دوں گا۔ جب عروہ بن عتبہ وادی ذِی طَلال کے مقام تَیْمَن پر پہنچا اور اپنی حفاظت سے غافل ہوا تو براض نے موقع پاتے ہی عروہ کو قتل کر دیا۔

جس دن قتل کا یہ واقعہ پیش آیا اتفاق سے وہ اَشْہُر حُرُم میں سے کوئی ایک مہینہ تھا۔ اَشْهُرٌ؛ شَهْرٌ کی جمع ہے۔ شَهْرٌ عربی میں مہینے کو کہتے ہیں اور حُرُمٌ؛ حَرَامٌ کی جمع ہے جس کا معنیٰ قابل احترام / یا حرام ہونا۔ اَشْہُر حُرُم سے مراد وہ چار مہینے جن میں قتل و قتال حرام سمجھا جاتا تھا۔ ذوالقعدہ، ذوالحج، محرم اور رجب۔ پہلے تین حج اور آخری عمرہ کی وجہ سے قابل احترام شمار کیے جاتے تھے۔

بعد میں ان قبیلوں میں یہ جنگ جاری رہی اور قریش بھی اس میں شریک ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے بعض لوگوں کے اصرار پر اس میں شریک ہوئے لیکن قتال نہیں کیا۔

علامہ سُہَیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس معرکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض چچاؤں کے اصرار پر شریک ہوئے لیکن قتال نہیں کیا حالانکہ آپ اس عمر میں پہنچ چکے تھے جس میں لڑائی اور قتل و قتال کر سکتے تھے لیکن اس کے باوجود آپ نے قتال نہیں کیا اور قتال نہ کرنے کی وجہ یہی تھی:

لِاَنَّهَا كَانَتْ حَرْبُ فُجَّارٍ۔

اس لیے کہ یہ حرب فجار تھی۔

یعنی ان مہینوں میں پیش آئی جن میں قتل و قتال اور جنگ کرنا حرام تھا اور قتال کرنے والے فاسق و فاجر کہلاتے تھے۔

حِلفُ الفُضُول کا پس منظر:

حج بیت اللہ اور عمرہ کی وجہ سے مکہ مکرمہ ایک تجارتی شہر بھی رہا ہے۔ دور دراز علاقوں سے لوگ یہاں آتے، حج بھی کرتے اور تجارت بھی۔ یمن سے اکثر و بیشتر عمدہ قسم کا کپڑا اور نقش و نگار والی چادریں آیا کرتی تھی۔

اسی سلسلے میں ایک شخص یمن سے مکہ مکرمہ سامان تجارت لے کر آیا جس کو عاص بن وائل نے خریدا، خرید تو لیا لیکن اس کی رقم کی ادائیگی میں ٹال مٹول کرنے لگا۔

یمنی نے اس سے اپنی رقم کا بار بار مطالبہ کیا پہلے تو یہ ٹال مٹول سے کام لیتا رہا لیکن جب یمنی کا اصرار بڑھا تو اس نے رقم دینے سے ہی انکار کر دیا۔ اس یمنی نے جب یہ صورتحال دیکھی تو مقام حَطِیم پر کھڑے ہو کر زور زور سے کہنے لگا:

لوگو! مجھ مظلوم کی فریادرسی کرو میں اپنے وطن اور برادری سے دور ہوں اور میری جمع پونجی کو ظلماً چھین لیا گیا ہے۔ کیا قبیلہ بنو سہم کا کوئی شخص اس حوالے سے اپنی ذمہ داری پوری کرنے کو تیار ہے یا پھر حرمِ مکہ میں عمرہ کرنے والوں کا مال یونہی ظلماً چھینا جاتا رہے گا۔

چنانچہ فَضْل بن فَضَالہ، فَضْل بن وَدَاعَہ اور فُضَیْل بن حَارِث نے تحریری معاہدہ مرتب کیا جس کو پورے کرنے کی قسمیں کھائیں اور باقی لوگوں نے اسے قبول کیا۔ جس میں درج ذیل باتیں طے پائیں:

1: ہم اپنے ملک سے بدامنی و فساد کو دور کریں گے۔

2: مسافروں اور ان کے اموال کی حفاظت کریں گے۔

3: غریبوں اور محتاجوں کی امداد کریں گے۔

4: کسی ظالم کو مکہ میں نہیں رہنے دیں گے۔

چونکہ اس معاہدہ میں فَضْل نام کے افراد شامل تھے اسی مناسب سے یہ حِلفُ الفُضُول کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یعنی وہ تحریری معاہدہ جس کو مرتب کرنے میں فضل نام کے لوگ شریک تھے۔

حِلفُ الفُضُول کی تجدید:

حَربُ الفُجَّار کے بعد بعض لوگوں نے مل بیٹھ کر سوچا کہ قتل و غارت سے بچنے کے لیے جس طرح سابقہ زمانے میں حِلفُ الفُضُول نامی معاہدہ مرتب کیا گیا اب ضرورت ہے کہ اس معاہدہ کی تجدید کی جائے۔ اس وقت آپ کی عمر مبارک 20 سال تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبد المطلب نے بہت کوشش کی جس کے نتیجے میں بنو ہاشم اور بنو تیم وغیرہ عبد اللہ بن جدعان کے گھر میں جمع ہوئے۔ عبد اللہ بن جدعان نے سب کی دعوت کی، پر

تکلف کھانا کھلایا۔ ایک بار پھر یہ طے ہوا کہ ہم سب مظلوم کی مدد اور حمایت کریں گے خواہ وہ مظلوم اپنا ہو یا پرایا۔ اپنے دیس کا ہو یا پرائے دیس کا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم حِلفُ الفُضُوْل نامی معاہدے کی تجدید والے عمل میں خود شریک ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں بھی اس معاہدہ (کی تجدید) کے وقت عبداللہ بن جدعان کے گھر میں شریک معاہدہ تھا۔ اس معاہدے کے مقابلے میں اگر مجھ کو (بہت قیمتی) سرخ اونٹ بھی دیے جاتے تو میں قبول نہ کرتا اور اگر اب زمانہ اسلام میں بھی اس قسم کے معاہدہ کے لیے مجھے بلایا جائے تو میں اس میں ضرور شرکت کروں گا۔

فائدہ: معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قبل از اعلان نبوت بھی اور بعد از اعلان نبوت بھی امن و امان، مظلوموں کی فریاد رسی، ظالموں کو ظلم سے روکنے اور حقدار کو ان کا حق دلانے کے لیے عملی کوششوں میں نہ صرف شریک رہے بلکہ اس میں بنیادی کردار ادا کیا۔

شام کے دوسرے سفر کا پس منظر:

حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے والد خویلد بن اسد اعلیٰ درجے کے تاجر تھے۔ جب بوڑھے ہوئے تو انہوں نے اپنا سارا کاروبار اپنی بیٹی کے سپرد کر دیا۔ تیس سال کی عمر میں آپ (رضی اللہ عنہا) تجارت سے وابستہ ہوئیں۔ جس کی وجہ سے آپ حجاز مقدس میں سب سے زیادہ مالدار خاتون شمار ہوتی تھیں آپ اس قدر مالدار تھیں کہ صرف آپ (رضی اللہ عنہا) کا سامان تجارت مکہ کے سارے تجارتی قافلوں کے سامان کے برابر ہوتا تھا۔ فرض کریں کہ مکہ کے سارے تاجروں کا سامان تجارت 10 لاکھ دراہم کا ہوتا تو صرف حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا سامان تجارت 10 لاکھ کا ہوتا۔ آپ کا سامان تجارت عرب سے باہر ملک شام اور یمن میں سال میں دو مرتبہ جاتا تھا۔

خاتون ہونے کی وجہ سے تجارتی معاملات میں سفر کرنا دشوار بلکہ ناممکن تھا اس لیے کسی کو بطور نیابت سامان تجارت دے کر روانہ کرتیں۔ آپ (رضی اللہ عنہا) کے تجارتی نمائندوں کی دو صورتیں تھیں یا وہ ملازم ہوتے اور اُن کی اُجرت یا تنخواہ مقرر ہوتی جو اُنہیں دی جاتی، نفع و نقصان سے اُنہیں کوئی سروکار نہ ہوتا۔ یا نفع میں اُن کا کوئی حصّہ، نصف، تہائی یا چوتھائی وغیرہ مقرر کر دیا جاتا اگر نفع ہوتا تو وہ اپنا حصّہ لے لیتے جبکہ نقصان کی صورت میں ساری ذمہ داری آپ رضی اللہ عنہا پر ہوتی۔

ادھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 25 سال کی ہوئی۔ گھر گھر میں آپ کی صداقت، دیانت اور امانت کا چرچا پھیل گیا۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو بھی اس کی اطلاع ہوئی۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سامان تجارت لے کر ملک شام جانے کی درخواست کی اور کہا کہ میں آپ کو دوسروں کی بنسبت دوگنا معاوضہ دوں گی۔

دوسری طرف یہ حالات تھے کہ ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا:

یَاابْنَ اَخِیْ! اَنَا رَجُلٌ لَا مَالَ لِیْ وَقَدِ اشْتَدَّ الزَّمَانُ عَلَیْنَا

بھتیجے! میرے پاس مال دولت نہیں ہے اور یہ ہمارے لیے تنگی کے دن ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب کی مالی مشکلات کی وجہ سے حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی اس پیشکش کو قبول فرمالیا۔

نَسْطُورَا راہب سے ملاقات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامان تجارت لے کر شام کی طرف چلے، آپ کے ہمراہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام مَیْسَرَۃْ بھی تھا جسے حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے خصوصی ہدایت کی کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی معاملے میں دخل اندازی نہ کرے۔ جب آپ بُصریٰ پہنچے تو وہاں ایک سایہ دار درخت کے نیچے آرام فرما ہوئے۔ قریب ہی عیسائیوں کا صَوْمَعَۃْ (گرجاگھر) تھا۔ وہاں سے ایک راہب (عیسائیوں کا مذہبی پیشوا جس کا نام نسطورا تھا) باہر نکلا اور میسرہ سے پوچھا: درخت کے سائے میں بیٹھنے والا شخص کون ہے؟ میسرہ نے کہا: اہل حرم میں قریش کا ایک شخص ہے۔ راہب نے اپنے علم کے مطابق علامات سے آپ کو پہچانتے ہوئے کہا: اس درخت کے نیچے (اس وقت) صرف نبی ہی تشریف فرما ہو سکتا ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں میں (ہلکی ہلکی) سرخی دیکھ کر وہ راہب میسرہ کی طرف متوجہ ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں سرخی کے بارے میں پوچھا۔ میسرہ نے جواب دیا کہ آپ کی آنکھوں سے یہ سرخی کبھی جدا نہیں ہوتی۔ اسے سن کر وہ کہنے لگا:

ھُوَ نَبِیٌّ وَھُوَ اٰخِرُ الْاَنْبِیَاءِ۔ یہ نبی ہے اور یہی آخری نبی ہے۔

غیر اللہ کی قسم سے انکار:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سامان تجارت کی خرید و فروخت کے معاملات میں مشغول ہوئے۔ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگا کہ آپ لات و عُزّیٰ (بتوں کے نام) کی قسم اٹھائیں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے کبھی لات و عزی کی قسم نہیں کھائی اور کبھی اتفاق سے میرا لات و عزیٰ کے قریب سے گزر بھی ہو جائے تو میں ان سے کنارہ کش ہو کر چلتا ہوں۔ اس پر وہ شخص کہنے لگا: بے شک آپ کی بات سچی ہے آپ صادق ہیں۔ واللہ! آپ ہی وہ شخص ہیں جن کی صفات کو ہمارے علماء اپنی آسمانی کتابوں میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

فائدہ: زمانہ جاہلیت میں لوگ غیر اللہ (بتوں وغیرہ) کے نام کی قسمیں اٹھایا کرتے تھے۔ اسلام نے غیر اللہ کی قسم اٹھانے سے منع کر دیا۔

فرشتوں کا سایہ کرنا:

میسرہ کہتے ہیں کہ جب دوپہر ہوتی اور شدت کی گرمی پڑتی تو میں دیکھتا کہ دو فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کر لیتے ہیں۔ جب آپ شام کے سفر سے واپس لوٹے تو دوپہر کا وقت تھا اس وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دو فرشتوں نے سایہ کیا ہوا تھا اسی حالت میں حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر کی دوسری منزل سے دیکھا بلکہ آپ کے پاس جو خواتین بیٹھی تھیں ان کو بھی یہ منظر دکھایا جس پر وہ تعجب کرنے لگیں۔

اس تجارتی سفر میں اللہ تعالیٰ نے بہت برکت دی اور نفع پہلے سے بھی دوگنا ہوا، مَیْسَرَہ دوران سفر قریب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حُسن اخلاق، معصومانہ سیرت کا تجربہ اور معاملہ فہمی کا مشاہدہ کر چکا تھا اس نے اس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہایت معاملہ فہم، خوش اخلاق، دیانت دار اور عظیم مدبر شخص ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس آکر تجارتی معاملات کا عمدہ طریقے سے حساب و کتاب پیش کیا، جس سے حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) بہت متاثر ہوئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ اُمّی تھے، آپ نے کسی انسان سے لکھنا پڑھنا نہیں سیکھا تھا، تاہم تجارت کی بنیادی باتیں کہ کل مال کتنا تھا، سفر میں خرچ کتنا ہوا اور منافع کس قدر ہوا؟ یہ باتیں اُمّی ہونے کے باوجود اچھی طرح جانتے تھے۔

نکاح، شادی اور حق مہر

خاتم النبیین ﷺ کی سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی

تعمیرِ کعبہ

خاتم النبیین ﷺ کا حجرِ اسود کی تنصیب میں دانشمندانہ کردار

قبل از اِعلان نبوت رویائے صادقہ

خاتم النبیین ﷺ کا اعلان نبوت سے پہلے سچے خوابوں کا سلسلہ

سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہونے کی عقلی توجیہہ

حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے نکاح:

حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر شام کے حالات جو اپنے غلام میسرہ سے عینی شاہد کے طور پر سنے تھے بالخصوص نَسطُورَا راہب کی باتیں اور فرشتوں کا آپ پر سایہ کرنا وغیرہ کا ذکر اپنے چچازاد ورقہ بن نوفل سے بیان کیا۔ اس پر ورقہ بن نوفل نے کہا:

لَئِنْ كَانَ هٰذَا حَقًّا يَا خَدِيجَةُ إِنَّ مُحَمَّدًا لَنَبِيُّ هَذِهِ الْأُمَّةِ وَقَدْ عَرَفْتُ أَنَّهُ كَائِنٌ لِهَذِهِ الْأُمَّةِ نَبِيٌّ يُنْتَظَرُ هَذَا زَمَانُهُ

السیرۃ النبویۃ لابن ہشام

ترجمہ: اے خدیجہ! اگر ان کے سفر شام میں پیش آنے والے حالات سچے ہیں تو پھر یقیناً محمد اس امت کے نبی ہیں اور میں یہ بات بخوبی جانتا ہوں کہ اس امت میں ایک نبی تشریف لانے والے ہیں جن کا ہم کو شدت سے انتظار ہے؛ یہی ان کا زمانہ ہے۔

ان واقعات کو سن کر حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے دل میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت مزید بڑھ گئی۔ اس کے بعد سیدہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں نفیسہ بنت اُمیہ پیغامِ نکاح لے کر گئیں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ لڑکی والوں کی طرف سے بھی پیغام نکاح بھیجا جا سکتا ہے، ہمیشہ لڑکے والوں کے انتظار میں رہنا ضروری نہیں۔

نفیسہ کہتی ہیں کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی اور کہا کہ آپ نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مالی طور پر حالات موافق نہیں ہیں۔

نفیسہ نے کہا کہ اگر کوئی ایسی عورت آپ سے نکاح کرنے کی خواہش مند ہو جو ظاہری حسن و جمال اور طبعی شرافت کے علاوہ دولت مند بھی ہو اور آپ کی ضروریات کی کفالت کرنے پر بھی خوش دلی سے آمادہ ہو تو آپ اس سے نکاح کر لینا پسند کریں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ ایسی کون سی خدا کی بندی ہو سکتی ہے؟ میں نے کہا: خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا)

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: نکاح کی ترغیب دی جاسکتی ہے۔

2: اپنے حالات کا کسی خیر خواہ سے ذکر کر دینا، توکل کے منافی نہیں۔

3: حالات موافق نہ ہوں تو کام میں جلدی نہیں کرنی چاہیے۔

4: حالات کے پیش نظر نیک نیتی کے ساتھ رشتہ ایسی جگہ پر کرنا جس سے حالات بہتر ہو جائیں، حرص نہیں کہلاتا۔

5: نکاح میں اگر کسی جانب کوئی مالی طور پر کمزور بھی ہو، تاہم رشتہ مناسب ہو تو مالی طور پر مضبوط فریق دوسرے سے تعاون کرتے ہوئے نکاح کرلے اور اس میں دوسرے کا تعاون کریں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا ابو طالب سے اس معاملے کا ذکر فرمایا تو انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نفیسہ کو جواب دیا کہ اگر وہ اس کے لیے آمادہ ہیں تو میں بھی راضی ہوں۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: اہم معاملات میں بڑی عمر کے لوگوں سے مشورہ کرنا چاہیے۔

2: حالات کے پیش نظر مناسب رشتہ مل جائے تو انکار نہیں کرنا چاہیے۔

نفیسہ نے آکر حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو اس کی اطلاع دی۔ پھر باہمی مشاورت سے طے ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خاندان کے بزرگوں کو لے کر فلاں دن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آجائیں۔

حضرت حمزہ (رضی اللہ عنہ)، ابوطالب اور خاندان کے دیگر اہم افراد حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے مکان پر تشریف لائے۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے والد چونکہ پہلے ہی وفات پاچکے تھے اس لیے آپ کے چچا عمرو بن اَسد اور خاندان کے دیگر بزرگ اس مجلس میں شریک ہوئے۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: خوشی کی مجالس میں بڑوں کو شریک کرنا چاہیے۔

2: اگر والد موجود نہ ہوں تو چچا یا بڑے بھائی کو ان کی جگہ دینی چاہیے۔

3: نکاح سادگی سے ہونا چاہیے۔

خطبہ نکاح:

خطبہ نکاح ابو طالب نے پڑھایا جس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمدہ اوصاف اور عزت و مقام کا ان الفاظ میں تذکرہ کیا:

فَإِنّ مُحَمّدًا مِمّنْ لَا يُوَازَنُ بِهِ فَتًى مِنْ قُرَيْشٍ إلّا رَجَحَ بِهِ شَرَفًا وَنُبْلًا وَفَضْلًا وَعَقْلًا فَإِنْ كَانَ فِي الْمَالِ قُلٌّ فَإِنّمَا ظِلٌّ زَائِلٌ وَعَارِيَةٌ مُسْتَرْجَعَةٌ وَلَهُ فِي خَدِيجَةَ بِنْتِ خُوَيْلِدٍ رَغْبَةٌ وَلَهَا فِيهِ مِثْلُ ذٰلِكَ

الروض الانف للسہیلی

ترجمہ: (میرے بھتیجے) محمد کی یہ شان ہے کہ قریش کا کوئی بھی جوان شرافت، دانائی، فضیلت اور عقلمندی میں آپ کے ساتھ تولا جائے تو محمد ہی وزنی رہیں گے۔ مال میں اگرچہ آپ کم ہیں لیکن مال ایسے سائے کی طرح ہے جو زائل ہونے والا ہے اور کسی کی طرف سے دی ہوئی ایسی چیز ہے جو اسے واپس کرنی ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بھی خدیجہ بنت خویلد (رضی اللہ عنہا) سے نکاح میں رغبت ہے اور خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو بھی آپ سے نکاح میں رغبت ہے۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: گفتگو موقع محل کے مطابق کرنی چاہیے۔

2: نکاح کے موقع پر خاندانی شرافت، عظمت اور وقار کو ذکر کیا جا سکتا ہے۔

3: دنیاوی مال کی بے ثباتی کو ذکر کرنا چاہیے۔

4: لڑکے اور لڑکی دونوں کی رضا اور غبت کا خیال کرنا چاہیے۔ والدین بلاوجہ دباؤ نہ ڈالیں۔ ہمارا معاشرتی المیہ یہ ہے کہ کبھی بچی اور کبھی بچے پر دباؤ ڈالا جاتا ہے کہ ہم نے تیرے لیے اسے پسند کر لیا ہے تجھے ہر حال اسے قبول کرنا ہو گا۔ یہ سراسر زیادتی ہوتی ہے اس لیے دونوں سے رائے معلوم کرنی چاہیے۔ ہاں اگر بچی اپنی ناسمجھی کی وجہ سے کسی غلط کردار والے لڑکے کا انتخاب کر لے اور ضد کرے کہ میری شادی اسی سے کراؤ یا اسی طرح بچہ اپنی ناسمجھی کی وجہ سے کسی غلط کردار والی لڑکی کا انتخاب کر لے اور ضد کرے کہ میری شادی اسی سے کراؤ تو خیر خواہی کا تقاضا یہی ہے

کہ ان کی ضد کو پورا نہ کیا جائے لیکن دباؤ ڈالنے کے بجائے اعتماد میں لینا ضروری ہے۔

حق مہر اور عمر مبارک:

حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کے چچا کے مشورہ سے 500 درہم حق مہر مقرر ہوا۔ بوقت نکاح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 25 سال جبکہ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کی عمر 40 سال تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلا نکاح تھا جو اعلانِ نبوت سے تقریباً 15 سال پہلے ہوا۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: حق مہر اتنا زیادہ نہ ہو کہ شوہر پر بوجھ ہو اور اتنا کم بھی نہ ہو کہ خاتون کو اپنی سہیلیوں کو بتاتے ہوئے شرمندگی ہو۔

2: رشتہ مناسب ہو تو محض عمر میں تفاوت کی وجہ سے رد نہیں کرنا چاہیے۔

نبی کریم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کی اولاد:

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولاد کی نعمت سے نوازا تھا۔ آپ کے تین بیٹے اور چار بیٹیاں تھیں۔ ان کے مختصر حالات یہ ہیں:

قاسم:

یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے بیٹے ہیں۔ نبوت ملنے سے پہلے پیدا ہوئے تھے۔ راجح قول کے مطابق سترہ ماہ کے ہو کر فوت ہوئے۔ اسی کی طرف نسبت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کنیت "ابوالقاسم" تھی۔

طاہر:

آپ دوسرے بیٹے ہیں۔ آپ قاسم کے بعد پیدا ہوئے۔ انہیں "عبداللہ" اور "طیب" بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا انتقال بھی بچپن ہی میں دو سال کی عمر میں ہو گیا۔

ابراہیم:

تیسرے بیٹے ابراہیم ہیں۔ ان کی پیدائش مدینہ منورہ میں سنہ 8 ہجری میں ہوئی۔ ان کی پیدائش پر صحابہ

کرام رضی اللہ عنہم بہت زیادہ خوش ہوئے۔ ان کا انتقال بھی سولہ یا سترہ ماہ کی عمر میں مدینہ میں ہوا۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ان کی وفات پر سخت دکھ کا اظہار فرمایا۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا سب سے بڑی بیٹی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے دس سال پہلے ان کی پیدائش ہوئی۔ ان کی پیدائش کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک تیس سال تھی۔ ان کی شادی حضرت ابو العاص لقیط بن الربیع (رضی اللہ عنہ) سے ہوئی جو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ بنت خویلد کے بیٹے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت ملی تو حضرت زینب رضی اللہ عنہا ایمان لائیں لیکن ان کے خاوند ایمان نہ لائے۔ جب جنگِ بدر ہوئی تو ابو العاص اس میں گرفتار ہو کر مدینہ منورہ آئے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا باوجود مسلمان ہونے کے ابھی تک مکہ مکرمہ ہی میں مقیم تھیں۔ ابو العاص نے مدینہ سے ان کے پاس ایک قاصد بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیج دیں تاکہ میں اس کے بدلے آزاد ہو سکوں۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس ایک قیمتی ہار تھا جو انہیں ان کی والدہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے دیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے فدیہ کی رقم کے ساتھ وہ ہار بھی اپنے گلے سے اتار کر مدینہ بھیج دیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر جب اس ہار پر پڑی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی یاد تازہ ہو گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ اگر تم لوگوں کی مرضی ہو تو میں اپنی بیٹی کو اس کی ماں کی یادگار یہ ہار واپس کر دوں۔ یہ سن کر تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سر تسلیم خم کیا اور یہ ہار حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس واپس مکہ بھیج دیا گیا۔ ابو العاص کی رہائی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے وعدہ لیا کہ مکہ پہنچ کر میری بیٹی کو میرے پاس مدینہ منورہ بھیج دیں۔ انہوں نے وعدہ کے مطابق حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو اپنے بھائی کنانہ کی حفاظت میں مدینہ بھیج دیا۔ بالآخر ابو العاص (رضی اللہ عنہ) نے بھی 7 ہجری میں اسلام قبول کیا اور مکہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال سن 12 ہجری میں ہوا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا دوسری بیٹی ہیں۔ آپ عمر میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تین سال چھوٹی ہیں۔

اعلانِ نبوت سے سات سال قبل پیدا ہوئیں۔ ان کی ولادت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 33 سال تھی۔ ان کا پہلا نکاح عتبہ بن ابی لہب سے ہوا تھا۔ جب سورۃ اللہب نازل ہوئی تو ابو لہب اس پر غصہ ہوا۔ اس نے بیٹے کو حکم دیا تو اس نے حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی۔ یہ صرف نکاح ہوا تھا، رخصتی ابھی نہ ہوئی تھی۔ بعد میں جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا تو ان کا نکاح حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کر دیا گیا۔ دونوں میاں بیوی نے حبشہ کی طرف ہجرت بھی کی۔ آپ کا ایک بیٹا بھی پیدا ہوا تھا جس کا نام عبد اللہ تھا، بچپن میں ہی اس کا انتقال ہو گیا تھا۔ سن 2 ہجری میں آپ کی وفات ہوئی۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا تیسری بیٹی ہیں۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا سے ایک سال چھوٹی ہیں۔ اعلان نبوت سے 6 سال پہلے پیدا ہوئیں۔ ان کی ولادت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 34 سال تھی۔ ان کا پہلا نکاح ابو لہب کے بیٹے عُتَیْبَہ سے ہوا تھا لیکن اس نے طلاق دے دی تھی۔ یہ بھی صرف نکاح ہوا تھا، رخصتی نہ ہوئی تھی۔ دوسرا نکاح حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے ہوا تھا۔ سن 9 ہجری میں آپ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا:

آپ رضی اللہ عنہا سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں۔ بعثت کے پانچویں سال میں مکہ مکرمہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے حد محبت فرماتے تھے۔ ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فاطمہ میری جان کا حصہ ہے، جس نے اسے ناراض کیا تو گویا اس نے مجھے ناراض کیا۔ آپ کے ہاں دو بیٹے؛ حسن اور حسین اور دو بیٹیاں؛ زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے چھ ماہ بعد انتقال فرما گئیں۔

تعمیرِ کعبہ کے اہم ادوار:

پہلی مرتبہ: حضرت آدم علیہ السلام کو حکم ہوا کہ بیت اللہ تعمیر کرو۔ آدم علیہ السلام جب اس کی تعمیر سے

فارغ ہوئے تو حکم ہوا کہ اس کا طواف کرو کیونکہ آپ پہلے انسان ہیں اور یہ پہلا گھر ہے جو لوگوں کے لیے اللہ کی عبادت کے واسطے بنایا گیا ہے۔

دوسری مرتبہ: حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں طوفان آیا تو بیت اللہ بھی منہدم ہو گیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں حضرت جبرئیل امین نے بنیادوں کے نشانات بتلائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ مل کر تعمیر کیا۔

تیسری مرتبہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے 5 سال قبل جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک 35 سال تھی۔(جس کے احوال آگے آرہے ہیں)

چوتھی مرتبہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنے زمانہ خلافت سن 64ھ میں بیت اللہ کو شہید کر کے ابراہیمی بنیادوں پر قائم کیا۔

پانچویں مرتبہ: حجاج بن یوسف نے 73ھ میں عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے تعمیر کردہ بیت اللہ کو گرا کر دوبارہ قریش کے طرز پر اس کی تعمیر جدید کی۔

بعثت نبوی سے 5 سال قبل تعمیرِ کعبہ:

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر میں بیت اللہ بغیر چھت کے تھا، دیواروں کی بلندی زیادہ نہ تھی(تقریباً 15 فٹ تک اونچی تھیں) نشیبی جگہ میں واقع ہونے کے باعث بارشوں کی وجہ سے پانی سے بھر جاتا تھا۔

ایک مرتبہ کوئی عورت بیت اللہ کو خوشبو کی دھونی دے رہی تھی ہوا چلی جس کی وجہ سے کچھ چنگاریاں اڑ کر بیت اللہ کے پردے پر جا پڑیں جس کی وجہ سے سارے پردے جل گئے اور دیواروں میں دراڑیں پڑ گئیں۔ دیواریں کمزور ہو گئیں کچھ عرصے بعد سیلاب آیا جس سے دیواریں مزید کمزور ہو گئیں۔

مذکورہ وجوہات کی بنیاد پر قریش نے بیت اللہ کو تعمیر کرنے کا ارادہ کیا۔ تمام قریشی سرداروں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ بیت اللہ کو منہدم کر کے نئے سرے سے تعمیر کیا جائے۔ اس کے لیے جہاں تعمیر کے سامان کی ضرورت تھی کہ مضبوط سے مضبوط تعمیر کیا جا سکے وہاں تعمیر کرنے والا انجینئر بھی ضروری تھا۔

اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کے ماموں ابووہب بن عمَرو مخزومی نے قریش کے سرداروں

کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: اللہ تعالیٰ خود پاک ہیں اور پاک مال ہی کو پسند فرماتے ہیں اس لیے اس کے گھر کی تعمیر میں صرف حلال مال خرچ کیا جائے۔ چوری، ڈکیتی اور غصب وغیرہ سے حاصل ہونے والی رقم خرچ نہ کی جائے۔

تعمیر بیت اللہ چونکہ بہت بڑی سعادت تھی اس لیے یہ فیصلہ کیا گیا کہ تمام قبائل کو اس سعادت اور کارِ خیر میں شریک کیا جائے۔ اس کی ترتیب یہ بنائی گئی کہ

- دروازے والی جانب بنو عبد مَناف اور بنو زُہرہ تعمیر کریں۔
- حجرِ اسود اور رکن یمانی کا درمیانی حصہ بنو مَخزوم اور قبائل قریش تعمیر کریں۔
- دروازے کی پچھلی جانب بنو جُمَح اور بنو سَہْم تعمیر کریں۔
- حطیم والی جانب بنو عبد الدّار بن قُصَیّ، بنو اسد اور بنو عَدی تعمیر کریں۔

اسی دوران ایک واقعہ پیش آیا کہ رومیوں کا ایک بحری جہاز جس پر عمارتی سامان (قیمتی پتھر، قیمتی لکڑی اور لوہا) لدا ہوا تھا۔ طوفانی ہواؤں کی وجہ سے ٹوٹ گیا اور جدہ کی بندر گاہ پر پہنچ گیا۔ جدہ؛ مکہ مکرمہ کے قریب واقع ایک شہر ہے جہاں بندر گاہ ہے۔ مکہ کا رئیس اعظم ولید بن مغیرہ فوراً وہاں پہنچا اور بیت اللہ کے لیے حسب ضرورت تعمیری سامان خرید لیا۔ بحری جہاز کا کپتان جس کا نام "باقوم" تھا، وہ فنِ تعمیر سے واقف تھا۔ ولید بن مغیرہ نے اس سے طے کیا کہ وہ اپنی نگرانی میں مناسب نقشے کے مطابق بیت اللہ کی تعمیر مکمل کرائے۔

بیت اللہ کو گرانے کا مرحلہ:

بیت اللہ کی تعمیر جدید کے لیے تعمیر قدیم کو گرانا ضروری تھا لیکن جب بیت اللہ کو گرانے کا وقت آیا تو اس اندیشے کے پیش نظر کہ اس سے خدا کا عذاب نازل ہو گا، کیونکہ اس سے پہلے واقعہ فیل رونما ہو چکا تھا اس لیے کسی میں اس کو گرانے کی ہمت نہ ہوئی۔ بالآخر ولید بن مغیرہ کُدال لے کے آیا اور کہا:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا لَا نُرِیْدُ اِلَّا الْخَیْرَ

اے اللہ (بیت اللہ کو گرا کر نئے سرے سے تعمیر کرنے میں) ہم سراسر خیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور حجرِ اسود اور رُکنِ یمانی کی طرف سے گرانا شروع کیا، شام ہو گئی۔ اہل مکہ کہنے لگے کہ ایک رات انتظار کرو۔ اگر ولید پر کوئی آسمانی بلا نازل ہوئی تو ہم بیت اللہ کو پھر سے سابقہ حالت پر بنا دیں گے اور اگر کوئی عذاب نازل نہ ہوا تو ہم بھی ولید کے

ساتھ مل کر کام کریں گے۔ رات گزری، صبح ہوئی ولید صحیح و سالم پھر کُدال لے کر حرم میں پہنچا اور بیت اللہ کو گرانے لگا۔ لوگوں نے سمجھ لیا کہ ولید کا یہ کام خدائی عذاب کو دعوت دینے والا نہیں سب لوگوں کی ہمتیں بڑھ گئیں اور سب مل کر اس کام میں شریک ہوئے۔ کھودنے کا عمل یہاں تک جاری رکھا کہ بناء ابراہیمی کی بنیادیں نمودار ہونا شروع ہو گئیں۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: اچھے کام میں خلوص نیت کے ساتھ تخریب برائے تعمیر اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ نہیں۔

2: بناء ابراہیمی کی بنیادوں کے ظاہر ہونے سے اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت نے ملت ابراہیمی کی اتباع کرنی ہے اس لیے ابراہیمی بنیادیں ظاہر کر دی گئیں۔

حجرِ اسود کی تنصیب:

ہر قبیلے والے نے علیٰحدہ علیٰحدہ پتھر جمع کیے، دیواروں کی تعمیر کے سلسلے میں تو بحث و تکرار کی نوبت پیش نہ آئی لیکن جب دیوار کعبہ میں "حجرِ اسود" کو نصب کرنے کا وقت آیا تو ہر قبیلے کو اپنے مفاخر یاد آئے۔ حجرِ اسود کو نصب کرنے کی تاریخی عظمت اپنے نام کرنے کا جذبہ پیدا ہوا۔ بحث و تکرار شروع ہوئی، تین چار دن تک پر جوش تقریریں کی گئیں۔ نوبت دھمکیوں تک آ پہنچی بلکہ دھمکیوں کو عملی جامہ پہنانے کے لیے تلواریں کھنچ گئیں، قتل و قتال کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوئے۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: نیکی کے کام قومیت کی بنیاد پر کرنا سراسر جہالت ہے۔

2: بسا اوقات باہمی لڑائیوں کی بنیاد خاندانی مفاخر بنتے ہیں۔

مکہ کے سردار اکٹھے ہوئے اور معاملے کی نازک صورتحال کو بھانپتے ہوئے فخر ومباہات کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے اپنی آراء و تجاویز پیش کرنے لگے، لیکن کسی رائے پر اتفاق نہ ہو سکا۔ بالآخر قریش کے ایک سن رسیدہ سردار ابوامیہ بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم نے یہ رائے دی:

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! اِجْعَلُوا بَيْنَكُمْ فِيمَا تَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ أَوَّلَ مَنْ يَّدْخُلُ مِنْ بَابِ هٰذَا الْمَسْجِدِ يَقْضِيْ

بَیۡنَکُمۡ فِیۡہِ

اے قریشیو! اس اختلافی مسئلے کا حل میرے ذہن میں یہ ہے کہ کل صبح جو شخص مسجد (حرام) کے اس دروازے سے داخل ہو، اسی کو ثالث اور فیصل (فیصلہ کرنے والا) تسلیم کر لیا جائے اور جو وہ فیصلہ کرے اس کو مان لیا جائے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ممکنہ لڑائی جھگڑے کو روکنے کے لیے ایسی تدابیر اختیار کرنی چاہییں کہ فریقین راضی ہو جائیں۔

اس رائے پر تمام قبائل متفق ہوئے صبح ہوئی تمام لوگ حرم میں پہنچے، یہاں آ کر دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے سے موجود تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر سب لوگوں نے بیک زبان کہا:

ھٰذَا الۡأَمِینُ رَضِیۡنَا ھَذَا مُحَمَّدٌ

یہ امانت دار ہیں، ہم ان کو اپنا ثالث بنانے پر راضی ہیں یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر منگوائی، اس پر حجر اسود کو رکھا اور فرمایا:

لِتَأۡخُذَ کُلُّ قَبِیۡلَۃٍ بِنَاحِیَۃٍ مِّنَ الثَّوۡبِ ثُمَّ ارۡفَعُوۡہُ جَمِیۡعًا

ہر ہر قبیلہ کے سردار چادر کے کونے کو تھام لیں اور حجر اسود کو اٹھا کر دیوار کعبہ تک لے چلیں۔

چونکہ اس میں برابری پائی جا رہی تھی سب نے اس کو تسلیم کیا۔ جب حجرِ اسود دیوار کے قریب پہنچ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ مبارک سے اٹھا کر بیت اللہ کی دیوار میں نصب کر دیا۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: انسان کی نیک نامی اسے معاشرے میں بہت بلند مقام تک پہنچا دیتی ہے یہاں تک کہ وہ لوگوں کے باہمی معاملات میں ثالث تسلیم کر لیا جاتا ہے اور اس کے فیصلے پر عمل کیا جاتا ہے۔

2: لوگ باہمی معاملات میں ثالث اور فیصل تسلیم کر لیں تو انصاف پر مبنی فیصلہ کیا جائے۔

3: فیصلہ کرتے وقت ہمیشہ اس بات کو ملحوظ رکھا جائے کہ دونوں کی رعایت کی جائے۔ صرف اپنوں کی رعایت کرنا خواہ وہ ناحق اور ظالم ہوں اور پرایوں کی رعایت نہ کرنا خواہ وہ حق پر ہوں اور مظلوم بھی ہوں قطعاً درست نہیں۔

4: حقیقی نیک نامی کے حصول کی خاطر انسان کے لیے انصاف پسند مزاج کا حامل ہونا ضروری ہے۔

وحی کی ضرورت واہمیت:

اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں چند احکام کا مکلف بنا کر بھیجا اور کائنات کی بہت سی چیزوں کو اس کی خدمت پر لگا دیا۔ اب انسان کے ذمہ دو بنیادی کام ہیں:

1: کائنات کی اشیاء کو ٹھیک ٹھیک کام میں لا کر فائدہ اٹھائے۔

2: اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرے۔

مذکورہ دونوں کاموں کے لیے انسان کو علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب تک اسے معلوم نہ ہو کہ کائنات کی حقیقت کیا ہے؟ کس چیز کے کیا خواص اور اثرات ہیں؟ تو اس وقت تک نہ نفع بخش چیزوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے اور نہ نقصان دہ چیزوں سے بچ سکتا ہے۔ اسی طرح جب تک اسے خالق کائنات کی رضا اور غضب والی باتیں معلوم نہ ہوں اس وقت تک کوئی عمل کر کے رضا کو حاصل نہیں کر سکتا اور کسی عمل سے اجتناب کر کے غضب سے نہیں بچ سکتا۔

اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیے کہ انسان کو پیدا کرنے کے ساتھ تین چیزیں ایسی بھی رکھ دیں کہ ان کے ذریعے اسے مذکورہ باتوں کا علم حاصل ہو۔

1: حواس خمسہ۔ وہ پانچ چیزیں جن میں حس موجود ہوتی ہے۔ آنکھ میں دیکھنے کی حس، کان میں سننے کی، ناک میں سونگھنے کی، زبان میں چکھنے کی اور بدن کے باقی اعضاء میں سختی، نرمی کے درمیان فرق کرنے حس موجود ہوتی ہے۔ اگرچہ اس آخری حس میں ہاتھ کے ذریعے چھو کر جلدی محسوس کیا جا سکتا ہے۔

2: عقل انسانی

3: وحی الٰہی

اب ترتیب یہ ہے کہ بعض باتیں حواس سے جبکہ بعض عقل انسانی سے معلوم ہوتی ہیں اور بہت ساری باتیں ایسی بھی ہیں کہ جو حواس اور عقل دونوں سے معلوم نہیں ہوتیں بلکہ وحی سے معلوم ہوتی ہیں۔

سب سے پہلے حواس ہیں۔ جہاں حواس ختم وہاں عقل شروع اور جہاں عقل ختم وہاں سے وحی الٰہی شروع ہوتی ہے۔ وحی سے اوپر کوئی اور درجہ نہیں۔

کائنات کی اشیاء کے خواص و اثرات حواس اور عقل سے معلوم ہو جاتے ہیں لیکن ان میں خالق کائنات کی پسندیدہ اور ناپسندیدہ کون کون سی چیزیں ہیں؛ یہ چیز نہ حواس سے معلوم ہوتی ہے اور نہ ہی عقل سے۔ یہ معلوم ہوتی ہے وحی الٰہی سے۔ اللہ کریم کا کرم دیکھیے کہ اللہ نے وحی کے لیے اپنے خاص بندوں یعنی انبیاء کرام علیہم السلام کو منتخب کیا جو اللہ کا پیغام امت تک پہنچاتے ہیں کبھی تو الفاظ و معنیٰ دونوں اللہ کی طرف سے ہوتے ہیں اور کبھی صرف معنیٰ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے۔

بعض باتیں غیبی امور کہلاتی ہیں۔ پھر اس میں بھی دو درجے ہیں کبھی وہ چیز ذات اور اوصاف دونوں اعتبار سے غیب ہوگی یعنی نظروں سے اوجھل۔ جیسے پل صراط، جنت اور جہنم وغیرہ۔ اور کبھی ذات تو سامنے موجود ہوگی لیکن وصف پوشیدہ ہوگا۔ جیسے نبی کی نبوت۔ کہ ذات نبی تو سامنے موجود ہوتی ہے لیکن وصف نبوت پوشیدہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اشیاء کی حلت و حرمت۔ کہ وہ چیز تو سامنے موجود ہوتی ہے لیکن اس میں وصف حلت یا وصف حرمت پوشیدہ ہوتا ہے۔ اس طرح کے غیبی امور واقف ہونے کے لیے ذرائع علم ضروری ہیں۔ یہ دو طرح کے ہیں:

1: قوی ترین جیسے وحی الٰہی

2: کمزور ترین جیسے خواب

اعلان نبوت سے پہلے غیبی امور تک رسائی کے لیے کمزور ذریعہ سچے خواب دکھا کر مانوس کیا گیا جب آپ چھ ماہ تک ان سے مانوس ہو گئے تو پھر قوی ترین درجہ وحی کی صورت میں دے دیا گیا۔ جیسے صبح صادق کے وقت کمزور روشنی ہوتی ہے پھر طلوع شمس کے وقت روشنی تیز کر دی جاتی ہے۔ اسی طرح سچے خوابوں سے نبوت کی صبح صادق ہوتی ہے پھر وحی کے لیے آفتاب نبوت پوری طرح طلوع ہو جاتا ہے۔

سچے خواب:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اِعلانِ نبوت سے تقریباً 6 ماہ پہلے سچے خواب دکھائی دینا شروع ہوئے۔

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ أَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهِ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةُ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا إِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی آپ جو خواب بھی دیکھتے وہ صبح کی روشنی کی طرح خوب ظاہر ہو کر پورا ہوتا۔

فائدہ: جیسے صبح صادق کی روشنی طلوع آفتاب کا مقدمہ ہوتی ہے ایسے رویائے صادقہ بھی آفتاب نبوت کے طلوع کا مقدمہ تھے۔

سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: الرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ مِنَ الرَّجُلِ الصَّالِحِ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النُّبُوَّةِ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:6983

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نیک شخص کا اچھا خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔

غلط فہمی کا ازالہ:

نبوت کسبی (محنت، ریاضت، عبادت سے حاصل ہونے والی) چیز نہیں بلکہ ایک وہبی (محض اللہ تعالیٰ کے عطا فرمانے سے حاصل ہونے والی) چیز ہے۔ اس لیے سچے خواب فقط ان کے لیے نبوت و رسالت کا پیش خیمہ ثابت ہوتے ہیں جن کے لیے منصب نبوت پر فائز ہونا اللہ نے ازل سے اپنے علم کے مطابق لکھ بھی دیا تھا۔ یہ مطلب نہیں کہ جس کو سچے خواب نظر آئیں وہ نبی ہو جائے گا۔

چھیالیسواں حصہ کہنے کی عقلی توجیہہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت کا مبارک دور 23 سال کا ہے۔ اور 6 ماہ تک سچے خواب آیا کرتے تھے یہ چھ ماہ؛ تیئس سال کا چھیالیسواں حصہ بنتے ہیں وہ اس طرح کہ 1 سال میں 12 ماہ، 23 سال میں 276 ماہ۔ 276 مہینوں کو (جو کہ وحی کا زمانہ ہیں) جب 6 مہینوں پر (جو کہ سچے خوابوں کا زمانہ ہیں) پر تقسیم کریں تو جواب 46 آتا ہے۔

$$23 \times 12 = 276$$

$$276 \div 6 = 46$$

مشق نمبر 3

مختصر جواب تحریر کریں:

1. جرجیس (بحیرا راہب) نے آپ ﷺ کو دیکھ کر کیا کہا؟
2. جرجیس نے آپ ﷺ کو روم جانے سے کیوں روکا؟
3. جنگ فجار کسے کہتے ہیں؟
4. جنگ فجار کن قبائل کے درمیان ہوئی؟
5. حلف الفضول کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟
6. حلف الفضول میں کیا باتیں طے پائیں؟
7. حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو کون سی پیشکش کی؟
8. شام کے تجارتی سفر کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک کیا تھی؟
9. حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے غلام کا نام کیا تھا؟
10. آپ ﷺ کا پہلا نکاح کس سے ہوا؟
11. بوقت نکاح آپ ﷺ کی عمر مبارک اور آپ کی زوجہ مطہرہ کی عمر کتنی تھی؟
12. خطبہ نکاح کس نے پڑھا؟
13. تعمیر کعبہ کتنے ادوار میں ہوئی؟
14. پانچویں مرتبہ کعبہ کی تعمیر کس نے کرائی؟
15. نئی تعمیر کے لیے سب سے پہلے کس نے کدال اٹھائی؟
16. حجرِ اسود کو نصب کرنے کے بارے میں سردار ابو امیہ بن مغیرہ کی رائے کیا تھی؟
17. غیبی امور پر مطلع ہونے کا اعلیٰ اور ادنیٰ ذریعہ کون سا ہے؟
18. سچے خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ کیسے بنتے ہیں؟

خالی جگہ پر کریں:

1. آپ ﷺ کی سب سے پہلی زوجہ مطہرہ........... تھیں۔
2. آپ ﷺ کا پہلا تجارتی سفر........... کی طرف تھا۔
3. عقد نکاح میں حق مہر........... مقرر ہوا۔
4. پہلی مرتبہ کعبہ کو تعمیر کرنے کا حکم........... کو ہوا۔
5. بیت اللہ کی تیسری تعمیر کا ارادہ...........نے کیا۔
6. سب سے پہلے بیت اللہ کی تعمیر کے لیے...........نے کدال اٹھائی۔
7. حجراسود...........نے نصب کیا۔
8. نبوت کسبی چیز نہیں بلکہ........... چیز ہے۔

درست جواب کی نشاندہی کریں:

آپ ﷺ نے سفر شام ان کے ساتھ کیا:

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا　　جناب ابو طالب　　خواجہ عبد المطلب

حلف الفضول میں طے ہوا کہ ہم اپنے ملک سے دور کریں گے:

کافروں کو　　منافقوں کو　　بدامنی وفساد کو

آپ ﷺ نے کی طرف تجارتی سفر کیا:

مدینہ منورہ　　شام　　مصر

پہلے تجارتی سفر کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تھی:

پچیس سال　　تیس سال　　پینتیس سال

آپ ﷺ کس کا سامان لے کر تجارت کے لیے نکلے:

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا　　حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا　　حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا

آپ ﷺ نے دوران تجارت کس کی قسم اٹھانے سے انکار کیا:

لات عزیٰ دونوں

آپ ﷺ کا حق مہر مقرر ہوا:

پانچ سو درہم پانچ سو دینار پانچ مثقال سونا

پہلے نکاح کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تھی:

بیس سال اٹھارہ سال پچیس سال

چوتھی مرتبہ کعبہ تعمیر کیا:

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ

بحری جہاز کے کپتان کا نام تھا:

باقوم نسطورا ابو امیہ

بیت اللہ کا حسب ضرورت سامان کس نے خریدا:

رسول اللہ ﷺ سردار ابو امیہ ولید بن مغیرہ

حجر اسود نصب کیا:

ولید بن مغیرہ نے رسول اللہ ﷺ نے خواجہ ابو طالب نے

اعلان نبوت سے کتنی مدت پہلے خواب دکھائی دینا شروع ہوئے:

دس دن چھ ماہ ایک سال

سچے خواب نبوت کا حصہ ہیں:

چھیالیسواں ستائیسواں چالیسواں

سن 1، 2 نبوی

خاتم النبیین ﷺ پر سلسلہ نزول وحی کا آغاز

فَترتِ وحی، وضو اور نماز کا حکم

غارِ حرا میں:

اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں یہ بات بنیادی طور پر شامل رہی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یادِ خدا میں مصروف رہتے۔ جوں جوں عمر مبارک کے روز و شب گزرتے رہے اس میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا۔ پھر ایک وقت وہ بھی آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یادِ خدا میں یکسوئی کے حصول کے لیے تنہائی میں رہنے لگے۔ اس مقصد کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی اس وقت کی شہری آبادی سے دور ایک پہاڑ پر چلے جاتے جہاں ایک غار "حرا" کے نام سے مشہور تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کئی کئی دن اور راتیں وہاں یادِ خدا میں مصروف رہتے، کھانے پینے کے لیے ستو اور پانی ساتھ لے جاتے کچھ دنوں بعد گھر میں تشریف لاتے، گھریلو ضروریات کا بندوبست کرتے۔ حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) پانی اور ستو وغیرہ کا اندازہ رکھتیں جب اس اندازے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تاخیر ہو جاتی تو خود سامان لے کر غار میں پہنچا دیتیں۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: ایسی خلوت جو یاد خدا پر مشتمل ہو مستقل عبادت ہے۔

2: اسباب اختیار کرنا توکل کے منافی نہیں۔

3: عبادات میں ایسا مصروف ہونا کہ حقوق العباد ضائع ہوں، اسلام میں اس کی اجازت نہیں۔ یہی وجہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے واپس تشریف لاتے۔

4: گھر والوں کو نیک کاموں میں تعاون کرنا چاہیے۔

نزولِ وحی:

17 رمضان المبارک اور عمر مبارک کے چالیسویں سال میں جب جسمانی اور روحانی طور پر حد کمال کو پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی وحی نازل ہوئی۔

ایک دن آپ غارِ حرا میں تشریف فرما تھے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام غار میں آئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور (ریشم کے غلاف میں اپنے ساتھ صحیفہ لائے جس میں یہ وحی لکھی ہوئی تھی جیسا کہ شرح مواہب میں بواسطہ ابن اسحاق مرسلاً روایت موجود ہے) عرض کی: اِقْرَأْ پڑھیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (کے دل

مبارک پر وحی کی تجلیات وانوارات کا ایسا غلبہ ہوا کہ زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی اس لیے) جواب میں فرمایا: مَا أَنَا بِقَارِئٍ میں پڑھ نہیں سکتا۔

حضرت جبریل امین نے آپ کو پکڑ کر دبایا (تاکہ آپ کی بشریت بواسطہ جبرئیل کلام اللہ کی نورانیت سے مانوس ہو جائے) جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف محسوس فرمائی پھر آپ کو چھوڑ دیا اور دوبارہ عرض کی: اِقْرَأْ پڑھیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: مَا أَنَا بِقَارِئٍ میں پڑھ نہیں سکتا۔

حضرت جبریل امین نے آپ کو پکڑ کر دبایا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف محسوس فرمائی پھر آپ کو چھوڑ دیا اور عرض کی: اِقْرَأْ پڑھیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: مَا أَنَا بِقَارِئٍ میں پڑھ نہیں سکتا۔

حضرت جبریل امین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر دبایا جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تکلیف محسوس فرمائی پھر آپ کو چھوڑ دیا اور عرض کی:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ (۱) خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ (۲) اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ (۳) الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ (٤) عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (٥)

ترجمہ: اے پیغمبر! صلی اللہ علیہ وسلم؛ اپنے رب کا نام لے کر پڑھیں جس نے پیدا کیا۔ اس نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ آپ پڑھیں اور آپ کا رب بڑے کرم والا ہے۔ وہ جس نے قلم کے ذریعے تعلیم دی۔ اس نے انسان کو ان چیزوں کی تعلیم دی جنہیں وہ نہیں جانتا تھا۔

یہ آیات مبارکہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد فرمالیں اور خشیت کی حالت میں گھر تشریف لائے حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے فرمایا:

زَمِّلُوْنِیْ زَمِّلُوْنِیْ

مجھے کپڑا اوڑھادو، مجھے کپڑا اوڑھادو۔

انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑا اوڑھا دیا اور کچھ دیر بعد وہ کیفیت ختم ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) کو واقعہ سنایا، فرمایا:

لَقَدْ خَشِيْتُ عَلٰى نَفْسِيْ۔

کہ مجھے اپنی جان کے جانے کا خوف محسوس ہو رہا ہے۔

فائدہ: فریضہ نبوت و رسالت کو مشرکوں میں رہ کر کیسے پورا کر سکوں گا؟ کہیں یہ لوگ مجھے اس فریضہ کی تکمیل سے پہلے ہی ختم نہ کر دیں اور اللہ کا عائد کردہ فریضہ مکمل ہونے سے رہ جائے۔ خوف کی وجہ بظاہر یہی معلوم ہوتی ہے۔

عموماً خواتین ایسے حالات میں گھبرا جاتی ہیں اور تسلی دینے کے بجائے پریشان کن باتیں شروع کر دیتی ہیں لیکن حضرت خدیجہ (رضی اللہ عنہا) ذرہ برابر بھی نہ گھبرائیں اور تسلی دیتے ہوئے عرض کی:

كَلَّا وَاللّٰهِ مَا يُخْزِيْكَ اللّٰهُ اَبَدًا اِنَّكَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَكْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِى الضَّيْفَ وَتُعِيْنُ عَلٰى نَوَائِبِ الْحَقِّ

خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ آپ کو کبھی بے یارو مددگار نہیں چھوڑے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، بے کس و ناتواں لوگوں کا بوجھ اپنے اوپر لیتے ہیں، دوسروں کو مال و اخلاق سے نوازتے ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں اور برحق باتوں میں مصیبت زدہ لوگوں کی مدد کرتے ہیں۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں۔

1: خواتین مشکل اوقات میں گھبرانے کے بجائے تسلی دیں۔

2: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جن اوصاف کا ذکر کیا ہے یہی وہ بنیادی اوصاف ہیں کہ اللہ تعالیٰ جسے عطا فرمائیں اسے رسوا نہیں ہونے دیتے بلکہ اس کی خود حفاظت فرماتے ہیں۔ یہ اوصاف نبی میں نمائندہ خدا ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں اور صحابی میں نمائندہ مصطفیٰ ہونے کی وجہ سے ہوتے ہیں۔

3: کسی کے محاسن و کمالات کو اس کے سامنے بیان کرنا جائز ہے، بشرطیکہ سننے والے کے بارے میں معلوم ہو کہ وہ عُجب اور خود پسندی کا شکار نہیں ہو گا۔

تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ:

عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ قَالَ لَقِيتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قُلْتُ أَخْبِرْنِيْ

عَنْ صِفَةِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي التَّوْرَاةِ قَالَ أَجَلْ وَاللهِ إِنَّهُ لَمَوْصُوفٌ فِي التَّوْرَاةِ بِبَعْضِ صِفَتِهِ فِي الْقُرْآنِ ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا﴾ وَحِرْزًا لِلْأُمِّيِّينَ أَنْتَ عَبْدِيْ وَ رَسُوْلِيْ سَمَّيْتُكَ الْمُتَوَكِّلَ لَيْسَ بِفَظٍّ وَلَا غَلِيْظٍ وَلَا سَخَّابٍ فِي الْأَسْوَاقِ وَلَا يَدْفَعُ بِالسَّيِّئَةِ السَّيِّئَةَ وَلٰكِنْ يَعْفُو وَيَغْفِرُ وَلَنْ يَّقْبِضَهُ اللهُ حَتّٰى يُقِيْمَ بِهِ الْمِلَّةَ الْعَوْجَاءَ بِأَنْ يَّقُوْلُوْا لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَيَفْتَحُ بِهَا أَعْيُنًا عُمْيًا وَآذَانًا صُمًّا وَقُلُوبًا غُلْفًا .

صحیح البخاری، رقم الحدیث:2125

ترجمہ: حضرت عطاء بن یسار رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ملاقات کی اور ان سے عرض کی: مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان صفات کے بارے میں بتائیں جو تورات میں بیان کی گئی ہیں۔ انہوں نے فرمایا: اللہ کی قسم! تورات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات بیان ہوئی ہیں جو قرآن کریم کی اس آیت یٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا میں موجود ہیں۔

اور مزید یہ ہیں کہ ہم نے آپ کو اُمی لوگوں کی جائے پناہ اور اپنا محبوب بندہ اور رسول بنایا ہے۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا۔ آپ نہ تو سخت مزاج اور نہ ہی سخت دل ہیں۔ اور نہ ہی بازاروں میں شور مچانے والے ہیں۔ نہ ہی برائی کا بدلہ برائی سے دینے والے ہیں۔ بلکہ معاف اور درگزر کرنے والے ہیں۔ راوی عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس وقت تک اپنے پاس نہیں بلائے گا جب تک آپ کے ذریعے ٹیڑھی ملت کو سیدھا نہ کر دے اور وہ کلمہ نہ پڑھ لیں اور اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے اندھی آنکھوں، بہرے کانوں اور زنگ آلود دلوں کو (قبول حق کے لیے) کھول نہ دے۔

انجیل میں آپ ﷺ کا تذکرہ:

قَالَ النَّجَاشِيُّ: يَا مَعْشَرَ الْحَبَشَةِ وَالْقِسِّيسِيْنَ وَالرُّهْبَانِ وَاللهِ مَا يَزِيدُوْنَ عَلَى الَّذِيْ نَقُوْلُ فِيْهِ مَا يَسْوٰى هٰذَا مَرْحَبًا بِكُمْ وَبِمَنْ جِئْتُمْ مِنْ عِنْدِهِ. أَشْهَدُ أَنَّهُ رَسُوْلُ اللهِ فَإِنَّهُ الَّذِيْ نَجِدُ فِي الْإِنْجِيلِ وَإِنَّهُ الرَّسُولُ الَّذِيْ بَشَّرَ بِهِ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ

مسند احمد، رقم الحدیث:4400

ترجمہ: حبشہ کے بادشاہ نجاشی نے کہا: اے حبشہ کے رہنے والو، رات بھر عبادت کرنے والو اور لوگوں سے الگ تھلگ ہو کر عبادت میں مشغول رہنے والو! اللہ کی قسم انہوں (حبشہ ہجرت کر کے آنے والے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم) نے اس (نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام والے) معاملے میں جس کے ہم (اپنے دین کے مطابق پہلے ہی سے) قائل ہیں اس میں ذرہ برابر بھی اضافہ نہیں کیا۔ مرحبا، خوش آمدید جن کے پاس تم آئے ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور بالکل وہی ہیں جن کا تذکرہ ہم اپنی آسمانی کتاب انجیل میں پاتے ہیں اور یہ وہی رسول ہیں جن کے آنے کی بشارت حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام نے دی تھی۔

دعائے ابراہیمی وبشارت عیسوی کا مصداق:

عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ الْفَزَارِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: إِنِّيْ عِنْدَ اللهِ مَكْتُوبٌ بِخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَإِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنَتِهِ وَسَأُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ ذٰلِكَ: دَعْوَةُ أَبِيْ إِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى

صحیح ابن حبان، ذکر کتبۃ اللہ، الرقم:6404

ترجمہ: حضرت عرباض بن ساریہ الفزاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: اللہ رب العزت نے اپنے علم ازلی کے مطابق میرا خاتم النبیین ہونا تقدیر میں اس وقت لکھ دیا تھا جب سیدنا آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں تھے۔ مزید فرمایا کہ میں تمہیں اپنے بارے مزید باخبر کیے دیتا ہوں کہ میں اپنے باپ (جد امجد) حضرت ابراہیم کی دعا (کا ثمرہ) ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کا نتیجہ ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور خوشخبری کا نتیجہ ہوں۔

حدیث کے الفاظ درحقیقت قرآن کریم میں مذکور واقعے کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ

سورۃ الصف، رقم الآیۃ:6

ترجمہ: اور اس وقت کو یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا: اے بنی اسرائیل! میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں، اپنے سے پہلے والی کتاب تورات کی تصدیق کرتا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام احمد ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کو پورا فرمایا اور اس کے حقیقی مصداق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ ہی وہ رسول بن کر تشریف لائے جس کا تذکرہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت میں موجود ہے۔ یہ ہے بِشَارَۃُ عِیسٰی کا مطلب۔

اہل کتاب کو معرفت محمدی حاصل تھی:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَ اِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ: 146

ترجمہ: جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی وہ اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے پہچانتے ہیں جیسے وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ اور بلاشبہ ان میں سے ایک فریق ایسا ہے جو جانتے بوجھتے حق کو ضرور چھپاتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک گروہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقانیت کو چھپاتا ہے جبکہ دوسرا گروہ اس حقیقت کا اقرار بھی کرتا ہے۔ اسی دوسرے گروہ میں ایک ورقہ بن نوفل بھی ہیں۔ ورقہ بن نوفل کے مومن ہونے کے بارے میں تو اتفاق ہے البتہ صحابی اور غیر صحابی ہونے میں اختلاف ہے۔

ورقہ بن نوفل کے پاس:

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ بن نوفل کے پاس لے کر گئیں اور کہا: اپنے بھتیجے کے ساتھ پیش آنے والی بات خود انہی کی زبانی سنیں۔ ورقہ بن نوفل نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا معاملہ پیش آیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارا معاملہ ذکر فرمایا۔ ورقہ بن نوفل نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری بات سنی تو اُسے یقین ہو گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ فرما رہے وہ بالکل برحق ہے۔ ورقہ بن نوفل نے کہا: آپ کے پاس آنے والا فرشتہ وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تھا۔ اے کاش میں آپ کے زمانہ

پیغمبری میں تندرست و توانا ہوتا جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی قوم آپ کو وطن سے نکالے گی یا کم از کم میں اس وقت زندہ رہتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ بات سنی تو بہت تعجب سے فرمایا: کیا میری قوم مجھے وطن سے نکال دے گی؟ (حالانکہ یہ مجھے صادق، امین کہتی ہے اور اپنے معاملات کے فیصلے مجھ سے کراتی ہے۔) ورقہ بن نوفل کہنے لگے: یہ صرف آپ کے ساتھ نہیں بلکہ اللہ کی طرف سے جو بھی پیغمبر بن کر آیا اللہ کا کلام اور پیغام قوم کے پاس لایا تو وہ قوم اس کی دشمن ہو گئی۔ اگر میں اس وقت تک زندہ رہا تو میں آپ کی پرزور حمایت اور نصرت کروں گا۔ مگر کچھ ہی دن بعد ورقہ بن نوفل کا انتقال ہو گیا۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: غیر معمولی معاملات و واقعات کے وقت علمائے ربانیین سے مشورہ لینا چاہیے۔

2: علماء و صلحاء سے ملاقات کے وقت ان کے کسی تعلق والے کو ساتھ لے لیا جائے تو مناسب و بہتر ہے اس سے گفتگو میں سہولت رہتی ہے۔

3: بڑی عمر والے شخص کی تعظیم ضروری ہے۔

4: اپنے وطن سے جدائی انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی شاق گزرتی ہے۔

5: خیر کی تمنا کرنا جائز ہے، اگرچہ اس کے حصول کی بظاہر کوئی صورت نظر نہ آ رہی ہو۔

6: تسلی دینے کا ایک انداز یہ بھی ہوتا ہے کہ صاحب معاملہ سے یوں کہے کہ جو حالات آپ کے ساتھ پیش آ رہے ہیں ایسے حالات آپ کے ہم مشن لوگوں کو بھی پیش آتے رہے ہیں۔

7: ورقہ بن نوفل چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اسلام سے پہلے شرک سے بیزار حق راستے پر تھے اس لیے ان کے مومن اور جنتی ہونے پر اتفاق ہے البتہ صحابی ہونے کے بارے میں دو قول ہیں۔ راجح یہی ہے کہ صحابی نہیں تھے۔ کیونکہ صحابی اس سچے مومن کو کہتے ہیں جس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت ایمان کے بعد ایمان قبول کیا ہو اور اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس نبوت بھی نصیب ہوئی ہو اور ان کی وفات / شہادت بھی حالت ایمان پر ہوئی ہو۔

فترتِ وحی:

اس کے بعد کچھ عرصہ کے لیے وحی کا آنا بند ہو گیا جسے اِصطلاح میں "فترتِ وحی" کہتے ہیں۔ اگرچہ حضرت جبریل امین اس عرصہ میں بھی آتے رہے۔ یہ اس لیے ہوا تاکہ پہلی وحی کے نزول کی ہیبت اور جلال سے قلب اطہر مانوس ہو جائے مزید یہ کہ آئندہ وحی کا شوق پیدا ہو جائے۔ وحی کے رک جانے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر حزن وملال ہوا کہ پہاڑ پر تشریف لے گئے اور جی چاہا کہ خود کو پہاڑ سے گرا دیں اور محبوب حقیقی سے جا ملیں۔

اچانک ایک آواز آئی جسے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے، سر مبارک اٹھا کر دیکھا تو حضرت جبریل امین علیہ السلام آسمان وزمین کے درمیان ایک کرسی پر جلوہ افروز تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی:

یَا مُحَمَّدُ! أَنْتَ رَسُولُ اللہِ حَقًّا وَأَنَا جِبْرِیْلُ۔

اے محمد! (محبوب حقیقی سے ملاقات کے شوق میں اپنی جان ابھی جان آفرین کے سپرد نہ کریں بلکہ آپ پر رسالت کی ذمہ دار عائد ہو چکی ہے وہ پوری فرمائیں کیونکہ) آپ اللہ کے برحق رسول ہیں۔ میں جبرئیل آپ سے مخاطب ہوں۔

زمانۂ فَترت میں شوقِ لقاء کی کیفیت:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر طاری ہونے والی یہ کیفیت اس بات کی دلیل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں محبتِ الٰہیہ خوب موجزن تھی اس لیے اللہ کی طرف سے وحی کے نزول میں تاخیر آپ کو گراں گزر رہی تھی اس کے بغیر اپنی زندگی کو بے کار سمجھنے لگے۔ ایسے جیسے کسی بندہ مومن کو محبتِ الٰہیہ میں سچی شہادت کی طلب ہوتی ہے۔ اس لیے یہ کیفیت محمود (قابل صد تعریف) ہے۔

العیاذ باللہ! یہ وہ کیفیت نہیں تھی جو رحمتِ الٰہیہ سے مایوس لوگوں پر اکثر طاری ہوتی ہے اور وہ حالات سے تنگ آکر خودکشی کی تمنا کرنے لگتے ہیں یا پھر خودکشی کر لیتے ہیں اس لیے رحمتِ الٰہیہ سے مایوس ہو کر خودکشی کرنے والی کیفیت مذموم (قابل مذمت) ہوتی ہے، اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہیں پائی جاتی تھی۔ ان دونوں کیفیات میں زمین آسمان سے بھی زیادہ فرق ہے۔

وضو اور نماز کی تعلیم:

نزولِ وحی کے بعد سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو اور نماز کی تعلیم دی گئی۔ ایک بار حضرت جبرئیل امین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے۔ زمین پر اپنی ایڑی سے ٹھوکر ماری جس سے پانی کا چشمہ جاری ہوا۔ حضرت جبرئیل امین نے اس پانی سے وضو کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کو دیکھتے رہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح وضو کیا۔ اس کے بعد حضرت جبرئیل امین نے (تعلیماً) دو رکعت نماز پڑھائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل کے پیچھے اسے ویسے ادا کیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو وضو اور نماز کی تعلیم دی۔

فرضیت کے اعتبار سے وضو کا حکم مکی ہے اور تلاوت کے اعتبار سے مدنی ہے اس لیے کہ آیتِ وضو کا نزول ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں ہوا۔

فائدہ: پنجگانہ نماز کی فرضیت معراج کے موقع پر نازل ہوئی ہے اس سے پہلے دو رکعتیں صبح (فجر) کی اور دو رکعتیں شام (عصر) کی فرض تھیں۔ سورۃ المزمل کے نزول کے بعد تہجد کا حکم نازل ہوا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّارْحَمْ مُحَمَّدًا وَّ اٰلَ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ وَبَارَكْتَ وَرَحِمْتَ عَلٰی إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

سن 3 نبوی

خاتم النبیین ﷺ کو علانیہ تبلیغ کا حکم

قریبی رشتہ داروں کو دعوت

علانیہ تبلیغ:

کچھ عرصہ تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم مخفی طور پر اسلام کی دعوت دیتے رہے، لوگ آہستہ آہستہ اسلام میں داخل ہو رہے تھے بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلم کھلا تبلیغ کا حکم ہوا۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ لَمَّا نَزَلَتْ ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ صَعِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى الصَّفَا فَجَعَلَ يُنَادِيْ يَا بَنِيْ فِهْرٍ يَا بَنِيْ عَدِيٍّ لِبُطُونِ قُرَيْشٍ حَتَّى اجْتَمَعُوا فَجَعَلَ الرَّجُلُ إِذَا لَمْ يَسْتَطِعْ أَنْ يَخْرُجَ أَرْسَلَ رَسُولًا لِيَنْظُرَ مَا هُوَ فَجَاءَ أَبُوْ لَهَبٍ وَقُرَيْشٌ فَقَالَ أَرَأَيْتَكُمْ لَوْ أَخْبَرْتُكُمْ أَنَّ خَيْلًا بِالْوَادِيْ تُرِيْدُ أَنْ تُغِيْرَ عَلَيْكُمْ أَكُنْتُمْ مُصَدِّقِيَّ؟ قَالُوا نَعَمْ مَا جَرَّبْنَا عَلَيْكَ إِلَّا صِدْقًا قَالَ فَإِنِّيْ نَذِيْرٌ لَكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابٍ شَدِيْدٍ فَقَالَ أَبُولَهَبٍ تَبًّا لَكَ سَائِرَ الْيَوْمِ أَلِهَذَا جَمَعْتَنَا فَنَزَلَتْ ﴿تَبَّتْ يَدَاۤ اَبِيْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَاۤ اَغْنٰى عَنْهُ مَالُهٗ وَ مَا كَسَبَ﴾

صحیح البخاری، رقم الحدیث:4770

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب قرآن کریم کی آیت ﴿وَ اَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ﴾ نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صفا پہاڑی پر چڑھ کر (مختلف قبائل کو) زوردار آواز سے پکار کر فرمانے لگے: اے قبیلہ بنو فِہر! اے قبیلہ بنو عدی! اے خاندان قریش! دیکھتے ہی دیکھتے مختلف قبائل کے بہت سے لوگ آپ کی آواز پر جمع ہو گئے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص خود نہ آسکا تو اس نے اپنی طرف سے کوئی بندہ بھیجا کہ جاؤ دیکھو! کیا معاملہ ہے؟ ابو لہب قریش کے دوسرے لوگوں کے ہمراہ وہاں پر پہنچا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تم سے کہوں کہ وادی (پہاڑ کے پیچھے) ایک لشکر تم پر حملہ کرنے والا ہے کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟ سب نے بیک زبان کہا کہ بالکل ضرور سچا مانیں گے۔ ہم نے کئی بار آپ کو آزمایا ہے ہمیشہ سراپا صداقت پایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: میری بات کو خوب اچھی طرح سے سنو! میں تمہیں اس سخت عذاب سے ڈراتا ہوں جو کل تمہارے سامنے آنے والا ہے۔ اس پر ابو لہب کہنے لگا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! تجھ پر ہمیشہ ہلاکت ہو کیا تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا ہے؟ اس پر "سورۃ اللھب" نازل ہوئی۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: لوگ ماننے پر آئیں تو فرضی بات کو مان لیں اور نہ ماننے پر آئیں تو حقیقی بات کو بھی نہیں مانتے۔ عموماً یہ مزاج گمراہ لوگوں کا ہوتا ہے۔

2: اپنے مدعا کو بیان کرنے سے پہلے ایسی تمہید ذکر کرنا کہ جس سے مخاطبین و سامعین بات قبول کرنے پر جلد آمادہ ہو جائیں، جائز ہے۔

3: انبیاء کرام علیہم السلام میں موجود صفتِ نذیر کا حقیقی معنیٰ یہی ہوتا ہے کہ امت کو شفقت و محبت کے ساتھ ڈرانا۔

4: کبھی کبھار انسان کے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ مخالفت کرنے والے اپنے ہی خاندان کے لوگ ہوتے ہیں۔

5: دین کی دعوت دینے سے مشکل حالات پیش آتے ہیں، ان کو صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرنا چاہیے۔

6: مشکل حالات کا مقابلہ کیا جاتا ہے، دلبرداشتہ ہو کر بیٹھ نہیں جاتے۔

قریبی رشتہ داروں کو دعوت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب آیت مبارکہ ﴿وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ﴾ نازل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلایا اور فرمایا:

يَا عَلِيُّ إِنَّ اللهَ قَدْ أَمَرَنِيْ أَنْ أُنْذِرَ عَشِيْرَتِيَ الْأَقْرَبِيْنَ۔

اے علی! اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کا حکم دیا ہے کہ میں اپنے قریبی رشتہ داروں کو (ایمان نہ لانے کی صورت میں اللہ کے عذاب سے) ڈراؤں۔

اس لیے ایک صاع گندم، بکری (کی ران) کا گوشت، دودھ کا پیالہ مہیا کرو اور اولادِ مُطّلِب کو اکٹھا کرو!

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی، کم و بیش 40 لوگ جمع ہوئے۔ ان میں ابو طالب، حمزہ، عباس اور ابو لہب بھی شامل تھے۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: حالات کی بہتری تک کا بہانہ بنا کر حکم خداوندی پر عمل میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے۔

2: دعوت دین کے لیے دعوت طعام وغیرہ جیسی تدابیر اختیار کرنا جائز ہے۔

3: اخروی طور پر نفع مند امور میں اپنے خاندان کو ساتھ ملانا چاہیے۔

ان کے سامنے گوشت رکھا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کُلُوْا بِسْمِ اللّٰہِ اللہ کا نام لے کر اسے کھاؤ۔

اس گوشت سے تمام لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا حالانکہ وہ کھانا مقدار میں اتنا تھا کہ صرف ایک آدمی کے لیے کافی ہو سکتا تھا۔ پھر مجھے حکم دیا:

اِسْقِهِمْ يَا عَلِيُّ

علی! انہیں دودھ پلاؤ۔

میں پیالہ لایا تمام لوگوں نے اس سے پیا اور خوب سیر ہو کر پیا حالانکہ وہ دودھ مقدار میں اتنا تھا جو صرف ایک آدمی کے لیے کافی ہو سکتا تھا۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: اپنے مقصد کو لوگوں کے سامنے حکمت سے بیان کرنا چاہیے۔

2: کم مقدار کے کھانے سے زیادہ افراد نے سیر ہو کر کھایا، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔

جب لوگوں نے کھا پی لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کچھ فرمانے کا ارادہ فرمایا تو ابولہب (اصل نام عبد العزیٰ ہے) کہنے لگا: لوگو! اٹھو تم پر آج تمہارے صاحب (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) نے جادو کر دیا ہے، لوگ اٹھ کر چل دیے۔

وَلَمْ يُكَلِّمْهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے بات کرنے کا موقع ہی نہ ملا۔

فائدہ: ضدی قسم کے لوگ اپنے ضد کی وجہ سے حقائق کا انکار کرتے ہیں۔ جیسے ابو لہب نے معجزہ جیسی حقیقت کا انکار کر کے اسے جادو کہہ دیا۔

دوسرے دن بھی اسی طرح کا واقعہ پیش آیا اور گفتگو کا موقع نہ مل سکا پھر تیسرے دن اس طرح ان کی کھانے کی دعوت ہوئی جب لوگ کھا پی چکے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ إِنِّيْ وَاللهِ مَا أَعْلَمُ شَابًّا مِنَ الْعَرَبِ جَاءَ قَوْمَهٖ بِأَفْضَلَ مِنْ مَّا جِئْتُكُمْ بِهٖ إِنِّيْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِأَمْرِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

اے اولاد عبد المطلب! بخدا میں نے جو (دین کی دعوت) تمہارے سامنے پیش کی ہے آج تک کسی شخص نے اپنی قوم کے سامنے اس سے بہتر چیز پیش نہیں کی میں تمہارے پاس دنیا و آخرت کی خیر و بھلائی لے کر آیا ہوں۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: مخلص لوگ رکاوٹوں کی وجہ سے ہمت ہار کر مشن ادھورا نہیں چھوڑتے۔

2: دین اسلام کی دعوت دینا بہترین پیغمبرانہ عمل ہے۔

3: دین اسلام میں محض آخرت کا ہی فائدہ نہیں بلکہ دنیا کا بھی فائدہ ہے۔

اوّلین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سب سے پہلے اسلام لانے والے:

اعلانِ نبوت کے بعد:

- آزاد مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ
- آزاد خواتین میں سب سے پہلے سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا
- بچوں میں سب سے پہلے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
- آزاد کردہ غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ
- اور آزاد کردہ باندیوں میں سب سے پہلے سیدہ ام ایمن رضی اللہ عنہا نے کلمہ شہادت پڑھا۔

دعوت و تبلیغ میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھرپور ساتھ دیا آپ رضی اللہ عنہ کی محنت سے حضرت عثمان بن عفان، زُبیر بن عوّام، عبد الرحمٰن بن عَوف، سعد بن ابی وقاص، طلحہ بن

عبیداللہ، ابوعبیدہ عامر بن عبداللہ بن جَرّاح، ابو سَلَمہ بن عبدالاسد اور ارقم بن ابی ارقم رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔

فائدہ: مذکورہ افراد میں سے پہلے 6 حضرات عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں۔ عشرہ مبشرہ ایک اصطلاح ہے جس کا معنٰی ہے کہ ایک ہی مجلس میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام لے کر جنتی ہونے کی بشارت دی ہے۔

پھر اس کے بعد عثمان بن مَظعُون، عبداللہ بن مظعون، قُدَامہ بن مظعون، عُبَیدہ بن حارث، سعید بن زید بن عَمرو بن نُفَیل، خَبَّاب بن الاَرَت، عبداللہ بن مسعود، عُمیر بن ابی وَقَّاص، ابوذر غِفاری، سَلِیط بن عَمرو، عَیَّاش بن ابی ربیعہ، خُنَیس بن حُذَافہ، جَعْفَر بن ابی طالب، عَامر بن رَبِیعہ، مَعْمَر بن حارث، حَطَّاب بن حارث، مُطَّلب بن اَزہر، عبداللہ بن جَحْش، عامر بن فُہَیرہ، خالد بن سعید بن العاص، حاطب بن عمرو، ابوحذیفہ مِھْشَم بن عتبہ، وَاقِد بن عبداللہ، خالد بن بُکَیر، عامر بن بکیر، عاقِل بن بکیر، اِیَاس بن بکیر، عمار بن یاسر، نُعَیْم بن عبداللہ النَّحَّام، حاطب بن عمرو اور صُہَیْب بن سِنَان رضی اللہ عنہم مسلمان ہوئے۔

اور خواتین میں سے اَسْماء بنت ابی بکر، عائشہ بنت ابی بکر، فاطمہ بنت خطاب بن نُفَیْل، اَسْماء بنت عُمَیس، اَسْماء بنت سَلَامہ بن مُخَرِّبَہ، فاطمہ بنت مجلّل بن عبداللہ، فُکَیْہَہ بنت یَسَار، رَمْلہ بنت ابی عوف، اُمَیْنَہ بنت خَلَف رضی اللہ عنہن اسلام لائیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ
وَبَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی إِبْرَاھِیْمَ

سن 4 نبوی

خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں وفود قریش کی جناب ابو طالب کے پاس آمد

منفی پروپیگنڈا

خاتم النبیین ﷺ کے بارے میں کفار مکہ کا منفی پروپیگنڈا

مصائب و تکالیف

خاتم النبیین ﷺ پر کفار مکہ کی طرف سے مصائب و تکالیف

لالچ کی پیشکش

خاتم النبیین ﷺ کو لالچ کی پیشکش اور آپ کا دوٹوک موقف

وفدِ قریش کی ابو طالب کے پاس پہلی آمد:

جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھلم کھلا دوٹوک انداز میں بتوں کے نقائص و عیوب بیان فرمائے اور بت پرستی سے روکا تو مشرکین نے آپ سے دشمنی ٹھان لی حالانکہ یہی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو صادق، امین اور اپنے معاملات میں فیصل تسلیم کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ اپنے چچا ابو طالب کے پاس تھے اس لیے قریش کے سرداروں (ابوجہل عمرو بن ہشام، ابوسفیان صخر بن حرب، عتبہ، شیبہ، عاص بن ہشام، اسود بن مطلب ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ) کا وفد ابو طالب کے پاس آیا اور کہنے لگا: آپ کا بھتیجا (محمد) ہمارے بتوں کے نقائص بیان کرتا ہے، ہمارے دین کو غلط اور ہمیں احمق و نادان اور ہمارے آباء و اجداد کو گمراہ کہتا ہے۔ آپ انہیں اس کام سے روکیں یا پھر آپ درمیان سے ہٹ جائیں ہم جانیں اور وہ جانے کیونکہ آپ بھی اس کے خلاف اُسی دین پر ہیں جس پر ہم ہیں۔ ابو طالب نے انہیں نرمی اور خوش اسلوبی سے واپس کیا۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور بتوں کے نقائص و عیوب بیان فرماتے رہے اور بت پرستی کے خلاف مسلسل کام کرتے رہے۔

وفدِ قریش کی ابو طالب کے پاس دوسری آمد:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم توحید کی دعوت اور کفر و شرک کی مذمت سے باز نہ آئے تو کچھ دنوں بعد قریشیوں کا دوسرا وفد ابو طالب کے پاس آیا جن میں ابو لہب پیش پیش تھا، آکر ابو طالب سے کہنے لگا: ہم آپ کی عزت کرتے ہیں کیونکہ آپ عمر، نسب اور رتبہ کے اعتبار سے ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔ ہمیں آپ کی شرافت و بزرگی تسلیم ہے لیکن ہم اپنے معبودوں کے عیوب اور اپنے آباءواجداد کی مذمت سن کر صبر نہیں کر سکتے۔ لہٰذا آپ اپنے بھتیجے کو سمجھائیں ورنہ لڑائی ہوگی اور دونوں میں سے ایک فریق ضرور ہلاک ہوگا۔ یا تو ہم اپنے معبودوں کا دفاع کرتے ہوئے مر جائیں گے یا پھر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بتوں کی مذمت کرتے ہوئے ہمارے ہاتھوں ختم ہو جائیں گے۔ وہ لوگ یہ کہہ کر چلے گئے۔ خواجہ ابو طالب پر خاندان اور قوم کی مخالفت کی باتوں کا بہت گہرا اثر ہوا چنانچہ جناب ابوطالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلوایا اور سارا معاملہ سامنے رکھا کہ قریش کے چند سردار آئے تھے اور اس طرح کی باتیں کر کے گئے ہیں۔ اس لیے مجھ پر اور خود اپنی جان پر رحم کھاؤ، مجھ پر ایسا بار نہ ڈالو جسے میں برداشت نہ کر سکوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

يَا عَمِّ وَاللهِ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسَ فِيْ يَمِيْنِيْ وَالْقَمَرَ فِيْ يَسَارِيْ عَلٰى أَنْ أَتْرُكَ هٰذَا الْأَمْرَ حَتّٰى يُظْهِرَهُ اللهُ أَوْ أَهْلِكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ

چچا جان! یہ لوگ اگر میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند بھی رکھ دیں کہ میں اس معاملے سے الگ ہو جاؤں تو اللہ کی قسم میں اس کام کو نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس دین کو غالب فرمائے یا پھر میں یہ کام کرتے کرتے اللہ کی راہ میں جان دینے کی تمنا پوری کر لوں گا۔

ثُمَّ اسْتَعْبَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَبَكٰى ثُمَّ قَامَ

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے حد غمگین ہوئے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

فائدہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان باتوں سے طبعاً تکلیف پہنچی کہ جس چچا نے ایک لمبا عرصہ میرا ساتھ دیا ہے اب وہ بھی دست بردار ہونے کا اشارہ دے رہے ہیں۔ طبعاً اس تکلیف کا ہونا مقام نبوت کے منافی نہیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے جانے لگے تو ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا: بھتیجے! جو کرنا ہے، وہ کریں۔

فَوَاللهِ لَا أُسَلِّمُكَ لِشَيْءٍ أَبَدًا

اللہ کی قسم! میں آپ کو کبھی دشمنوں کے حوالے نہیں کروں گا۔

وفدِ قریش کی ابو طالب کے پاس تیسری آمد:

اس کے بعد تیسری بار قریش اپنا وفد لے کر ابو طالب کے پاس پہنچے اور عُمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ساتھ لے آئے۔ عُمارہ قریش کا حسین و جمیل، طاقتور اور سمجھدار نوجوان تھا۔ قریشیوں نے ابو طالب سے کہا کہ آپ اس کو اپنا بیٹا بنا لیں اور اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دیں جس نے ہماری قوم میں تفریق ڈالی ہے تاکہ ہم اسے قتل کر دیں۔ ابو طالب نے تعجب سے کہا: بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ میں اپنے پالے ہوئے بیٹے (بھتیجے) کو تمہارے حوالے کروں تاکہ تم اسے قتل کر دو اور تمہارے بیٹے کو لے کر پالتا پھروں؟ (کیسی احمقانہ بات کر رہے ہو؟)

وَاللهِ مَا لَا يَكُوْنُ أَبَدًا

اللہ کی قسم! یہ کبھی نہیں ہو گا۔

مطعم بن عدی بن نوفل نے اس موقع پر ابو طالب سے کہا:

ابو طالب! آپ کی قوم نے آپ کے سامنے اس مصیبت سے نجات حاصل کرنے کے لیے ایک عادلانہ اور منصفانہ رائے پیش کی مگر آپ نے اسے قبول نہیں کیا۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بعض لوگ غلط بات صحیح باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں۔

ابو طالب نے جواب دیا:

وَاللهِ مَا أَنْصَفُوْنِيْ ... فَاصْنَعْ مَا بَدَا لَكَ

مطعم! تمہاری بات بالکل غلط ہے میری قوم نے میرے ساتھ بالکل انصاف کی بات نہیں کی لیکن تو نے اپنی قوم کی حمایت میں میری مخالفت کا پکا ارادہ کر لیا ہے تجھ سے جو کچھ ہو سکتا ہے، کر لے!

فَحَقِبَ الْأَمْرُ وَحَمِيَتِ الْحَرَبُ وَتَنَابَذَ الْقَوْمُ وَبَادٰى بَعْضُهُمْ بَعْضًا

معاملے نے شدت اختیار کر لی، جنگ بھڑک اٹھی، آپس کے عہد معاہدے توڑ دیے گئے اور کھلم کھلا مخالفت شروع ہو گئی۔

قریش کی پریشانی:

قریش کا وفد جب ابو طالب سے بھی مایوس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ لیکن سب سے بڑی رکاوٹ یہ پیش آرہی تھی کہ جس ذات کو وہ صادق اور امین کہا کرتے تھے، جس کو اپنا ثالث اور فیصل تسلیم کرتے تھے اور اہم معاملات میں اس سے رہنمائی لیا کرتے تھے اب اس ذات کی تردید کریں تو کیسے کریں؟ اور عوام کو کس طرح اس سے دور کریں؟ قریش کے لیے یہ بہت پریشان کن صورتحال تھی۔

حج کا زمانہ اور مشرکین کی پریشانی:

حج کا زمانہ قریب آیا تو اس پریشانی میں اور اضافہ ہوا کیونکہ انہیں یقین تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس اجتماع عظیم کے موقع کا بھرپور فائدہ اٹھائیں گے۔ اس کے لیے قبائل مکہ کے سرداروں کا ایک اجلاس ہوا جس میں اس بات پر کافی غور وخوض کیا گیا۔ آخر کار یہ طے پایا کہ اس موضوع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کر لی جائے

جس میں کوشش کی جائے کہ کسی طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام سے باز آجائیں اور بتوں کے نقائص وعیوب بیان کرنا ختم کر دیں۔

ولید بن مغیرہ کی تجویز:

اس مقصد کے لیے مکہ کے رئیس اعظم، خطیب وادیب، بلند پایہ شاعر اور عمر رسیدہ تجربہ کار شخص ولید بن مغیرہ کا انتخاب کیا گیا۔ ولید آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، گفتگو ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقصد کو خوب واضح انداز میں ذکر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لاجواب تو کیا کرتا؛ خود ولید ہی لاجواب ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے اٹھا، سیدھا قریش کے پاس آیا تو قریشیوں نے شکل وصورت اور ظاہری حالت دیکھ کر کہا کہ ولید بھی "بہک" گیا ہے۔

ولید خود حیران تھا کہ جس کلام کو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اس کے بارے میں اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آخر کیا فیصلہ کرے؟ تھوڑی دیر توقف کے بعد ولید نے کہا:

1: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کاذب (جھوٹا) نہیں کہہ سکتے۔

2: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کاہن بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ میں کاہنوں سے خوب واقف ہوں آپ جو کلام پڑھتے ہیں وہ کسی صورت کاہنوں کا نہیں ہو سکتا۔

3: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو مجنون بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ میں جنون کی کیفیت سے واقف ہوں آپ میں جنون کی کوئی علامت نہیں ہے۔

4: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شاعر بھی نہیں کہہ سکتے کیونکہ میں خود شاعر ہوں شعر کی انواع واقسام سے اچھی طرح واقف ہوں آپ کے کلام کو شعر سے کچھ نسبت نہیں ہے۔

لوگوں نے پوچھا کہ پھر آخر کیا رائے قائم کی جائے؟ تو ولید نے کہا کہ پورے شد ومد کے ساتھ یہ پروپیگنڈہ کیا جائے کہ:

1: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بات نہ سنو یہ ایسا منتر پڑھتا ہے کہ جس کی وجہ سے میاں بیوی، باپ اولاد، بھائی بھائی اور قبیلہ والوں میں لڑائیاں ہو جاتی ہیں۔

2: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) دین سے پھر گیا ہے جس کی وجہ سے وہ کہتا ہے کہ تم سب، تمہارے آباء واجداد اور تمہارے معبود (بت) جن کی تم عبادت کرتے ہو یہ سب دوزخ کا ایندھن ہیں۔

ولید کی رائے سے اتفاق کیا گیا بلکہ اس پر اتنا عمل کیا گیا کہ ابھی قبائل کے لوگ حج کے لیے گھروں سے روانہ بھی نہیں ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مذکورہ منفی پروپیگنڈہ گلی کوچوں تک پہنچ گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان "بنی ہاشم" کے بارے میں بھی ان لوگوں میں نفرت پھیل گئی جو حج کے لیے آنے والے تھے۔

ابو لہب کا معاندانہ رویہ:

منفی پروپیگنڈے سے پیدا ہونے والی صورتحال اور اس کے برے نتائج کا ابو طالب کو خوب اندازہ تھا۔ انہیں اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ صورتحال بغاوت کی شکل نہ اختیار کر جائے اور ان کا خاندان کہیں ان رفاہی خدمات سے محروم نہ رہ جائے جو حج کے موقع پر سرانجام دیتے تھے یعنی حاجیوں کو پانی، ستو اور مشروب پلانا۔ اس کے لیے ابو طالب نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت کے لیے بنو ہاشم اور بنو مطلب کو دعوت دی۔ جس پر سوائے ابو لہب کے تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب نے لبیک کہا۔

عَنْ طَارِقِ الْمُحَارِبِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ فِيْ سُوقِ ذِي الْمَجَازِ...وَهُوَ يَقُوْلُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! قُوْلُوْا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ. تُفْلِحُوْا۔ وَرَجُلٌ يَتْبَعُهُ يَرْمِيْهِ بِالْحِجَارَةِ، وَهُوَ يَقُوْلُ: يَا أَيُّهَا النَّاسُ! لَا تُطِيْعُوْهُ فَإِنَّهُ كَذَّابٌ. فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا؟ قَالُوا: هَذَا غُلَامُ بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ. فَقُلْتُ: مَنْ هٰذَا الَّذِيْ يَتْبَعُهُ يَرْمِيْهِ بِالْحِجَارَةِ؟ قَالُوْا: هٰذَا عَبْدُ الْعُزَّى أَبُوْ لَهَبٍ

صحیح ابن خزیمہ، رقم الحدیث:159

ترجمہ: حضرت طارق المحاربی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے بازار ذی المجاز میں یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو دعوت دیتے ہوئے فرماتے: لوگو! توحید کا اقرار کرلو، کامیاب ہو جاؤ گے۔ اور ایک شخص آپ کے پیچھے پیچھے پتھر مارتا ہوا یہ کہہ رہا تھا: لوگو! اس شخص کی بات نہ مانو اس لیے کہ (العیاذ باللہ) یہ بہت جھوٹا ہے۔ راوی حضرت طارق محاربی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے لوگوں سے پوچھا کہ دعوت دینے

والے کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بنو عبد المطلب کا ہونہار فرزند (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔ میں نے پوچھا کہ ان کے پیچھے پیچھے کون ہے جو پتھر مار رہا ہے؟ لوگوں نے کہا: عبد العزیٰ یعنی ابو لہب ہے۔

ابو لہب کا یہ طریقہ شروع میں صرف اسی کی حد تک محدود تھا لیکن بعد میں اجتماعی طور پر شروع ہو گیا یہ طے پایا کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) جہاں کہیں بھی دعوت اسلام کے لیے تشریف لے جائیں، تقریر کریں یا قرآن کریم کی آیات کی تلاوت کریں تو اتنا شور مچاؤ کہ کان پڑی آواز بھی سنائی نہ دے۔

خواجہ ابو طالب کا قصیدہ:

ایسے حالات کے تناظر میں کہ جب لوگوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خاندان آل ہاشم کے بارے میں منفی پروپیگنڈہ عام کیا جا رہا تھا، جناب ابو طالب نے ایک طویل قصیدہ لکھا۔

اس قصیدے میں بیت اللہ کی عظمت، حرم کی عزت و حرمت کے متعلق مسلمہ روایات اور خاندان بنی ہاشم کی برتری و خدمات کا بہت خوبصورت پیرائے میں تذکرہ کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ پر بھی روشنی ڈالی کہ قریش کس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکریم و تعظیم کرتے رہے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کن عمدہ اخلاق و اوصاف کے مالک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے خواجہ ابو طالب کے قصیدے کا مشہور شعر یہ ہے:

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ

منور چہرے والا جس کے توسل سے بارش مانگی جاتی ہے

ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

یتیموں کا سرپرست اور بیواؤں کی جائے پناہ ہے

عرب کے لوگ شعر و شاعری کے دلدادہ تھے۔ شعراء کے قصیدے جیسے ہی پڑھے جاتے جگہ جگہ پھیل جاتے، زبان زد عام ہو جاتے۔ خواجہ ابو طالب کے قصیدے کا بھی یہی نتیجہ نکلا کہ ولید بن مغیرہ کی تجاویز کی بنیاد پر خاندان بنی ہاشم کے خلاف جو فتنہ پھیلایا جا رہا تھا وہ ختم ہو گیا۔ تاہم مشرکین کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم کی مخالفت اسی طرح جاری رہی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ظلم:

اب بات دھونس دھمکیوں سے گزر کر ظلم وستم تک آ پہنچی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر طرح کی تکلیف دی گئی۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَقَدْ أُخِفْتُ فِي اللهِ وَمَا يُخَافُ أَحَدٌ وَلَقَدْ أُوذِيتُ فِي اللهِ وَمَا يُؤْذٰى أَحَدٌ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث:2472

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جتنا مجھے اللہ کے راستے میں خوف میں مبتلا کیا گیا اتنا کسی اور کو نہیں کیا گیا۔ جتنی مجھے اللہ کے راستے میں تکلیفیں دی گئیں اتنی کسی اور کو نہیں دی گئیں۔

تکالیف کی دو قسمیں:

1: جسمانی

2: لسانی (زبانی)

جسمانی تکالیف کے چند واقعات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی تکالیف و اذیتیں کس قدر دی گئیں؟ اس کا کچھ اندازہ درج ذیل واقعات سے ہو گا:

1: حرم بیت اللہ جہاں قریش کے عقیدے کے مطابق کسی جاندار کو ستانا بہت بڑا گناہ تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں عبادت کے لیے تشریف لے جاتے تو آپ کو ستایا جاتا۔

عَنْ عِكْرِمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا قَالَ أَبُوْ جَهْلٍ لَئِنْ رَأَيْتُ مُحَمَّدًا يُصَلِّيْ عِنْدَ الْكَعْبَةِ لَأَطَأَنَّ عَلٰى عُنُقِهٖ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:4558

ترجمہ: حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایک مرتبہ ابو جہل نے کہا اگر میں نے دیکھ لیا کہ حرم کعبہ میں محمد نماز پڑھ رہے ہیں تو میں (العیاذ باللہ) اس کی گردن اپنے پاؤں سے روند دوں گا۔

2: عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللهِ بْنَ عَمْرٍو رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنْ أَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُونَ بِرَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ أَبِي مُعَيْطٍ جَاءَ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُصَلِّيْ فَوَضَعَ رِدَاءَهُ فِيْ عُنُقِهِ فَخَنَقَهُ بِهِ خَنْقًا شَدِيدًا فَجَاءَ أَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَفَعَهُ عَنْهُ فَقَالَ: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللهُ وَ قَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنٰتِ مِنْ رَّبِّكُمْ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3678

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ میں نے عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ مشرکین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو سخت تکالیف دی ہیں وہ بتائیں! حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا کہ وہ آیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن مبارک میں کپڑا ڈال کر اسے بل دینا شروع کیے، اتنا زیادہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سانس گھٹنے لگا۔ پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وہاں تشریف لائے اور عقبہ کو دھکا دے کر پیچھے ہٹایا اور فرمایا: کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جس کا تمہارے نزدیک جرم صرف ہے وہ کہتا ہے کہ میرا رب صرف اللہ ہے اور تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے واضح دلائل لایا ہے۔

3: عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ بَيْنَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَاجِدٌ وَحَوْلَهُ نَاسٌ مِنْ قُرَيْشٍ جَاءَ عُقْبَةُ بْنُ أَبِيْ مُعَيْطٍ بِسَلٰى جَزُوْرٍ فَقَذَفَهُ عَلٰى ظَهْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَرْفَعْ رَأْسَهُ فَجَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَخَذَتْهُ مِنْ ظَهْرِهٖ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3854

ترجمہ: حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز تھے ارد گرد قریشی لوگ موجود تھے۔ اتنے میں عقبہ بن ابی معیط آیا اور (قریب میں ذبح ہونے والی) اونٹنی کی بچے دانی اٹھا لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پیٹھ پر سارا ملغوبہ ڈال دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے

سے سر مبارک نہیں اٹھایا اسی وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا (جو ابھی چھوٹی عمر میں تھیں) تشریف لائیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسے دور کیا۔

فائدہ: فقہی مسئلہ ہے کہ نماز کے صحیح ہونے کے لیے جگہ اور کپڑے کا پاک ہونا ضروری ہے۔ مذکورہ بالا حدیث مبارک میں جو واقعہ ہے وہ اس حکم کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے چنانچہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے سورۃ المدثر کی آیت وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ کی تفسیر میں ابن منذر رحمہ اللہ کی روایت اس کی تائید میں پیش کی ہے:

وَيُؤَيِّد مَا أَخْرَجَ ابْنُ الْمُنْذِرِ فِيْ سَبَبِ نُزُوْلِهَا مِنْ طَرِيْقِ زَيْدِ بْنِ مَرْثَدٍ قَالَ: أُلْقِيَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَزُوْرٌ، فَنَزَلَتْ

فتح الباری شرح صحیح البخاری

4: أَنَّ أَشَدَّ مَا لَقِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ قُرَيْشٍ أَنَّهُ خَرَجَ يَوْمًا فَلَمْ يَلْقَهُ أَحَدٌ مِنَ النَّاسِ إِلَّا كَذَّبَهُ وَآذَاهُ لَا حُرٌّ وَلَا عَبْدٌ فَرَجَعَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى مَنْزِلِهِ فَتَدَثَّرَ مِنْ شِدَّةِ مَا أَصَابَهُ فَأَنْزَلَ اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ ﴿يَاأَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَأَنْذِرْ﴾

السیرۃ النبویہ لابن ہشام

ترجمہ: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے سب سے زیادہ سخت تکلیف یہ اٹھائی کہ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر (دین اسلام کی تبلیغ کے لیے) تشریف لائے۔ تو لوگوں میں سے جو بھی آپ سے ملا خواہ وہ آزاد تھا یا غلام؛ اس نے آپ کی دعوت کو جھٹلایا اور آپ کو تکلیف دی۔ شدت تکلیف کے باعث آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر واپس لوٹے تو اپنے اوپر چادر اوڑھ لی اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا: اے چادر اوڑھنے والے اٹھو! اور (اپنی امت کو اللہ کے عذاب سے) ڈراؤ۔

5: مردوں کے ساتھ ساتھ بعض عورتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں دیتی رہیں جیسے ابو لہب کی بیوی ام جمیل (رشتے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچی تھی) وہ جنگل سے کانٹے دار جھاڑیاں جمع کر کے لاتی اور راستے میں بچھا دیتی تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے تکلیف ہو۔ اس کی گھٹیا حرکت کو قرآن کریم نے حَمَّالَةَ الْحَطَبِ سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی لکڑیاں اکھٹی کرنے والی۔

زبانی تکالیف کے چند واقعات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جہاں جسمانی تکالیف و اذیتیں دی گئیں اسی طرح زبانی تکالیف (بدزبانی، طعن و تشنیع، بہتان وافتراء، گالی گلوچ اور ہجو و مذمت) بھی دی گئیں۔ اس کا کچھ اندازہ درج ذیل واقعات سے ہو گا:

1: نضر بن حارث قریش کے ان لوگوں میں سے تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ "حِیرَہ" (ایک علاقے کا نام) گیا وہاں سے فارس (موجودہ نام ایران) کے بادشاہوں، رستم اور اسفندیار کے قصے سیکھ کر آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وعظ و نصیحت اور احکام شریعت کی مجلس لگاتے، جب اٹھ کر تشریف لے جاتے تو یہ اسی مجلس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ بیٹھ جاتا اور کہتا:

أَنَا وَاللهِ يَا مَعْشَرَ قُرَيْشٍ! أَحْسَنُ حَدِيْثًا مِنْهُ فَهَلُمَّ إِلَيَّ فَأَنَا أُحَدِّثُكُمْ أَحْسَنَ مِنْ حَدِيْثِهِ ثُمَّ يُحَدِّثُهُمْ عَنْ مُلُوْكِ فَارِسَ وَرُسْتُمَ وَاَسْبَنْدَيَارَ ثُمَّ يَقُوْلُ بِمَاذَا مُحَمَّدٌ أَحْسَنُ حَدِيْثًا مِنِّيْ؟

السیرۃ النبویہ لابن ہشام

ترجمہ: اے قریش کی جماعت! خدا کی قسم! میں اس (آپ صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ اچھی باتیں بیان کرنے والا ہوں۔ میرے پاس آؤ میں تمہیں اس سے اچھی باتیں سناتا ہوں۔ پھر انہیں فارس کے بادشاہوں، رستم اور اسفندیار کے قصے سناتا اور کہتا کہ بھلا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے بھلا کب اچھی باتیں کر سکتا ہے؟

2: امیہ بن خلف انہی لوگوں میں سے تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنی رکھتے آپ کی عدم موجودگی میں عیب جوئی اور سامنے عیب گوئی کرتے۔ اسی کی مذمت میں سورۃ الھمزۃ نازل ہوئی۔ وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍ ہلاکت ہے ہر ایسے انسان کے لیے جو پیٹھ پیچھے (عدم موجودگی میں) عیب لگانے والا ہو اور منہ پر (آمنے سامنے) طعنے دینے والا ہو۔

3: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو "محمد" کے بجائے "مذمم" کہا کرتے تھے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَلَا تَعْجَبُوْنَ كَيْفَ يَصْرِفُ اللهُ عَنِّيْ شَتْمَ قُرَيْشٍ وَلَعْنَهُمْ يَشْتِمُوْنَ مُذَمَّمًا وَيَلْعَنُوْنَ مُذَمَّمًا وَأَنَا مُحَمَّدٌ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3533

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہارے لیے یہ بات قابل تعجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے قریش کی گالیوں اور لعنت ملامت کو کیسے دور فرماتے ہیں قریشی لوگ مذمم کو گالم گلوچ اور لعنت کرتے ہیں حالانکہ میں تو محمد ہوں۔

4: ناشائستہ اور نازیبا القابات (ساحر، کاہن، شاعر اور مجنون وغیرہ) سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے: فَكَذَّبُوْهُ وَ آذُوْهُ وَ رَمَوْهُ بِالسِّحْرِ وَالشِّعْرِ وَالْكَهَانَةِ وَالْجُنُوْنِ قریش کے اوباشوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کو جھٹلایا (کہ تم اپنی بات میں العیاذ باللہ جھوٹے ہو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیتیں اور تکلیفیں دیں مزید یہ کہ آپ کو ساحر (جادوگر) شاعر (فرضی، خیالی اور غیر تحقیقی باتیں کرنے والا) کاہن (نجومی) اور مجنون (دیوانہ، نامعقول باتیں کرنے والا) کہتے۔

5: مردوں کے ساتھ ساتھ بعض عورتیں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو و مذمت کرتی تھیں۔ ابولہب کی بیوی ام جمیل آپ کو مذمم کہہ کر پکارتی۔ اسی طرح ابن خطل کی دو لونڈیاں تھیں جو گانا گا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتی تھیں۔

كَانَتَا تُغَنِّيَانِ بِهِجَاءِ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ترجمہ: ابنِ خطل کی دو لونڈیاں (فَرْتَنیٰ اور قَرِیبَہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہجو (بدگوئی) کیا کرتی تھیں۔

چند مظلوم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم:

اسلام کی تبلیغ، ترویج، نفاذ اور اشاعت میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی لازوال قربانیوں کا بہت اہم کردار ہے۔ بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں پر طرح طرح کے ظلم ہوئے۔ ان میں سے صرف چند ایک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مختصر سا تذکرہ پیش خدمت ہے۔

1: حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر ظلم:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تعداد 38 ہوگئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے اعلان و اظہار کے متعلق اصرار

کے ساتھ عرض کی۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جب تعداد اور مقدار میں کچھ اضافہ ہو جائے تو نیک مقاصد کے حصول کے لیے اگلا قدم اٹھالینا چاہیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا أَبَا بَكْرٍ إِنَّا قَلِيْلٌ۔

ابو بکر! ابھی ہماری تعداد کم ہے۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ معروضی حالات کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیے۔

حضرت ابو بکر بار بار اصرار کرتے رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آمادہ ہو گئے اور ہر قبیلے کے مسلمان مسجدِ حرام کے ارد گرد جمع ہو گئے۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: چھوٹے اگر کسی نیک اور مشروع کام کی اصرار کے ساتھ اجازت مانگیں اور اس میں فوائد بھی ہوں تو اس کی اجازت دے دینی چاہیے۔

2: نیک کام میں معاونت اور دشمنوں کے سامنے موجودہ افرادی قوت کا مظاہرہ کیا جا سکتا ہے۔

قَامَ أَبُوْبَكْرٍ فِي النَّاسِ خَطِيْبًا وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسًا فَكَانَ أَوَّلَ خَطِيْبٍ دَعَا إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِلَى رَسُولِهٖ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَثَارَ الْمُشْرِكُونَ عَلَى أَبِيْ بَكْرٍ وَعَلَى الْمُسْلِمِيْنَ فَضَرِبُوْا فِيْ نَوَاحِي الْمَسْجِدِ ضَرْبًا شَدِيْدًا وَوُطِئَ أَبُو بَكْرٍ وَضُرِبَ ضَرْبًا شَدِيْدًا

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اظہارِ اسلام کے لیے کھڑے ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی مجلس میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے خطیب ہیں جنہوں نے لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلایا۔ مشرکین (نے جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی باتیں سنیں تو) ابو بکر اور دوسرے مسلمان کو مارنے کے لیے ٹوٹ پڑے۔ مسجد حرام میں انہیں بری طرح مارا اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تو اتنا زیادہ مارا کہ انہیں اپنے پیروں تلے روند ڈالا۔

انہی مشرکوں میں ایک عتبہ بن ربیعہ بھی تھا جس نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو اپنے جوتوں کے ساتھ اتنی بے دردی سے مارنا شروع کیا کہ آپ کی ناک چہرے کے ساتھ چپٹی ہو کر رہ گئی۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: بڑوں کی موجودگی اور سرپرستی میں چھوٹوں کو کام کرنے کا موقع ملے تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

2: دینی کام کی وجہ سے مشکلات آئیں تو اس کی وجہ سے عزت کم نہیں ہوتی بلکہ بڑھ جاتی ہے۔

کچھ دیر بعد آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلے بنو تیم والے وہاں پہنچے اور مشرکین کو آپ رضی اللہ عنہ سے دور ہٹایا۔ آپ کو ایک کپڑے میں ڈالا اور اٹھا کر آپ کے گھر پہنچایا۔ آپ اس قدر زخمی ہو چکے تھے کہ انہیں آپ کی موت یقینی نظر آنے لگی۔

اس کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کے قبیلے والے مسجد حرام میں آئے اور خاندانی طور پر بدلے کا اعلان کرتے ہوئے کہا:

وَاللهِ لَئِنْ مَاتَ أَبُوْ بَكْرٍ لَنَقْتُلَنَّ عُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ

اللہ کی قسم! اگر ابو بکر (انہی زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے) فوت ہو گئے تو ہم (اس کے بدلے میں) عتبہ بن ربیعہ کو مار ڈالیں گے۔

بہر حال! وہ (بدلے کا اعلان کرنے کے بعد) آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، آپ رضی اللہ عنہ کے والد ابو قحافہ اور آپ کے قبیلے بنو تیم کے لوگ آپ سے برابر باتیں کرتے لیکن آپ زخموں سے نڈھال ہونے کی وجہ سے جواب نہ دے سکتے تھے یہاں تک کہ شام کے وقت کچھ ہوش آیا تو جسم کے زخموں کی پرواہ کیے بغیر سب سے پہلے یہی بات پوچھی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ یہ عشق و محبت کی وہ زبان ہے جو صرف اہل دل سمجھ سکتے ہیں۔

اس پر آپ کے قبیلہ والوں کو آپ نے ملامت کی کہ پہلے بھی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی وجہ سے تمہاری یہ حالت ہوئی ہے اب پھر انہی کا پوچھ رہے ہو؟ اور آپ کو اکیلا چھوڑ کر چل دیے۔

اور آپ کی والدہ ام الخیر بنت صخر سے کہنے لگے:

اُنْظُرِيْ أَنْ تُطْعِمِيْهِ شَيْئًا أَوْ تَسْقِيْهِ إِيَّاهُ

دیکھو! انہیں کچھ کھلا پلا دینا۔ آپ کی والدہ آپ کے پاس آئیں اور کھانے پینے کا اصرار کیا۔ لیکن آپ رضی اللہ عنہ نے بھوک کی پرواہ کیے بغیر ان سے فرمایا: پہلے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ ام الخیر کہنے لگی: بخدا! مجھے آپ کے دوست کی کچھ خبر نہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ ام جمیل بنت خطاب کے پاس جائیں اور ان سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت دریافت کر کے آئیں۔

ام الخیر؛ ام جمیل کے پاس آئیں اور کہا: ابو بکر آپ سے محمد بن عبد اللہ کی خیریت کے بارے پوچھ رہا ہے۔ ام جمیل نے رازداری اور خوف کی وجہ سے کہا کہ میں نہ ابو بکر کو جانتی ہوں اور نہ محمد بن عبد اللہ کو۔ ہاں اگر تم چاہو تو میں تمہارے بیٹے کے پاس چل سکتی ہوں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ بطور رازداری بات چھپائی جاسکتی ہے۔

فائدہ: یہ ام جمیل بنت خطاب رضی اللہ عنہا؛ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن ہیں۔ اولین مسلمانوں میں شامل ہیں۔ ایک اور مشرکہ عورت ام جمیل کے نام سے مشہور تھی وہ ابو جہل کی بیوی تھی۔

ام الخیر نے کہا کہ ضرور تشریف لے چلیں۔ ام جمیل ساتھ آئیں اور آکر آپ رضی اللہ عنہ کو دیکھا: ابو بکر (نڈھال) پڑے ہوئے ہیں اور شدتِ تکلیف سے قریب المرگ ہیں۔ ام جمیل آپ رضی اللہ عنہ کے قریب آئیں اور کہا:

اللہ کی قسم! جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ فاسق اور کافر ہیں۔ اور مجھے پورا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں سے آپ کا انتقام ضرور لیں گے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقام کی فکر کیے بغیر ان سے فرمایا کہ (ان باتوں کو چھوڑو)! مجھے پہلے یہ بتاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟

ام جمیل نے (آہستہ سے) کہا: آپ کی والدہ سن رہی ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آپ ان کی پرواہ نہ کریں۔ (کیونکہ ابو بکر کا گھرانہ کسی صورت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا راز فاش نہیں کرے گا۔)

تب ام جمیل نے کہا: سَالِمٌ صَالِحٌ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (بحمد اللہ) صحیح سالم ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اب اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ ام جمیل نے کہا کہ دار ارقم میں۔(ام الخیر اور ام جمیل دونوں نے آپ رضی اللہ عنہ سے کچھ کھانے پینے کے لیے اصرار کیا تو) حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فَإِنَّ لِلّٰهِ عَلَيَّ أَنْ لَّا أَذُوْقَ طَعَامًا أَوْ شَرَابًا أَوْ آتِيَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

میں نے اللہ سے عہد کیا ہے کہ جب تک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر نہ ہو جاؤں (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیر وعافیت سے دیکھ نہ لوں) اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا اور نہ کچھ پیوں گا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی یہ باتیں سن کر ام الخیر اور ام جمیل کھلانے پلانے سے مایوس سی ہو گئیں۔ کچھ دیر توقف کیا یہاں تک کہ لوگوں کی آمد ورفت ختم ہو گئی اور یہ دونوں آپ رضی اللہ عنہ کو لے کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کے پہنچیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جونہی بارگاہ نبوی میں پہنچے، دارارقم میں داخل ہوئے اور زخمی حالت ہی میں وہیں بیٹھ گئے۔

أَكَبَّ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ فَقَبَّلَهٗ وَأَكَبَّ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُوْنَ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا بوسہ لینے کے لیے آپ پر (شفقت ومحبت کی وجہ سے) جھک پڑے اور دیگر مسلمان بھی آپ پر (بوسہ لینے کے لیے) جھک پڑے۔

آپ رضی اللہ عنہ کی حالت دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید رقت طاری ہو گئی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان، اب مجھے کوئی تکلیف نہیں۔

فائدہ: اس سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

1: تبلیغ دین کے لیے مشقت برداشت کرنے والوں کا حق بنتا ہے کہ ان کی دلجوئی کی جائے۔

2: جب مقصود حاصل ہو جائے تو تکالیف مفقود ہو جاتی ہیں۔

2: حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر ظلم:

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ جب اسلام لائے تو آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے آپ کو پکڑ کر رسیوں سے باندھ دیا اور کہا:

تَرْغَبُ عَنْ مِلَّةِ آبَائِكَ إِلٰى دِيْنِ مُحَمَّدٍ؟ واللهِ لَا أُحُلُّكَ أَبَدًا حتّٰى تَدَعَ مَا أَنْتَ عَلَيْهِ۔ فَقَالَ عُثْمَانُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وَاللهِ لَا أَدَعُهُ أَبَدًا وَلَا أُفَارِقُهُ

تو اپنے آباء و اجداد کا دین چھوڑ کر محمد کے دین کی اتباع کرتا ہے؟ اللہ کی قسم! میں تجھے اس وقت تک نہیں کھولوں گا جب تک تو اس دین محمدی کو نہ چھوڑ دے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں بھی کبھی اس دین کو نہیں چھوڑوں گا اور نہ اس سے جدا ہوں گا۔

3: حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما پر ظلم:

حضرت عمار بن یاسر، آپ کے والد یاسر اور آپ کی والدہ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہم کو اہل بیت اسلام کا لقب دیا گیا ہے۔ بنو مخزوم کے لوگ ان تینوں کو طرح طرح کی تکلیفیں دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

صَبْرًا يَا آلَ يَاسِرٍ، فَإِنَّ مَوْعِدَكُمُ الْجَنَّةُ۔

یاسر کے خاندان والو! صبر کرو تم سب کے لیے جنت کا وعدہ ہے۔

حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جو پہلے پہل اسلام لائے اور معاشرتی طور پر طاقت ور لوگوں کے مقابلے میں کمزور تھے۔ مکہ میں آپ رضی اللہ عنہ کو طرح طرح کی تکلیفیں دی گئیں یہاں تک کہ مشرکین نے آپ کو جلتی ہوئی آگ میں ڈالا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر وہاں سے ہوا ان کے سر پر اپنا دست شفقت پھیرا اور آگ کو مخاطب کر کے فرمایا:

يَا نَارُ كُوْنِي بَرْدًا وَسَلَامًا عَلٰى عَمَّارٍ كَمَا كُنْتِ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ

اے آگ (میرے) عمار پر ایسی ہی ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جا جیسے تو ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی۔

4: حضرت خَبَّاب رضی اللہ عنہ پر ظلم:

حضرت خباب رضی اللہ عنہ پر مشرکین نے بہت زیادہ ظلم کیا، آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

أَخَذُوْنِيْ فَأَوْقَدُوْا لِيْ نَارًا ثُمَّ سَلَقُوْنِيْ فِيْهَا ثُمَّ وَضَعَ رَجُلٌ رِجْلَهٗ عَلٰى صَدْرِيْ فَمَا اتَّقَيْتُ الْأَرْضَ إِلَّا بِظَهْرِيْ قَالَ: ثُمَّ كَشَفَ خَبَّابٌ عَنْ ظَهْرِهٖ فَإِذَا هُوَ قَدْ بَرَصَ

مشرکین نے مجھے پکڑا، میرے واسطے آگ جلائی پھر مجھے اس میں ڈال دیا، ایک شخص نے میرے سینے پر اپنا پاؤں رکھا (تاکہ حرکت نہ کر سکوں) یہاں تک کہ میری پیٹھ کے نیچے آگ بجھ گئی اور زمین ٹھنڈی ہو گئی پھر حضرت خباب رضی اللہ عنہ نے اپنی کمر سے کپڑا اہٹایا تو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ آپ کی پیٹھ برص کے داغوں کی طرح داغ دار تھی۔

5: حضرت زُبیر بن عَوّام رضی اللہ عنہ پر ظلم:

حضرت زُبیر بن عَوّام رضی اللہ عنہ پر مشرکین نے بہت ظلم کیا جب آپ نے اسلام کا اظہار کیا تو آپ کا چچا آپ کو ایک چٹائی میں باندھ دیتا اور آگ کا دھواں دیتا اور آپ سے مطالبہ کرتا کہ دوبارہ کفر کی طرف آؤ۔ آپ رضی اللہ عنہ جواب دیتے

لَا أَكْفُرُ أَبَدًا

میں کبھی بھی کفر اختیار نہیں کروں گا۔

6: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ پر ظلم:

ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین آپس میں کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ قریش کو کسی نے بلند آواز سے قرآن نہیں سنایا۔ ہم میں سے کون ہے جو یہ کام کرے؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: میں سناؤں گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کی کہ آپ کے بارے ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ لوگ آپ کو اذیت و تکلیف دیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ کوئی ایسا شخص ہو جس کا قوم قبیلہ (طاقتور) ہو جو اسے مشرکین سے بچا بھی سکے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

دَعُوْنِيْ فَإِنَّ اللّٰهَ سَيَمْنَعُنِيْ مِنْهُمْ

چھوڑو! مجھے جانے دو۔ اللہ تعالیٰ مجھے ان سے بچا لیں گے۔

چنانچہ آپ دوپہر کے وقت قریش کے پاس گئے اور بلند آواز سے سورۃ الرحمٰن کی تلاوت شروع فرمائی۔ قریش نے کچھ تامل کیا اور ایک دوسرے سے پوچھنے لگے کہ ابن ام عبد (عبد اللہ بن مسعود) کیا کہہ رہا ہے؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں (قرآن کریم) اسی کو پڑھ رہا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ آپ کو

مارنے کے لیے اٹھے

يَضْرِبُوْنَ وَجْهَهٗ وَهُوَ مُسْتَمِرٌّ فِيْ قِرَاءَتِهٖ

آپ رضی اللہ عنہ کے چہرے پر زور زور سے پیٹنے لگے اور آپ بھی برابر سورۃ الرحمٰن کی تلاوت کرتے رہے یہاں تک کہ آپ نے اس سورۃ کا اکثر حصہ تلاوت کر لیا۔ جب آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے پاس واپس آئے تو آپ کی یہ حالت تھی کہ قریشیوں نے آپ کے چہرے کا چمڑا ادھیڑ دیا تھا۔

7: حضرت ابو ذر غِفاری رضی اللہ عنہ پر ظلم:

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ قبیلہ بنو غفار (غ کے نیچے زیر ہے) سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام سکھلایا، میں نے قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھ لیا تھا۔

ایک دن میں نے عرض کی:

يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّيْ أُرِيْدُ أَنْ أُظْهِرَ دِيْنِيْ

اے اللہ کے رسول! میں چاہتا ہوں کہ اپنے دین (اسلام قبول کرنے کا کھلے عام) اظہار کروں۔

کیونکہ مشرکین حرم میں بتوں کی عبادت کرتے تھے جو کہ سراسر غلط تھا، صحابہ اللہ کی عبادت کرنا چاہتے تھے جو کہ سراسر حق تھا۔ وجہ ظاہر ہے کہ بیت اللہ مرکز توحید ہے نہ کہ شرک کی جگہ۔

فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنِّيْ أَخَافُ عَلَيْكَ أَنْ تُقْتَلَ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس حوالے سے مجھے آپ کے قتل ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے بار بار اصرار کرنے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔

فائدہ: یہاں ایک شبہے کا ازالہ ضروری ہے بعض لوگ اس اجازت کو خودکشی کی اجازت پر محمول کر لیتے ہیں۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی والد اپنے بیٹے سے کہے کہ گاڑی نہ چلاؤ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں نقصان نہ ہو جائے۔ لیکن بیٹا یقین دہانی کراتا ہے کہ میں سمجھ دار ہوں، گاڑی صحیح چلاتا ہوں، آپ تسلی رکھیں اللہ خیر کرے گا۔ والد اپنے بیٹے کو گاڑی دے دیتا ہے، خدانخواستہ ایکسیڈنٹ ہو جائے اور وہ بیٹا اسی میں فوت ہو جائے تو کوئی

بھی والد کو قاتل نہیں کہے گا۔ کیونکہ روکنا احتیاط کی وجہ سے تھا اور گاڑی دے دینا ضرورت کی وجہ سے تھا۔

ایک دن میں مسجد میں آیا وہاں قریش جمع تھے میں نے ان سب کے سامنے اپنے اسلام کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ، وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

قریشیوں نے جب یہ سنا تو میری طرف لپکے مجھے مارتے مارتے سرخ بت کی طرح لہولہان کر دیا اور اپنے خیال میں مجھے قتل کر کے چھوڑ دیا۔

8: حضرت حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ پر ظلم:

حضرت حارث بن ابی ہالہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے رَبِیب (بیوی کے سابقہ شوہر کے بیٹے کو کہتے ہیں) تھے۔ یعنی ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پہلے شوہر کے بیٹے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش و تربیت میں تھے۔ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد حرام میں دعوت اسلام دے رہے تھے قریشیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر مارا کہ آپ کی چیخ کی آواز گھر تک سنائی دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لیے دوڑے ہوئے آئے:

فَعَطَفُوْا عَلَيْهِ فَقُتِلَ۔

قریشی ان پر جھپٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ آپ وہیں شہید ہو گئے۔ آپ پہلے وہ مسلمان مرد ہیں جو اسلام کی راہ میں شہید ہوئے۔

فائدہ: اسلام میں پہلا شہید ہونا الگ بات ہے اور اسلام کی کسی جنگ میں پہلا شہید ہونا الگ بات ہے۔

9: حضرت بلال رضی اللہ عنہ پر ظلم:

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ پر مشرکین نے بہت ظلم کیے۔ پہلے آپ رضی اللہ عنہ مکہ کے مشہور سردار اُمَیَّہ بن خلف کے غلام تھے۔ بعد میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کو خرید کر آزاد کر دیا تھا۔ جب دوپہر کا وقت ہوتا اور شدید گرمی پڑتی تو امیہ بن خلف انہیں مکہ کی اس وقت کی شہری آبادی سے نکال کر پتھریلی زمین پر لے آتا۔

ثُمَّ يَأْمُرُ بِالصَّخْرَةِ الْعَظِيْمَةِ فَتُوْضَعُ عَلٰى صَدْرِهٖ، ثُمَّ يَقُوْلُ لَهٗ: لَا وَاللهِ! لَا تَزَالُ هٰكَذَا حَتّٰى تَمُوْتَ أَوْ

تَكْفُرَ بِمُحَمَّدٍ وَتَعْبُدَ اللَّاتَ وَالْعُزّٰى فَيَقُوْلُ وَهُوَ فِيْ ذٰلِكَ الْبَلَاءِ: أَحَدٌ أَحَدٌ.

پھر حکم دیتا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے سینے پر بھاری پتھر کی چٹان رکھ دی جائے (تاکہ آپ حرکت نہ کر سکیں) پھر آپ رضی اللہ عنہ سے کہتا کہ اللہ کی قسم! جب تک تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کا) انکار نہیں کروگے اور لات وعُزّٰی (بتوں کے نام ہیں) کی عبادت نہیں کروگے اس وقت تک اسی عذاب میں رہوگے یہاں تک کہ تم مر جاؤ گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس حالت میں توحید پر اپنے ایمان کی پختگی کا ثبوت پیش کرتے ہوئے فرماتے: اللہ وحدہ لاشریک ہے اللہ وحدہ لاشریک ہے۔

10: حضرت ابو فُکَیْہَہ رضی اللہ عنہ پر ظلم:

حضرت ابو فُکَیہہ (صحیح تلفظ فکیہہ کے ف پر پیش اور ک پر زبر ہے) رضی اللہ عنہ پر مشرکین نے بہت ظلم کیا۔ آپ صفوان بن اُمَیَّہ کے غلام تھے۔ ایک مرتبہ اُمَیَّہ بن خلف نے آپ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں رسی باندھی اور آپ کو گھسیٹ کر سخت تپتی ہوئی زمین پر ڈال دیا۔ پھر جُعل نامی بت کے سامنے لے کر گیا اور کہا:

أَلَيْسَ هٰذَا رَبُّكَ؟ کیا یہی تیرا رب نہیں ہے؟

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَللّٰهُ رَبِّيْ خَلَقَنِيْ وَخَلَقَكَ۔ اللہ میرا رب ہے اُسی نے مجھے بھی پیدا کیا اور تجھے بھی۔

اس پر اُمَیَّہ بن خلف کو غصہ آیا اور آپ رضی اللہ عنہ کا گلا گھونٹنا شروع کیا اتنے میں اُمَیَّہ بن خلف کا بھائی اُبَیّ بن خلف وہاں آنکلا اور اُمَیَّہ بن خلف سے کہا:

زِدْهُ عَذَابًا حَتّٰى يَأْتِيْ مُحَمَّدٌ فَيُخَلِّصُهٗ بِسِحْرِهٖ

اسے مزید اذیت دو یہاں تک کہ خود محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کو اپنے (العیاذ باللہ) جادو کے ذریعے چھڑانے آئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے سینے پر بھاری چٹان رکھ دی گئی جس کی وجہ سے آپ کی حالت یہ ہوگئی کہ

فَدَلَعَ لِسَانُهٗ فَلَمْ يَزَلْ عَلٰى تِلْكَ الْحَالِ حَتّٰى ظَنُّوْا أَنَّهٗ قَدْ مَاتَ

شدت تکلیف کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی زبان باہر کو نکل آئی آپ رضی اللہ عنہ کو ایسے ہی تکلیف دی جاتی رہی یہاں تک کہ انہوں (تکلیف دینے والوں) نے یقین کر لیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر چکی ہے۔

اس کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، آپ کو خرید کر آزاد فرمادیا۔

یہ تھی اس وقت کے حالات کی ایک جھلک، جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس قدر ظلم و ستم، تشدد اور صعوبتوں کو برداشت کر کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے استقامت علی الدین کا ایسا مظاہرہ کیا، جس کی مثال ملنا ناممکن ہے۔

قریش کی پیشکش:

مشرکین مکہ نے جب سارے ظلم و ستم کر کے دیکھ لیے اور اس بات کا کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا کہ ظلم و ستم کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت سے مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہے تو چند سردار اکٹھے ہوئے جن میں ابو جہل، عتبہ، شیبہ، ولید بن مغیرہ، اُمَیَّہ بن خلف اور اسود بن المطلب کے نام نمایاں ہیں۔ مشورہ میں یہ طے پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مال و دولت، عزت، عورت، سرداری اور بادشاہت کی پیش کش کی جائے۔

گفتگو کے لیے قریش نے عتبہ بن ربیعہ کو منتخب کیا جو سحر، کہانت اور شعر گوئی میں بڑا نام رکھتا تھا۔ عتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا: اے محمد! ہم آپ کے اعلیٰ حسب و نسب اور لائق فائق ہونے کے قائل ہیں لیکن افسوس کہ آپ نے نئی بات کہہ کر پوری قوم میں تفریق پیدا کر دی ہے۔ ہمارے معبودوں کی برائیاں بیان کرتے ہو۔ ہمارے آباء واجداد کو احمق و نادان کہتے ہیں اس لیے میں آپ سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوالولید! کہیں میں آپ کی بات سننے کے لیے تیار ہوں۔

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ مخالف کی بات کو توجہ سے سنا جائے اور اپنی بات کو واضح طور پر پیش کیا جائے۔ دوران گفتگو کسی کی بات کو نہ ٹوکا جائے۔

عتبہ کہنے لگا کہ اے میرے بھائی! آپ کا ان باتوں سے کیا مقصد ہے؟

- اگر آپ مال و دولت چاہتے ہیں تو ہم سب مل کر آپ کے لیے اتنا مال و دولت اکٹھا کریں گے کہ بڑے سے بڑا رئیس بھی آپ کی برابری نہیں کر سکے گا۔
- اگر آپ کسی حسین و جمیل لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہیں تو ہم شادی کرانے کے لیے تیار ہیں۔

- اگر آپ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کو اپنا سردار بنالیں تو ہم اس کے لیے بھی تیار ہیں۔
- اگر آپ حکومت وریاست چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا باشادہ بنانے کو بھی تیار ہیں۔
- اگر آپ پر کوئی آسیب وغیرہ ہے تو ہم آپ کا علاج کرانے کو تیار ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوٹوک موقف:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ کے خاموش ہونے پر حٰمٓ السجدۃ کی ابتدائی 13 آیات تلاوت فرمائیں۔ جب آپ تلاوت فرمارہے تو اس وقت عتبہ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے توجہ سے سنتا رہا جب آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی فَاِنۡ اَعۡرَضُوۡا فَقُلۡ اَنۡذَرۡتُكُمۡ صٰعِقَةً مِّثۡلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوۡدَ

ترجمہ: اگر وہ اب بھی منہ موڑے رکھیں تو آپ فرما دیجیے کہ میں تمہیں ایسی آفت سے ڈراتا ہوں جیسی آفت عاد وثمود پر آئی تھی۔

تو عتبہ نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک پر رکھ دیا اور صلہ رحمی کا حوالہ اور قسم دیتے ہوئے کہا: ان پر رحم فرمائیں۔ عتبہ کو ڈر لگا کہ کہیں عاد وثمود کی طرح ہم پر بھی ابھی عذاب نازل نہ ہو جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عتبہ جو کچھ میں نے کہنا تھا کہہ لیا، تم نے سن لیا اب تمہیں اختیار ہے۔

عتبہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ، تلاوت اور گفتگو کا بہت گہرا اثر ہوا۔ جب وہاں سے واپس آیا تو ابو جہل نے اسے دیکھتے ہی کہا: عتبہ صابی (بے دین) ہو گیا ہے۔ عتبہ نے کہا: میں نے محمد کا کلام سنا ہے۔ اللہ کی قسم! وہ شعر نہیں، سحر نہیں اور کہانت نہیں۔ (کیونکہ وہ خود ان تمام چیزوں کو اچھی طرح جاننے والا تھا) وہ تو کوئی اور چیز ہے میری بات مانو تو محمد کو اپنے حال پر چھوڑ دو۔

اگر عرب نے محمد کو ہلاک کر دیا تو تمہیں کسی فکر کی ضرورت نہیں تمہاری مراد پوری ہو جائے گی اور اگر محمد عرب پر غالب آگئے تو ان کی عزت تمہاری عزت ہے اور ان کی حکومت تمہاری حکومت ہے اس لیے کہ وہ تمہاری ہی قوم کے ہیں۔ قریش نے کہا: اے ابو الولید! محمد نے تم پر جادو کر دیا ہے۔

مشق نمبر 4

مختصر جواب تحریر کریں:

1. آپ ﷺ پر پہلی وحی کب اتری؟
2. حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے تسلی آمیز کلمات کیا تھے؟
3. ورقہ بن نوفل کون تھا؟
4. فترت وحی کسے کہتے ہیں؟
5. نزول وحی کے بعد سب سے پہلے کس چیز کی تعلیم دی گئی؟
6. وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْأَقْرَبِيْنَ کا معنیٰ کیا ہے؟
7. جب آپ ﷺ نے دعوت دین کا ارادہ فرمایا تو ابولہب نے کیا کہا؟
8. آزاد مردوں اور خواتین میں سب سے پہلے کون ایمان لایا؟
9. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دعوت پر مسلمان ہونے والے تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام لکھیں۔
10. قریش کے بڑے سردار کون سے تھے؟ تین کے نام لکھیں۔
11. جناب ابو طالب کے دعوت دین سے منع کرنے پر آپ ﷺ کا جواب کیا تھا؟
12. وفد قریش ابو طالب کے پاس کتنی بار آیا؟
13. ولید بن مغیرہ نے آپ ﷺ سے گفتگو کے بعد قریش سے کیا کہا؟
14. آپ ﷺ کو کس طرح کی تکالیف دی گئیں؟
15. جسمانی اور زبانی تکلیف کا ایک ایک واقعہ تحریر کریں۔
16. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اعلانیہ دعوت کے اصرار پر آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟
17. تشدد کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر کھانا کھانے کے لیے اصرار کیا گیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے کیا فرمایا؟
18. کس صحابی کے لیے آپ ﷺ نے آگ کے ٹھنڈا ہونے کی دعا کی؟

19. اہلِ بیتِ اسلام کا لقب کن حضرات کو ملا؟

20. ظلم وستم میں ناکامی ہوئی تو سرداران قریش نے کیا مشورہ کیا؟

21. لالچ کی پیشکش پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب کیا تھا؟

22. عتبہ نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کلام سنا تو کیا کہا؟

خالی جگہ پر کریں:

1. غار حرا مکہ سے........... میل دور ایک پہاڑی میں واقع ہے۔
2. پہلی وحی کے نزول کے وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک........... تھی۔
3. وحی لانے والے فرشتے........... ہیں۔
4. سورۃ المزمل کے نزول کے بعد........... کا حکم نازل ہوا۔
5. آزاد مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے........... ہیں۔
6. اگر میرے دائیں ہاتھ پر........... اور بائیں ہاتھ پر........... رکھ دیں تو بھی میں دین کی دعوت سے باز نہیں آؤں گا۔
7. ابو طالب آپ ﷺ کے........... ہیں۔
8. بچوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے........... ہیں۔
9. قریش نے آپ ﷺ کی........... کرنا شروع کی۔
10. قریش نے آپ ﷺ کو بہت زیادہ........... دیں۔
11. صحابہ کرام ﷺ نے دین پر........... کا مظاہرہ کیا۔
12. اگر آپ چاہتے ہیں تو ہم آپ کو اپنا........... بنالیں تو ہم اس پر بھی راضی ہیں۔

درست جواب کی نشاندہی کریں:

آپ ﷺ خدا کی یاد میں مصروف رہتے:

غار ثور میں   غار حرا میں   جبل احد

پہلی وحی کے وقت آیات نازل ہوئیں:

تین پانچ سات

پہلی وحی کے بعد تعلیم دی گئی:

وضو اور نماز تلاوت اور نماز نماز اور روزے

سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا:

خواجہ ابو طالب نے جناب عبد المطلب نے ابو لہب نے

سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صدا پر لبیک کہا:

سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ

وفد قریش کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں مطالبہ کیا تھا:

دعوت سے باز آئیں قریش کا ساتھ دیں اعلانیہ دعوت دیں

ولید بن مغیرہ نے قرآنی آیات سن کر قوم کو رائے دی:

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بات مان لو مخالفت کرو کچھ نہ کہو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف دی گئیں:

جسمانی لسانی دونوں

"يَا اَبَا بَكْرٍ اِنَّا قَلِيْلٌ" کا معنی ہے:

اے ابو بکر ہم زیادہ ہیں اے ابو بکر ہم کم ہیں اے ابو بکر صبر کرو

يٰنَارُ كُوْنِىْ بَرْدًا وَّ سَلٰمًا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کس کے بارے میں تھا:

حضرت خباب رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ

وہ پہلے مسلمان مرد جو اسلام کی راہ میں شہید ہوئے:

ابو بکر رضی اللہ عنہ حارث بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ

سن 5 نبوی

خاتم النبیین ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پہلی ہجرت حبشہ

سن 6 نبوی

خاتم النبیین ﷺ کا مکہ مکرمہ میں قائم کردہ پہلا دینی مدرسہ؛ دارِ ارقم

اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی دوسری ہجرت حبشہ

پہلی ہجرتِ حبشہ:

اگر کسی علاقے میں اسلامی احکامات پر عمل کرنا دشوار ہو جائے تو وہاں سے ہجرت کر کے دوسری جگہ جانا جہاں اللہ تعالیٰ کی عبادت آزادی اور پر امن طریقے سے ہو سکے؛خواہ وہ غیر مسلم ریاست ہو وہاں چلا جانا بہتر ہے۔

اعلانِ نبوت کے پانچویں سال رجب المرجب کے مہینے میں حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا۔ حبشہ؛ عرب کے جنوب میں واقع مشرقی افریقہ کا ایک ملک ہے۔"حبشہ" اصل میں عربی نام ہے یونانی میں اسے "ایتھوپیا" کہتے ہیں اور دنیا کے موجودہ نقشہ میں بھی اسے "ایتھوپیا"ہی کے نام سے جانا جاتا ہے۔ حبشی زبان میں بادشاہ کو "نجوس" کہتے ہیں اور حبشی زبان کے اس لفظ کو عربی زبان میں پڑھتے وقت "نجوش" کہا جاتا ہے، اسی سے "نجاشی" ہے۔ حبشہ کے ہر بادشاہ کو نجاشی کہا جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اس ملک پر جو شخص حکمران تھا اس کا نام اَصحَمَ بن اَبُجَر رضی اللہ عنہ تھا۔ یہ حضرت جعفر طَیّار رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے نہ آسکے۔ جب ان کے فوت ہونے اطلاع مدینہ منورہ آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی غائبانہ نمازِ جنازہ ادا کی جو حقیقتاً حاضرانہ تھی۔

متعدد احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کے جنازہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کر دیا گیا تھا۔ عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی تمہارے بھائی حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ انتقال کر گئے ہیں، کھڑے ہو جاؤ، ان کی نماز جنازہ ادا کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کے پیچھے صفیں بنالیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار تکبیریں کہیں، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم یہی سمجھ رہے تھے کہ حضرت نجاشی رضی اللہ عنہ کا جسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے ہے۔

الغرض! 11 مردوں اور 4 خواتین پر مشتمل چھوٹا سا قافلہ مکہ مکرمہ کو الوداع کہتے ہوئے حبشہ کی طرف روانہ ہوا۔ جو مہاجرین حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے، اگرچہ وہ حبشہ میں احکام اسلام پر عمل کرنے میں مکمل آزاد تھے لیکن اس کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت اور اپنے وطن کی یاد انہیں ستاتی تھی۔

ایک روز انہیں کہیں سے یہ خبر ملی کہ کفار و مشرکین نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر لی ہے اور وہ

سب مسلمان ہو گئے ہیں۔ خبر سننے کے بعد سب لوگ واپسی کی تیاری کرنے لگے کہ بنو کنانہ کا ایک شخص وہاں پہنچا اور اس نے بتایا کہ تم لوگوں تک جو خبر پہنچی ہے وہ جھوٹ ہے مکہ کے کفار و مشرکین اب بھی اسلام دشمنی پر ویسے ہی قائم ہیں۔

خبر سنانے والا بنو کنانہ کا وہ شخص تو چلا گیا لیکن مہاجرین سوچ میں پڑ گئے کہ آخر معاملہ کیا ہے؟ چنانچہ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہونا چاہیے۔ مہاجرین نے مکہ مکرمہ کی طرف واپسی کی راہ لی اور ہر شخص کسی نہ کسی قریشی سردار کی پناہ لے کر اپنے آبائی وطن میں داخل ہوا۔

دارِ ارقم:

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ ساتویں یا دسویں نمبر پر اسلام لانے والے بدری صحابی ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں 55 ھ میں وفات پائی۔ آپ کا گھر بیت اللہ کے قریب صفا پہاڑی پر تھا جو لوگ مسلمان ہو چکے تھے ان کو وحی کی تعلیمات سکھلانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کے مکان پر تشریف لاتے۔ یوں کہہ لیجیے کہ یہ مکہ مکرمہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم کردہ پہلا دینی مدرسہ تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے قبول اسلام سے پہلے مسلمان اسی جگہ پر خفیہ طور پر عبادت کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیت اللہ میں دعا فرمائی:

اَللّٰھُمَّ أَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ - اے اللہ اسلام کو عمر (بن خطاب) کے ذریعے عزتیں عطا فرما۔

اللہ تعالیٰ نے مراد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے تکمیل میں عمر کو اسلام کی دولت سے نواز دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ چالیسویں نمبر پر اسلام لائے۔

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب سیدنا عمر ایمان لائے تو جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! عمر کے اسلام لانے پر اہلِ آسمان (یعنی فرشتوں) نے بھی خوشی منائی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مسلمان ہونے کے بعد مسلمان کھلم کھلا عبادت کرنے لگے۔

دوسری ہجرت حبشہ:

کفار و مشرکین مکہ اپنی زیادتیوں سے باز نہ آئے اور اہل اسلام کو مسلسل ظلم و ستم کا نشانہ بناتے رہے چنانچہ

بعثت کے چھٹے سال کی شروعات میں دوبارہ حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ملا۔ پہلے کی بنسبت اس بار حبشہ کی طرف جانا خاصا مشکل کام تھا کیونکہ کفار و مشرکین مکہ نے مکہ سے باہر جانے والے تمام راستوں پر سخت پہرے بٹھا دیے تاکہ کوئی مکہ سے باہر نہ نکلنے پائے۔ ان تمام تر سختیوں کے باوجود 83 مرد؛ 20 خواتین کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے حبشہ ہجرت کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ کفار مکہ نے شاہِ حبشہ نجاشی کی طرف عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ کو تحائف دے کر روانہ کیا تاکہ وہ مہاجرین کی واپسی پر نجاشی کو کسی طور آمادہ کریں۔

کفارِ قریش کا یہ وفد شاہِ حبشہ کے دربار میں پہنچا اور مسلمانوں کے خلاف ایسی باتیں کیں جو مسلمانوں میں پائی نہیں جاتی تھیں۔ یہ باتیں سن کر بادشاہ نے سخت غصے میں کہا:

"جن لوگوں نے اپنا ملک چھوڑ کر میرے ملک اور مجھ پر بھروسہ کیا ہے۔ میں ان کے ساتھ بے وفائی نہیں کر سکتا۔ تم لوگ کل آنا اس معاملے میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔"

دوسرے دن بادشاہ نجاشی نے تمام مسلمانوں کو دربار میں بلایا۔ وہاں کفارِ قریش کے سفیر عمرو بن العاص اور عبد اللہ بن ربیعہ بھی موجود تھے۔ بادشاہ نے مسلمانوں سے کہا:

"یہ تم نے کیا کر دیا کہ اپنی قوم کا دین چھوڑ دیا اور میرے دین کو بھی قبول نہ کیا اور نہ ہی دنیا کے کسی دین کو اختیار کیا۔ آخر تمہارا دین کیا ہے؟"

بادشاہِ حبشہ نجاشی کی یہ بات سن کر حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے فوراً جواب دیا:

"اے بادشاہ! ہم ہر طرح کی برائیوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم میں ایک رسول بھیجا جس کے نسب، سچائی، امانت داری اور پاک دامنی کے ہم گواہ تھے۔ اس نے ہمیں ایک معبود؛ اللہ کی طرف بلایا اور ہم نے اس کی بات مان لی کہ جس کی پوری زندگی پاک دامنی کا نمونہ ہے اور جس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اس نے ہمیں برائیوں، غلط کاموں اور بت پرستی سے روکا۔ نیکیوں کی نصیحت کی اور سیدھا راستہ دکھایا تو ہم اس پر ایمان لے آئے۔"

اس پر شاہ نجاشی نے کہا: "تمہارے نبی پر جو کلام اترا ہے اس میں سے ہمیں بھی کچھ سناؤ۔"

حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی آیات پڑھ کر سنائیں جس سے بادشاہ بے حد متاثر ہوا۔

جب کفار کے وفد کو نامرادی کا منہ دیکھنا پڑا تو انھوں نے پینترا بدلتے ہوئے ایک اور سازش سوچی۔ وہ یہ

کہ بادشاہ عیسائی ہے اور پورا ملک حبشہ عیسائیت کا پیروکار ہے تو کیوں نہ بات کو مذہبی رنگ میں پیش کیا جائے۔ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بندہ قرار دیتے ہیں جبکہ عیسائی انہیں اللہ کا بیٹا کہتے ہیں۔ اس لیے اس بارے میں بادشاہ کے دربار میں بات کی جائے۔ پھر جب نجاشی کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے مسلمانوں کا عقیدہ پتا چلے گا تو وہ انہیں اس جرم کی پاداش میں قتل کر دے گا، سخت سزا دے گا یا پھر ملک بدر کر دے گا۔ یہ سوچ کر عمرو بن العاص نے عبد اللہ بن ربیعہ سے مشورہ کیا۔

عبد اللہ بن ربیعہ نے اس بارے میں بطور مشورہ کے کہا کہ ایسا نہ کرو۔ لیکن عمرو بن عاص نے جو ترکیب سوچی ہوئی تھی اس پر ڈٹ گیا اور دوسرے دن پھر دربار نجاشی میں جا پہنچا اب کی بار اس نے مقدمے میں ابنیت مسیح اور عبدیت مسیح کا کیس داخل کیا۔ اس نے شاہ نجاشی سے کہا:

”اے بادشاہ! ان مہاجرین سے حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کے بارے میں پوچھیں۔ یہ اُن کو اللہ کا بندہ قرار دیتے ہیں۔“

شاہ نجاشی نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے فرمایا:

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی طرف سے ایک کلمہ (کلمہ کن) اور روح ہیں (روح الامین حضرت جبریل علیہ السلام کی پھونک کے توسط سے پیدا ہوئے) جسے اللہ نے کنواری مریم پر القاء فرمایا تھا۔“

یہ جواب سن کر نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا:

”اللہ کی قسم! جو تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سے ایک تنکے کے برابر بھی زیادہ نہیں۔“

فریقین کی ساری گفتگو سننے کے بعد شاہ نجاشی نے حکم دیا:

”مکہ کے سفیروں کے تحفے واپس کر دیے جائیں، مجھے ان کی ضرورت نہیں۔“

چنانچہ کفار مکہ کا وفد ناکام و نامراد واپس مکہ آ گیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم وہاں ہی رہے۔ ان میں سے چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم غزوہ بدر سے پہلے مدینہ منورہ پہنچ گئے۔ باقی غزوہ خیبر کے موقع پر خیبر میں آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔

سن 7، 8 اور 9 نبوی

خاتم النبیین صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ کفار مکہ کا تین سالہ معاشرتی مقاطعہ

معجزہ شق القمر

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ارادہ ہجرتِ حبشہ:

مشرکین کے ظلم و ستم اور اسلام پر عمل کرنے میں شدید مشکلات کی وجہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بھی ارادہ کیا کہ وہ حبشہ چلے جائیں۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

فَلَمَّا ابْتُلِيَ الْمُسْلِمُونَ خَرَجَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا نَحْوَ أَرْضِ الْحَبَشَةِ حَتَّى إِذَا بَلَغَ بَرْكَ الْغِمَادِ لَقِيَهُ ابْنُ الدَّغِنَةِ وَهُوَ سَيِّدُ الْقَارَةِ فَقَالَ أَيْنَ تُرِيدُ يَا أَبَا بَكْرٍ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَخْرَجَنِي قَوْمِي فَأُرِيدُ أَنْ أَسِيحَ فِي الْأَرْضِ وَأَعْبُدَ رَبِّي قَالَ ابْنُ الدَّغِنَةِ فَإِنَّ مِثْلَكَ يَا أَبَا بَكْرٍ لَا يَخْرُجُ وَلَا يُخْرَجُ إِنَّكَ تَكْسِبُ الْمَعْدُومَ وَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَحْمِلُ الْكَلَّ وَتَقْرِي الضَّيْفَ وَتُعِينُ عَلَى نَوَائِبِ الْحَقِّ فَأَنَا لَكَ جَارٌ، ارْجِعْ وَاعْبُدْ رَبَّكَ بِبَلَدِكَ فَرَجَعَ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3905

ترجمہ:　جب اہل اسلام آزمائشوں کا شکار ہوئے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے حبشہ ہجرت کرنے کا ارادہ کیا اور برک الغماد تک پہنچ بھی چکے تھے تو وہاں قبیلہ قارہ کے سردار اِبنُ الدَّغِنَہ سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا ابو بکر کہاں جارہے ہو؟ آپ نے فرمایا: مجھے میری قوم نے نکلنے پر مجبور کر دیا ہے تو میں نے ارادہ کیا ہے کہ یہ زمین چھوڑ کر حبشہ چلا جاؤں تاکہ اپنے رب کی عبادت کر سکوں۔ اِبنُ الدَّغِنَہ نے کہا: اے ابو بکر! آپ جیسے لوگ نہ از خود نکلتے ہیں اور نہ ہی نکالے جانے چاہییں آپ لوگوں کو وہ چیزیں دیتے ہیں جو ان کے پاس نہیں ہوتیں۔ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں، لوگوں کے اخراجات وغیرہ کا بوجھ اٹھاتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور جھگڑوں میں حق والوں کی مدد کرتے ہیں۔ اِبنُ الدَّغِنَہ کہنے لگے: میں آپ کو پناہ دیتا ہوں آپ واپس لوٹ جائیں اور اپنے شہر میں رب کی عبادت کریں۔ تو آپ واپس آ گئے۔

فائدہ:　غور فرمائیں کہ ابن الدغنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے جو اوصاف بیان کیے ہیں بعینہ (الفاظ کی تقدیم و تاخیر کے ساتھ) وہی ہیں جو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان فرمائے تھے۔ معلوم ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہ نبوت کے اوصاف کا مظہر تھے۔

تین سالہ معاشرتی مقاطعہ:

حضرت عمر اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہما اسلام لا چکے تھے۔ جس کی وجہ سے کفر پر ایک رُعب پڑا۔ اس لیے اب دشمنی کو آخری شکل دینے کی تیاریاں شروع کی گئیں اور وہ یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو قتل کر دیا جائے۔ کھلم کھلا قتل کرنے سے قبائلی جنگ شروع ہونے کا خطرہ تھا جس میں قریش کا نقصان بھی یقینی تھا اس لیے خفیہ طور پر قتل کی سازشیں شروع ہوئیں۔

خواجہ ابو طالب نے ممکنہ طور پر پیش آنے والے ان خطرات کو بھانپا۔ انہیں صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا خطرہ نہیں تھا بلکہ خاندانِ بنی ہاشم کے اور لوگوں کے متعلق بھی یہ خطرہ تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے گا۔ ابو طالب کے بڑے بیٹے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اگرچہ حبشہ چلے گئے تھے اور وہاں محفوظ تھے لیکن چھوٹے بیٹے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے۔

ابو طالب نے خاندان کے لوگوں سے مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے؟ طے یہ پایا کہ مکہ شہر کے ماحول سے الگ کسی محفوظ مقام کی پناہ لی جائے۔ "خَیْف بنی کِنَانَہ" کے نام سے مکہ سے دور پہاڑوں کے بیچ میں بنو ہاشم کا ایک موروثی رقبہ پڑا ہوا تھا۔ مشورے میں طے ہوا کہ اسی جگہ پناہ لی جائے اسی خیف بنی کنانہ کو "شعب ابی طالب" بھی کہتے ہیں۔

ابو طالب کی دعوت پر بنو ہاشم اور بنو المطلب کے لوگوں نے آپ کا ساتھ دیا۔ سوائے ابو لہب کے؛ وہ بقیہ قریش کا حامی رہا۔

ابو طالب شعب ابی طالب میں پہنچ کر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی نگرانی فرماتے رہے۔ راتوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سونے کی جگہوں کو بدلتے رہتے۔

قریش کے سرداروں نے اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، بنو ہاشم اور ان کے تمام حامیوں (حضرت ابو بکر اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما وغیرہ) کے ساتھ تعلقات ختم کر دیے جائیں۔ منصور بن عکرمہ نے معاہدے کو تحریری شکل دی جس میں یہ لکھا:

"بنو ہاشم جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کے لیے ہمارے حوالے نہ کر دیں اس وقت تک ان سے میل جول، نکاح و بیاہ اور خرید و فروخت کے تمام معاملات ختم۔" سرداران قریش نے اس پر دستخط کیے اور یہ معاہدہ

بیت اللہ کے اندرونی جانب رکھ دیا گیا۔

منصور بن عکرمہ جس نے یہ معاہدہ لکھا تھا اس پر اللہ کی جانب سے یہ عذاب آیا کہ جس ہاتھ سے اس نے تحریر لکھی تھی اس کا وہ ہاتھ بالکل شل ہو گیا۔ یہ معاشرتی مقاطعہ نبوت کے ساتویں سال یکم محرم کے دن شروع ہوا جو تقریباً تین سال تک رہا۔ یہ شعب ابی طالب کے محصورین کے لیے انتہائی تکلیف دہ عرصہ رہا۔

ایک مرتبہ حکیم بن حزام بن خویلد بن اسد (رضی اللہ عنہ، فتح مکہ کے موقع پر اسلام لائے) اپنی پھوپھی ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک غلام کے ہمراہ کچھ سامان اور غلہ لے جا رہے تھے کہ ابو جہل نے انہیں دیکھ لیا اور کہا: کیا تم بنو ہاشم کے لیے غلہ لے جا رہے ہو؟ میں تمہیں کسی صورت نہیں لے جانے دوں گا اور تمام لوگوں کے سامنے تمہیں رسوا کروں گا۔

اتفاق سے اَبُو البَختَری کو سارے واقعے کا علم ہوا تو اس نے ابو جہل سے کہا: ایک شخص اپنی پھوپھی کے لیے غلہ بھیج رہا ہے تو تم کیوں مزاحمت کرتے ہو؟ ابو جہل کو یہ سن کر غصہ آیا اور ابوالبختری کو گالیاں بکنے لگا۔ ابوالبختری نے اونٹ کی ایک ہڈی اٹھائی اور ابو جہل کو اتنے زور سے دے ماری کہ اس کے سر سے خون بہنے لگا۔ ابو جہل کی تکلیف اس وقت اور بڑھ گئی جب اسے معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ ہونے والے اس واقعے کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ دیکھ رہے ہیں۔

یہ زمانہ طویل ہو گیا اور تین سال کا عرصہ مکمل ہونے کو آیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین درختوں کے پتے کھا کھا کر اور کھجوروں کی گٹھلیاں چوس چوس کر گزارہ کر رہے تھے۔ بھوک و پیاس کی شدت سے بچوں کے بلبلانے کی آوازیں باہر سنائی دیتیں تو سنگدل لوگ ان چیخوں کو سن کر خوش ہوتے۔ لیکن کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہیں محصورین خصوصاً بچوں کی ایسی حالت پر ترس آتا اور آپس میں کہتے کہ کیا تمہیں نظر نہیں آتا کہ منصور بن عکرمہ پر کیسی آفت آئی ہے، اس لیے اسے کالعدم قرار دیا جائے۔

سب سے پہلے ہشام بن عمرو بن ربیعہ کو خیال آیا کہ ہم تو اپنی مرضی اور آزادی کے ساتھ جو چاہیں کھائیں، پییں، پہنیں اور ہمارے عزیز و اقارب دانے دانے کو ترسیں اور فاقوں پر مجبور ہوں۔ جب رات ہوتی تو ایک اونٹ پر غلہ اور کچھ سامان رکھ کر شعب ابی طالب میں لے جا کر چھوڑ دیتے۔

مقاطعہ ختم کرانے کی کوشش:

معاشرتی مقاطعہ کو ختم کرنے کے لیے ہشام بن عمرو (فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ رضی اللہ عنہ) نے اپنے خیال کا اظہار زہیر بن امیہ (فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئے۔ رضی اللہ عنہ) سے کیا وہ تیار ہوا تو یہ دونوں مطعم بن عدی کے پاس گئے وہ بھی ان کے ہم ذہن بنے۔ ہشام؛ ابوالبختری کے پاس آیا اسے بھی اپنا ہم ذہن بنانے میں کامیاب ہوا اور بعد میں زمعۃ بن الاسود کو اپنا ہم ذہن بنالیا۔

ان پانچ افراد (ہشام بن عمرو، زہیر بن امیہ، مطعم بن عدی، ابوالبختری اور زمعہ بن الاسود) نے اس ظالمانہ عہد کو توڑنے پر اپنی اپنی آمادگی کا اظہار کیا اور طے پایا کہ کل جب لوگ جمع ہوں تو اس میں یہ معاملہ اٹھایا جائے۔ زہیر نے کہا کہ ابتداء میں کروں گا۔

دوسرا دن آیا، لوگ جمع ہوئے۔ زہیر نے اپنی بات شروع کی: اے اہل مکہ! بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم لوگ تو آزادی کے ساتھ جو چاہیں کھائیں، پییں، پہنیں اور جہاں چاہیں نکاح کریں اور بنو ہاشم فاقوں سے مرنے پر مجبور ہوں۔ اللہ کی قسم! جب تک یہ معاہدہ پھاڑ نہ دیا جائے میں اس وقت تک (چین سے) نہیں بیٹھوں گا۔ ابوجہل کہنے لگا کہ یہ خدا کا عہد نامہ کبھی نہیں پھاڑا جا سکتا۔

اس پر زمعہ بن الاسود نے کہا: اللہ کی قسم! ضرور پھاڑا جائے گا، جس وقت یہ لکھا گیا تھا ہم اس وقت بھی اس پر راضی نہیں تھے۔ ابوالبختری نے زمعہ کی بات کی تائید کی۔ مطعم نے کہا کہ یہ دونوں سچ کہتے ہیں۔ ہشام نے ان سب کی تائید کی۔ ابوجہل ساری صورتحال کو دیکھ کر کہنے لگا کہ یہ منظم اور منصوبہ بند پروگرام لگتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی:

ادھر یہ گفتگو ہو رہی تھی دوسری طرف اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کو اس بات کی خبر دی کہ معاشرتی مقاطعہ پر مبنی معاہدہ (جسے بیت اللہ کے اندر محفوظ رکھا گیا تھا) کو سوائے اللہ کے ناموں اور ابتدائی طور پر لکھے جانے والے کلام بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ کے؛ دیمک نے چاٹ لیا ہے۔

ابوطالب نے یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا اور کہا کہ میرے بھتیجے کی بات غلط نہیں ہو سکتی۔ اسی پر فیصلہ کر لیتے ہیں اگر محمد کی خبر سچی نکلی تو تم ظلم سے باز آجانا اور اگر خبر درست نہ ہوئی تو پھر تمہاری مرضی۔ قریشیوں

نے کہا کہ ابو طالب آپ نے انصاف کی بات کی ہے۔

عہد نامہ منگوایا گیا، دیکھا تو واقعی سوائے اللہ تعالیٰ کے ناموں کے باقی حروف کو دیمک نے چاٹ لیا تھا۔ قریش کے سر ندامت اور شرمندگی سے جھک گئے۔ اس طرح اس ظالمانہ عہد نامے کا خاتمہ ہوا۔

معجزہ شق القمر:

ایک مرتبہ مشرکین مکہ کے چند سردار ابو جہل، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، ولید بن مغیرہ، اسود بن عبد یغوث، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود اور اسود بن المطلب وغیرہ جمع ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو چاند دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔ رات کا وقت تھا، چودھویں رات کا چاند اپنے جوبن پر تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں یہ معجزہ دکھلا دوں تو کیا تم لوگ ایمان لے آؤ گے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہم ایمان لے آئیں گے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اسی وقت چاند دو ٹکڑوں میں بٹ گیا ایک اَبِي قُبَيْس نامی پہاڑ پر جبکہ دوسرا قُعَيْقِعَان نامی پہاڑ پر۔ کافی دیر تک لوگ اسے دیکھتے رہے۔ حیرت کا یہ عالم تھا کہ لوگ اپنی آنکھوں کو بار بار کپڑے سے پونچھتے اور چاند کو غور سے دیکھتے تو انہیں بالکل صاف طور پر چاند دو ٹکڑوں میں دکھائی دیتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے فرماتے کہ اس حقیقت کے گواہ رہنا گواہ رہنا۔ تقریباً عصر تا مغرب کے درمیانی وقت کی مقدار کے برابر چاند اسی حالت پر رہا اور پھر دوبارہ آپس میں مل گیا۔

مشرکین کی بوکھلاہٹ:

مشرکین نے ایمان لانے کے بجائے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جادو کر دیا ہے۔ اس لیے باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو اور ان سے پوچھو کیونکہ یہ ناممکن ہے کہ محمد تمام لوگوں پر جادو کر دیں۔ ہاں اگر آنے والے مسافر بھی اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے اس کی گواہی دیں تو سچ مان لینا ورنہ یہی سمجھنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جادو کیا ہے۔ مسافروں سے پوچھا گیا، مختلف اطراف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ واقعی ہم نے چاند کو دو ٹکڑوں میں دیکھا ہے۔ مگر ان شہادتوں کے باوجود بھی مشرکین مکہ ایمان نہ لائے اور کہا کہ یہ ایک ایسا جادو ہے جس کا اثر عنقریب زائل ہو جائے گا۔

سن 10 نبوی

خاتم النبیین ﷺ کی زوجہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور چچا جناب ابو طالب کی وفات

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح، سفر طائف، جنات کا قبول اسلام

عامُ الحُزن:

قریش کا معاشرتی مقاطعہ ختم ہوا تو چند دن بعد رمضان المبارک یا شوال المکرم میں چند دنوں کے فرق سے ابو طالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات ہوگئی۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا فطرتاً بت پرستی سے بیزار، سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والی خاتون تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت وحمایت میں زندگی گزارنے والی، کڑے حالات میں تسلی دینے والی، آپ پر اپنی ساری دولت لٹانے والی اور آپ کو معاشی وگھریلو افکار سے بے نیاز کرنے والی بیوی تھیں۔ خواجہ ابو طالب اگرچہ اسلام نہ لائے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار اور وفادار تھے۔ یکے بعد دیگرے دونوں کی وفات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت صدمہ پہنچا کہ غمگسار بیوی اور ہمدرد چچا چل بسے۔ تاریخ میں اس سال کو "عام الحزن" کہتے ہیں۔ یعنی غم کا سال۔

فائدہ: اس سال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دو گہرے غم ملے۔ اسی کے بارے میں بتایا جارہا ہے کہ یہ غموں والا سال تھا، اس کو منانے کا حکم نہیں دیا جارہا۔

سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح:

ان حالات کے پیش نظر حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی اہلیہ سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کو ایک غمگسار رفیقہ حیات کی ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! کیونکہ پہلے تو گھر بار کا انتظام اور بال بچوں کی پرورش سب کچھ خدیجہ کیا کرتی تھیں۔ اس پر خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی: کیا میں آپ کے لیے کہیں نکاح کا پیغام دے دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بالکل مناسب بات ہے خواتین اس کام کے لیے موزوں ہوتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس جگہ پیغام دینے کا خیال ہے؟ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یارسول اللہ اگر آپ کسی کنواری سے نکاح فرمانا پسند کریں تو آپ کے نزدیک تمام مخلوق میں جو سب سے زیادہ محبوب ہے یعنی ابو بکر، اُس کی بیٹی عائشہ موجود ہے ان سے نکاح فرمالیں اور اگر کسی بیوہ سے نکاح فرمانا چاہیں تو سودہ بنتِ زمعہ موجود ہے جو آپ پر ایمان بھی لاچکی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں جگہ پیغام دے دیں۔

سیدہ خولہ اور سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا کی باہمی گفتگو:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اجازت ملی تو سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا پہلے سیدہ سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور کہا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ پر خیر وبرکت کے دروازے کھول دیے ہیں، میں آپ کے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح لائی ہوں۔ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: ''میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائی ہوں، وہ میرے ہادی بھی ہیں اور میرے رہنما بھی، میری ذات کے متعلق انہیں مکمل اختیار ہے۔ وہ جو چاہیں فیصلہ فرمائیں۔''

سیدہ خولہ اور زمعہ رضی اللہ عنہا کی باہمی گفتگو:

سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا کو جب یہ معلوم ہوا کہ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا اس پر رضامند ہیں تو وہ آپ رضی اللہ عنہا کے بوڑھے والد زمعہ بن قیس کے پاس گئیں اور جاکر کہا کہ میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب کی طرف سے آپ کی بیٹی کے لیے نکاح کا پیغام لائی ہوں۔ زمعہ نے یہ سن کر کہا:

هُوَ كُفُوٌ كَرِيْمٌ

وہ واقعی عزت دار اور جوڑ کا رشتہ ہے۔

بے شک میری بیٹی کی خوش قسمتی ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس رشتے کے لیے سب سے زیادہ موزوں ہیں لیکن آپ اس کی رائے بھی معلوم کر لیں۔ اس پر سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں نے ان سے بات کی ہے اور انہیں یہ رشتہ قبول ہے۔

زمعہ بن قیس نے سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کی اجازت طلب کی اور کہا: میری لخت جگر! خولہ بنت حکیم مجھ سے کہتی ہیں کہ محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب نے تجھے نکاح کا پیغام بھیجا ہے کیا تو اس کے لیے راضی ہے؟ دیکھ بیٹی! میرے نزدیک تو وہ نہایت عزت دار گھرانہ ہے اگر تو بھی راضی ہو تو میں اس معاملہ کو پکا کر دوں؟ سیدہ سودہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا کہ جی ابو جان! میری رائے بھی یہی ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں تشریف لے گئے اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے والد زمعہ بن قیس نے آپ کا نکاح پڑھایا اور 400 درہم حق مہر مقرر ہوا۔

سَفرِ طائف:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب وفات پا گئے تو قریش کی دشمنی مزید بڑھ گئی وہ جو کچھ اب تک نہ کر سکتے تھے اب کرنے لگے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے باہر نظر دوڑائی۔

طائف مکہ سے تقریباً 86 کلو میٹر کے فاصلے پر خوب صورت وادی، زرخیز باغات اور پہاڑوں سے مزین علاقہ ہے۔ مکہ کے سرداروں نے یہاں کوٹھیاں بنا رکھی تھیں۔ قبیلہ ثقیف یہاں آباد تھا، یہ عرب کا طاقتور قبیلہ تھا، قریش کی اس قبیلہ سے رشتہ داریاں بھی تھیں۔ تین بھائی عبد یالیل، مسعود اور حبیب اس قبیلہ کے سردار تھے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فریضۂ تبلیغ کے لیے یہاں پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ تھے۔ دس دن یہاں قیام فرمایا اور عوام وخواص کے سامنے دین اسلام پیش کیا۔ معززین علاقہ کے مکانوں پر تشریف لے گئے اور انہیں دعوت اسلام قبول کرنے کو کہا لیکن سب نے بے رخی کا مظاہرہ کیا۔ آخر کار آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں کے سرداروں عبد یالیل، مسعود اور حبیب کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے سامنے اپنے آنے کا مقصد واضح فرمایا لیکن انہوں نے آپ کی دعوت کو نہ صرف ٹھکرایا بلکہ نہایت گستاخانہ رویہ اپناتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مذاق اڑایا۔

ایک نے کہا: اگر خدا تعالیٰ نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے تو وہ بیت اللہ کی عزت پامال کر رہا ہے۔ دوسرے نے کہا: اللہ کو تیرے علاوہ اور کوئی نہیں ملا جسے وہ رسول بنا کر بھیجتا؟ تیسرے نے کہا: اللہ کی قسم! میں تیرے ساتھ بات نہیں کرتا اگر تو واقعی اللہ کا رسول ہے جیسا کہ تیرا دعویٰ ہے تو رسول کی شان یہ نہیں کہ اس سے بحث کی جائے اور اگر تو خدا پر جھوٹ بول رہا ہے تو میری شان یہ نہیں کہ تجھ جیسے جھوٹے سے بات کروں۔

اس کے بعد ان لوگوں نے طائف کے اوباشوں اور آوارہ گردوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو طائف کی گلیوں میں لے آئے۔ یہاں دونوں طرف لوگ صف بنائے پتھر ہاتھوں میں لیے کھڑے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر وہاں سے ہوا تو انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پتھر مارنا شروع کیے۔ سر مبارک سے لے کر پاؤں مبارک بلکہ نعلین مبارک تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم لہولہان ہو گئے۔ پنڈلیوں اور گھٹنوں پر گہرے زخم آئے۔ بدن مبارک سے خون مبارک بہتا بہتا قدموں تک پہنچا قدموں سے ہوتا ہوا

نعلین مبارک تک پہنچ گیا۔ نعلین اور قدمین آپس میں خون کی وجہ سے چپک گئے۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانے کے لیے کبھی آگے آتے کبھی دائیں بائیں اور کبھی پیچھے۔ ان کا سر بھی لہولہان ہو گیا۔ پتھروں کی برستی بارش میں کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ جاتے تو طائف والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر آپ کو دوبارہ کھڑا کر دیتے۔ چند قدم چلتے پھر بیٹھ جاتے اور وہ دوبارہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بغلوں میں ہاتھ ڈال کر کھڑا کرتے اور پتھر برساتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے ہوش کر گر پڑے تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھایا۔ قریب ہی کچھ پانی تھا وہاں لے گئے تا کہ خون صاف کریں۔ کچھ دیر بعد طبیعت کچھ سنبھلی تو قریب میں ایک باغ تھا، وہاں انگور کی سایہ دار بیل کے نیچے تھوڑی دیر لیٹ گئے اور معبود برحق کی بارگاہ میں عابد حق پرست بن کر مناجات و دعا میں مشغول ہو گئے۔

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا مانگی جسے دعائے مستضعفین بھی کہا جاتا ہے، وہ یہ ہے:

اللّٰهُمَّ إِلَيْكَ أَشْكُوْ ضُعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ أَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ أَنْتَ رَبُّ الْمُسْتَضْعَفِيْنَ إِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ إِلٰى عَدُوٍّ بَعِيْدٍ يَتَجَهَّمُنِيْ . أَيْ: يَلْقَانِيْ بِغِلْظَةٍ وَ وَجْهٍ كَرِيْهٍ عَلٰى مَا فِي النِّهَايَةِ: أَمْ إِلٰى صَدِيْقٍ قَرِيْبٍ كَلَّفْتَهُ أَمْرِيْ إِنْ لَمْ تَكُنْ غَضْبَانًا عَلَيَّ فَلَا أُبَالِيْ غَيْرَ أَنَّ عَافِيَتَكَ أَوْسَعُ لِيْ أَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِيْ أَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَيْهِ أَمْرُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ أَنْ يَنْزِلَ بِيْ غَضَبُكَ أَوْ يَحِلَّ بِيْ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِكَ

مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، رقم الحدیث: 5253

ترجمہ: اے اللہ! میں آپ کو اپنی کمزوری، بے بسی اور لوگوں کے نزدیک بے قدری کا دُکھڑا سناتا ہوں۔ اے ارحم الراحمین! آپ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والے ہیں۔ آپ عاجز اور کمزور لوگوں کے رب ہیں، آپ میرے بھی رب ہیں۔ اے اللہ! آپ نے مجھے کن لوگوں کے حوالے کر دیا، کیا کسی بیگانے دشمن کے حوالے کر دیا جو میرے ساتھ سختی سے پیش آتا ہے یا کسی قریبی دوست کے حوالے کیا جس کو آپ نے میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے؟ اے میرے اللہ! اگر آپ مجھ سے ناراض نہیں تو مجھے ان مصائب اور تکالیف کی پرواہ نہیں، ہاں البتہ آپ کی عافیت والی

نظر کرم کا میں زیادہ محتاج ہوں۔ میں آپ کی ذات کے اس نور کی برکت سے کہ جس نور سے تاریکیاں روشن ہو جاتی ہیں اور جس نور کی برکت سے دنیا اور آخرت کے معاملات ٹھیک ہو جاتے ہیں، اس بات کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ مجھ پر اپنا غصہ نازل کریں یا آپ کا عتاب میرے اوپر نازل ہو۔ اے اللہ! مجھے آپ ہی کی رضا اور خوشنودی چاہیے یہاں تک کہ آپ مجھ سے راضی ہو جائیں اور آپ کے علاوہ کسی کا کوئی زور اور کسی کی کوئی طاقت نہیں۔ یعنی آپ کی مدد کے بغیر ہم نہ تو کسی برائی سے بچ سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی بھلائی حاصل کر سکتے ہیں۔

عَنْ عُرْوَةَ رَحِمَهُ اللهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا زَوْجَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَدَّثَتْهُ أَنَّهَا قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلْ أَتَى عَلَيْكَ يَوْمٌ كَانَ أَشَدَّ مِنْ يَوْمِ أُحُدٍ قَالَ لَقَدْ لَقِيتُ مِنْ قَوْمِكِ مَا لَقِيتُ وَكَانَ أَشَدَّ مَا لَقِيتُ مِنْهُمْ يَوْمَ الْعَقَبَةِ إِذْ عَرَضْتُ نَفْسِي عَلَى ابْنِ عَبْدِ يَالِيلَ بْنِ عَبْدِ كُلَالٍ فَلَمْ يُجِبْنِي إِلَى مَا أَرَدْتُ فَانْطَلَقْتُ وَأَنَا مَهْمُومٌ عَلَى وَجْهِي فَلَمْ أَسْتَفِقْ إِلَّا وَأَنَا بِقَرْنِ الثَّعَالِبِ فَرَفَعْتُ رَأْسِي فَإِذَا أَنَا بِسَحَابَةٍ قَدْ أَظَلَّتْنِي فَنَظَرْتُ فَإِذَا فِيهَا جِبْرِيلُ فَنَادَانِي فَقَالَ إِنَّ اللهَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ (بَعَثَ اللهُ) إِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَأْمُرَهُ بِمَا شِئْتَ فِيهِمْ فَنَادَانِي مَلَكُ الْجِبَالِ فَسَلَّمَ عَلَيَّ ثُمَّ قَالَ يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فِيمَا شِئْتَ إِنْ شِئْتَ أَنْ أُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْأَخْشَبَيْنِ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 3231

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اے اللہ کے رسول! کیا آپ پر جنگ احد کے دن سے زیادہ تکلیف دہ دن بھی آیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں! مجھے آپ کی قوم سے بڑی بڑی تکلیفیں پہنچی ہیں اور میرے اوپر سب سے سخت دن عقبہ کا تھا۔ جب میں نے اپنی نبوت کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا۔ اس نے میری بات نہیں مانی۔ میں طائف سے واپس آیا اور پریشانی کے آثار میرے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے۔ چلتے چلتے میں نے اچانک دیکھا تو میں قرن الثعالب میں تھا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو بادل کی ایک ٹکڑی میرے اوپر سایہ کیے ہوئے تھی۔ اس میں؛ مَیں نے

جبرائیل علیہ السلام کو دیکھا۔ انہوں نے مجھے آواز دی اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ ہونے والی آپ کی قوم کی گفتگو کو سن لیا ہے اور پہاڑوں پر مامور فرشتے کو آپ کے پاس بھیجا ہے۔ آپ اس کو ان کافروں کے متعلق جو حکم دیں وہ اسے پورا کرے گا۔ ملک الجبال (پہاڑوں پر مامور فرشتے) نے مجھے سلام کیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ کی مرضی پر منحصر ہے اگر آپ چاہیں تو میں اَخْشَبَیْن پہاڑ کو اٹھا کر ان لوگوں کے اوپر رکھ دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہیں۔ بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگ پیدا فرمائیں گے جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔

قریب ہی مکہ کے مشہور سردار عتبہ اور شیبہ کا باغ تھا، اس وقت یہ دونوں بھائی وہاں موجود تھے۔ انہیں غیرت آئی کہ ہمارے شہر کے ایک معزز شخص سے طائف والوں نے بہت ناروا سلوک کیا ہے۔ ایک غلام کو انگوروں کے خوشے دے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ ان کا نام عداس تھا اور مذہباً عیسائی تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انگور پیش کیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو زبان مبارک پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم جاری ہو گیا۔ عداس کہنے لگے: یہاں کے لوگ تو الرحمٰن الرحیم نہیں کہتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کہاں کے ہو؟ جواب دیا کہ نینویٰ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہی نینویٰ جو میرے بھائی یونس (علیہ السلام) کا وطن تھا۔ وہ حیرت زدہ ہو کر پوچھنے لگے کہ آپ ان کو کیسے جانتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: میرے اور ان کے درمیان نبوت کا رشتہ ہے وہ بھی اللہ کے نبی تھے اور میں بھی اللہ کا نبی ہوں۔ عداس اسی وقت مسلمان ہو گئے۔ رضی اللہ عنہ۔ عداس کے قبول اسلام نے گویا آپ کے زخموں پر مرہم کا کام کیا۔ طائف سے واپسی پر جنات کی ایک جماعت نے بھی اسلام قبول کیا۔

جنات کی حاضری اور قبولِ اسلام:

طائف سے واپسی پر ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بطنِ نخلہ میں فجر کی نماز پڑھائی۔ بطن نخلہ سے آگے مقام عُکَاظ میں ایک میلہ لگتا تھا جس میں دکانیں بھی تھیں۔ لوگ دور دراز سے یہاں آتے اور خرید و فروخت کرتے تھے۔ ارادہ تھا کہ نماز پڑھا کر بازار میں دعوت دینے کے لیے جائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے تو نصیبین کے جنات کی ایک جماعت (جس میں سات جن تھے) وہاں سے گزری۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز

میں قرآن کریم کی تلاوت فرمارہے تھے انہوں نے سن لی۔

فائدہ: پہلے جنات اوپر جاتے اور کچھ خبریں سنتے تھے۔ پھر اس میں جھوٹ ملا کر کاہنوں کو بتاتے تھے۔ نزولِ قرآن کے بعد جب وہ اوپر جاتے تو ان کو شہاب ثاقب (ستاروں سے آگ کا شعلہ نکلتا جو ان کے جسموں میں سوراخ کر کے انہیں بھسم کر دیتا تھا) لگے اور خبریں آنا بند ہو گئیں۔ وہ اس کا سبب معلوم کرنے کے لیے ہر طرف پھیل گئے۔ اب انہیں شہابِ ثاقب لگنے کی وجہ معلوم ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتر رہا ہے اسی وجہ سے ہمیں اوپر جانے سے روک دیا گیا ہے۔

جنات قرآن سننے کے بعد واپس چلے گئے اور جا کر باقی جنات کو اس کی اطلاع دی اور خود مسلمان ہو گئے۔ ابھی تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا۔ سورۃ الجن نازل ہوئی تو معلوم ہوا کہ بہت سے جنات مسلمان ہو چکے ہیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ
عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

سن 11 نبوی

خاتم النبیین ﷺ کا سفر اسراء و معراج

اسراء ومعراج:

یہ سفر دو حصوں پر مشتمل ہے:

1: مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک، اسے "اسراء" کہتے ہیں۔

2: بیت المقدس سے لے کر عرشِ معلیٰ تک، اسے "معراج" کہتے ہیں۔

پہلے حصے کا ذکر قرآن مجید میں ہے (سورۃ الاسراء: 1) اور دوسرے حصے کا ذکر احادیثِ مشہور میں ہے۔ مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کا سفر براق کے ذریعے ہوا اور بیت المقدس سے آگے تک کا سفر ایک سیڑھی کے ذریعے ہوا، جس کی حقیقت وماہیت اللہ تعالیٰ جانتے ہیں۔

27ویں رجب المرجب کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم؛ اُمّ ھَانِی بنت ابی طالب رضی اللہ عنہا کے گھر پر آرام فرما تھے۔ ام ہانی؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چچازاد ہیں، حضرت علی اور حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہما کی سگی ہمشیرہ ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن بھی ہیں، آپ فتح مکہ کے موقع پر مسلمان ہوئیں۔ یکایک مکان کی چھت پھٹی، ملائکہ کے جھرمٹ میں جبریل امین علیہ السلام اُترے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نیم خوابی کے عالم سے مکمل بیداری کے عالم میں لائے اور مسجد حرام کی طرف لے گئے۔ وہاں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم حطیم کعبہ میں لیٹے اور سو گئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کیا اور زمزم کے کنویں پر لے گئے۔ وہاں لٹا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کو چاک کیا، قلب مبارک کو نکالا اور زمزم کے پانی سے دھویا۔ ایک سونے کا تشت لایا گیا جس میں ایمان وحکمت بھرا ہوا تھا۔ اس ایمان وحکمت سے آپ کے مبارک سینے کو بھر دیا گیا اور پھر سینہ مبارک کو سی دیا گیا۔ بعد ازاں براق لایا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر سوار کیا گیا۔ براق پر سفر شروع ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ سے بیت المقدس پہنچے۔ اس دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ، مدین، طور سیناء اور بیت اللحم اترے اور جبرائیل امین علیہ السلام کے کہنے پر ان مقامات میں دو دو رکعت نماز ادا فرمائی۔

اس زمینی سفر میں کئی واقعات پیش آئے:

صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: معراج کی رات میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوا، میں نے دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس رات مجھے معراج کرایا گیا میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ اپنے چہروں اور سینوں کو چھیل رہے تھے۔ میں نے جبریل علیہ السلام سے دریافت کیا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کے گوشت کھاتے ہیں (یعنی ان کی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی بے آبروئی کرنے میں لگے رہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا گزر ایسے لوگوں پر بھی ہوا جن کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے جیسے (انسانوں کے رہنے کے) گھر ہوتے ہیں ان میں سانپ تھے جو باہر سے ان کے پیٹوں میں نظر آرہے تھے۔ میں نے کہا کہ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا یہ سود کھانے والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے، کچل جانے کے بعد پھر ویسے ہی ہو جاتے، جیسے پہلے تھے۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری تھا، ختم نہیں ہو رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ لوگ فرض نماز میں سستی کرنے والے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے اور پیچھے چیتھڑے لپٹے ہوئے تھے اور اونٹ و بیل کی طرح چرتے اور کانٹے دار و خبیث درخت اور جہنم کے پتھر کھارہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوۃ ادا نہیں کرتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے بھی ہوا جن کے سامنے ایک ہانڈی میں پکا ہوا گوشت تھا اور ایک ہانڈی میں کچا اور سڑا ہوا گوشت رکھا تھا، یہ لوگ سڑا ہوا گوشت کھارہے تھے اور پکا ہوا گوشت نہیں کھارہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس حلال اور طیب عورت موجود ہے مگر وہ زانیہ اور فاحشہ عورت کے ساتھ شب باشی کرتے ہیں اور صبح تک اسی کے ساتھ رہتے ہیں اور وہ عورتیں ہیں جو حلال اور طیب شوہر کو چھوڑ کر کسی زانی اور بدکار شخص کے ساتھ رات گزارتی ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لکڑی دیکھی جو گزرنے والوں کے کپڑوں کو پھاڑ ڈالتی ہے۔ اس کے بارے میں جبریل امین نے بتایا کہ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو راستوں میں چھپ کر بیٹھتے ہیں اور ڈاکہ ڈالتے ہیں۔

ایک ایسے شخص پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا جس نے لکڑیوں کا بھاری گٹھا جمع کر رکھا ہے اور اس میں اُٹھانے کی ہمت نہیں پھر بھی لکڑیاں جمع کر کر کے گٹھے کو بڑھا رہا ہے۔ پوچھنے پر جبریل امین نے بتایا کہ یہ وہ شخص ہے جو صحیح طور پر امانت ادا نہیں کرتا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور باچھیں لوہے کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی تھیں جبریل نے بتایا کہ یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے بے عمل عالم ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر خوشبو والی جگہ سے ہوا جبریل نے بتایا کہ یہ جنت ہے اور بدبو والی جگہ جہنم سے بھی گزر ہوا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال اور داروغہ جہنم (جس کا نام مالک ہے) کو بھی دیکھا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک بڑھیا پر ہوا اور اس نے آپ کو آواز دی۔ حضرت جبریل نے عرض کی کہ آگے چلیے! پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک بوڑھے شخص پر ہوا، اس نے بھی آپ کو آواز دی۔ حضرت جبریل نے کہا آگے چلیے! اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک جماعت پر ہوا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ جبریل امین نے کہا کہ ان کے سلام کا جواب دیجیے۔ پھر عرض کی کہ بوڑھی عورت دنیا ہے اور بوڑھا مرد شیطان ہے۔ دونوں کا مقصد آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی طرف مائل کرنا تھا اور جس جماعت نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سلام کیا وہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اہل جنت کے احوال بھی مشاہدہ فرمائے۔ چنانچہ آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو ایک ہی دن میں بیج بوتے اور فصل کاشت کر رہے تھے ان کے بارے میں جبریل نے بتایا کہ یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت کے مجاہدین ہیں ان کی ایک نیکی سات سو نیکیوں سے بھی زیادہ ہو جاتی ہے اور یہ جو کچھ خرچ کرتے ہیں اللہ ان کو اس کا نعم البدل عطا فرماتا ہے۔ اسی طرح بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محلات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سفر میں دیکھے۔

بیت المقدس پہنچنے پر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھی۔ تمام انبیاء علیہم السلام پہلے ہی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں موجود تھے۔ ایک مؤذن نے اذان دی، پھر اقامت کہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام صف باندھ کر انتظار میں کھڑے تھے کہ کون امامت کرے گا؟! حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا۔ تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔ انبیاء علیہم السلام کی یہ نماز روح مع الجسد تھی۔

اس کے بعد حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دیگر ملائکہ کے ہمراہ آسمانوں کی طرف عروج فرمایا۔ آسمانوں پر مختلف انبیاء علیہم السلام سے ملاقات ہوئی۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ بعد ازاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سدرۃ المنتہیٰ کی طرف لے جایا گیا جو ساتویں آسمان پر ایک بیری کا درخت ہے۔ زمین سے جو چیز اوپر جاتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر جا کر رک جاتی ہے پھر وہاں سے اوپر اٹھائی جاتی ہے اور ملأ اعلیٰ سے جو چیز اترتی ہے وہ سدرۃ المنتہیٰ پر آکر ٹھہر جاتی ہے، پھر وہاں سے نیچے اترتی ہے۔ اس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل امین کو ان کی اصلی صورت میں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق جل مجدہ کے عجیب وغریب انوارات و تجلیات کا مشاہدہ کیا اور بے شمار فرشتے اور سونے کے پتنگے دیکھے جو سدرۃ المنتہیٰ کو گھیرے ہوئے تھے۔ سدرۃ المنتہی کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنت اور جہنم دکھائی گئی۔ اس کے بعد مقام صریف الاقلام پر پہنچے۔ لکھنے کے وقت قلم کی جو آواز پیدا ہوتی ہے اسے صریف الاقلام کہتے ہیں۔ ملائکہ امور الٰہیہ کی کتابت کر رہے تھے اور احکام خداوندی کو لوحِ محفوظ سے نقل کر رہے تھے۔

مقامِ صریف الاقلام سے آگے چل کر حجابات طے کرتے ہوئے بارگاہِ قدس میں پہنچے۔ یہاں دیدار خداوندی اور بلاواسطہ ہمکلامی کا شرف حاصل ہوا۔ یہ زیارت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آنکھوں سے کی ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین چیزیں تحفہ دیں:

1: پانچ وقت کی نمازیں

2: خواتیم سورۃ البقرۃ یعنی سورۃ البقرہ کی آخری آیتوں کا مضمون

3: یہ کہ آپ کی امت میں سے جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائے تو اللہ تعالیٰ اس کے کبیرہ گناہوں سے درگزر فرمائے گا یعنی کبیرہ گناہوں کے مرتکب کو کفار کی طرح ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں نہ ڈالے گا بلکہ اپنے فضل وکرم سے سزا دیے بغیر یا قانونِ عدل سے سزا دے کر جنت میں داخل فرمادے گا۔

اس کے بعد آسمانوں سے واپسی ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اولاً بیت المقدس میں اترے۔ وہاں سے براق پر سوار ہو کر صبح ہونے سے پہلے ہی مکہ پہنچ گئے۔ صبح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ واقعہ قریش کے سامنے بیان کیا تو لوگ حیران ہو گئے، بعض نے تالیاں بجائیں اور ازراہِ تعجب کہا کہ ایک رات میں اتنا لمبا سفر کیسے طے ہو سکتا ہے؟! جن لوگوں نے بیت المقدس دیکھا ہوا تھا تو وہ اس کے متعلق سوال کرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے حجابات اٹھا کر بیت المقدس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں کے سامنے کر دیا اور آپ نے ان لوگوں کے سوالات کے صحیح صحیح جوابات دیے۔

سفر معراج کے دو حصے:

سفر معراج کے دو حصے ہیں:

1: بیت اللہ سے لے کر بیت المقدس تک

2: بیت المقدس سے لے کر آسمانوں تک

پہلا حصہ نص قرآنی سے ثابت ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ دوسرا حصہ خبر مشہور سے ثابت ہے اور اس کا منکر کافر نہیں بلکہ مبتدع اور گمراہ ہے۔

صبح اٹھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رات والے واقعے کو بیان کیا تو قریشی جھٹلانے لگے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس گئے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر انہوں نے یہ بات کہی ہے تو سچ فرمایا ہے۔ اس پر قریشی لوگ کہنے لگے کہ کیا تم اس بات کی بھی تصدیق کرتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ میں تو اس سے بھی زیادہ عجیب باتوں کی تصدیق کرتا ہوں اور وہ یہ کہ آسمانوں سے آپ کے پاس خبر آتی ہے۔ اسی وجہ سے سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ کا لقب "صدیق" پڑ گیا۔

قبیلہ خزرج کے چھ افراد کا قبول اسلام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دعوت اسلام کو مسلسل آگے بڑھاتے رہے۔ ایام حج میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جو قبائل حج کرنے کے لیے آتے آپ ان سے ملتے اور دعوت اسلام دیتے۔ اسلام کی خوبیاں بیان کرتے اور انہیں بتاتے کہ میں آخری نبی ہوں۔

نبوت کے گیارہویں سال ایک بار یَثْرِبْ (مدینہ طیبہ) کے باسی (قبیلہ خزرج کے) چند لوگ آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسبِ عادت شریفہ ان کے سامنے اسلام کے محاسن بیان کیے چونکہ ان آنے والے لوگوں نے مدینہ کے یہودیوں سے یہ بات سن رکھی تھی کہ ایک نبی عرب میں مبعوث ہونے والے ہیں انہوں نے آپس میں کہا کہ یہ وہی نبی ہے جن کے بارے میں کتب سابقہ میں شہادتیں موجود ہیں اور اسی مجلس میں اسلام قبول کر لیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: ہم تو آپ پر ایمان لے آئے یہودیوں سے ہمارا اکثر تنازع ہوتا رہتا ہے اگر آپ اجازت دیں تو واپس جا کر یہودیوں کو بھی اسلام کی دعوت دیں؟ اگر وہ بھی اس دعوت کو قبول کر لیں تو ہم اور وہ متفق ہو جائیں گے اور آپ سے زیادہ کوئی عزیز نہ ہو گا۔ یہ کل 6 افراد تھے۔ جن کے نام یہ ہیں:

اَسْعَد بن زُرَارَہ، عَوْف بن الحَارث، رَافع بن مَالک، قُطبہ بن عامر، عُقْبہ بن عامر اور جَابِر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم۔ یہ لوگ مدینہ طیبہ پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ گھر گھر عام ہو گیا۔

سن 12 نبوی

خاتم النبیین ﷺ کے ہاتھ مبارک پر

یثرب کے لوگوں کا قبول اسلام اور بیعت عقبہ اُولیٰ

سن 13 نبوی

خاتم النبیین ﷺ کے ہاتھ مبارک پر بیعت عقبہ ثانیہ

انصارِ مدینہ کے 12 نقباء

بیعتِ عَقَبہ (اُولیٰ):

آئندہ برس 12 آدمی مدینہ منورہ سے آئے۔ ان میں پانچ پرانے (سوائے جابر بن عبد اللہ بن رباب رضی اللہ عنہ کے) اور سات (مُعاذ بن حَارِث، ذَکوَان بن عبدِ قَیس، عُبادَہ بن صامت، عباس بن عبادہ بن نضلہ، یزید بن ثَعْلَبَہ، اَبُو الْهَیْثَم مالک بن اَلتَّیِّهَان اور عُوَیْم بن سَاعِدَہ رضی اللہ عنہم) نئے افراد تھے اور عقبہ (مِنٰی) پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو دعوت اسلام دی۔ انہوں خوشی سے اسے قبول کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر درج ذیل باتوں کی بیعت کی:

- ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔
- چوری نہیں کریں گے۔
- زنا نہیں کریں گے۔
- اولاد کو قتل نہیں کریں گے۔
- کسی پر بہتان اور تہمت نہیں لگائیں گے۔

یہ مدینہ سے آئے ہوئے لوگوں کی پہلی بیعت تھی جسے بیعتِ عقبہ (اولیٰ) کہتے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ ابن اُم مَکْتُوم رضی اللہ عنہ اور حضرت مُصْعَب بن عُمَیر رضی اللہ عنہ کو ان کے ساتھ روانہ فرمایا تاکہ وہ اہل مدینہ کو اسلامی احکامات کی تعلیم دیں اور قرآن کریم سکھلائیں۔

حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں حضرت اَسْعَد بن زُرَارَہ رضی اللہ عنہ کے ہاں مقیم ہوئے۔ اہلیانِ مدینہ حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے اردگرد اسلام میں داخل ہونے اور دین سیکھنے کے لیے بڑی تعداد میں جمع ہونا شروع ہوگئے۔ سعد بن مُعاذ (رضی اللہ عنہ) اور اُسَید بن حُضَیر (رضی اللہ عنہ) مدینہ طیبہ کے سردار تھے انہیں یہ ناگوار گزرا، غصہ آیا۔ چنانچہ سعد (رضی اللہ عنہ) نے اُسَید (رضی اللہ عنہ) سے کہا کہ جاؤ! ان کو روکو۔ اُسَید (رضی اللہ عنہ) نے آکر حضرت مُصْعَب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو سختی سے کہا: تم ہمارے نوجوانوں کو کیوں بہلا پھسلا رہے ہو؟ یہاں سے چلے جاؤ!

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے نہایت تحمل، بردباری اور حوصلے سے جواب دیا کہ آپ ہماری بات سن

لیں اگر پسند آئے تو قبول کر لیں۔ اُسید نے کہا کہ ٹھیک ہے سناؤ! تم ان کو کس چیز کی تعلیم دے رہے تھے؟

حضرت مصعب رضی اللہ عنہ نے اسلام کی خوبیاں اور احکام بیان کیے۔ ان کو سن کر اُسَیْد مسلمان ہو گئے اور کہا کہ مدینہ طیبہ میں ایک سر دار اور ہیں اگر وہ مسلمان ہو گئے تو سمجھو کہ پھر کوئی بھی اسلام سے خالی نہ رہے گا۔ اتنی بات کہہ کر حضرت اُسید رضی اللہ عنہ واپس لوٹ گئے۔ سعد (رضی اللہ عنہ) نے دور سے دیکھتے ہی اندازہ لگا کر کہا کہ اُسَیْد پہلے جیسا نہیں لگ رہا۔

حضرت اسید رضی اللہ عنہ نے آکر سارا معاملہ بتایا اس کے بعد سعد بن معاذ بھی مسلمان ہو گئے۔ شام کے وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اُسَیْد رضی اللہ عنہ کو اپنے ہمراہ لیا اور اپنی قوم کو اکٹھا کر کے فرمایا: تم مجھے کیسا سمجھتے ہو؟ سب نے بیک زباں ہو کر کہا: تم فضیلت والے ہو، ہمارے سر دار ہو۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب تک تم قبیلہ بنی عَبْدُ الْاَشْهَلْ والوں میں سے کوئی ایک بھی مسلمان ہونے سے باقی رہا میں تمہارے مردوں اور خواتین سے گفتگو کرنا حرام سمجھتا ہوں۔ یہ سننا تھا کہ سارا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ سوائے ایک شخص کے جس کا نام "اُصَیْرِمْ" تھا، جنگ احد کے دن اُصَیْرِمْ بھی مسلمان ہوئے۔ رضی اللہ عنہ۔ غزوہ احد میں شریک ہوئے اور شہید ہو گئے۔

مدینہ طیبہ میں جمعۃ المبارک کا قیام:

مدینہ منورہ میں اسعد بن زُرَارَہ رضی اللہ عنہ کے ہاں حضرت مصعب رضی اللہ عنہ مقیم تھے اور اسلام کی تبلیغ فرما رہے تھے۔ اَسْعَدَ بن زُرَارَہ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یہودی لوگ ہفتہ والے دن ایک جگہ جمع ہو کر عبادت کرتے ہیں اور عیسائی لوگ اتوار والے دن۔ اس لیے آپ کے دل میں (اللہ کی طرف سے) یہ خیال آیا کہ مسلمان بھی ہفتے میں ایک دن مقرر کریں جس دن جمع ہو کر عبادت کریں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے لیے جمعہ کا دن منتخب فرمایا اور اس کے لیے "یوم الجمعہ" کا نام تجویز فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کے دونوں اجتہادوں کو وحی الٰہی سے درست قرار دیا۔ اس کے کچھ دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط مبارک پہنچا جس میں جمعہ کے قیام کا حکم تھا۔

بیعتِ عقبہ (ثانیہ):

آئندہ سال سن 13 نبوی کو مدینہ منورہ کے کچھ مسلمان (تقریباً 73 مرد اور 2 خواتین) موسم حج (ذوالحجہ کے مہینے) میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کرنے کے لیے آئے۔ ان کے ساتھ کچھ اور مشرک لوگ بھی تھے۔ یہ ان سے چھپ کر اس وقت آئے جب رات کا ایک تہائی حصہ بیت چکا تھا۔ اپنے اپنے خیموں سے نکل کر یہ لوگ مقررہ جگہ عقبہ میں جمع ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عباس بن عبد المطلب (جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے) کے ساتھ وہاں تشریف لائے۔ انہیں گفتگو کا بہت عمدہ سلیقہ آتا تھا۔

انہوں نے مدینہ کے لوگوں کو مخاطب کرکے کہا:

قبیلہ خزرج کے لوگو! تمہیں یہ بات اچھی طرح معلوم ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہماری قوم کے معزز اور قابل احترام فرد ہیں، ہم ان کے مخالفین کے مقابلے میں ہمیشہ ان کے محافظ رہے ہیں۔ مگر اب ان کا اپنا ارادہ یہ بن گیا ہے کہ ہمارے شہر کو چھوڑ کر تمہارے شہر میں رہنا چاہتے ہیں۔ اگر تم لوگ ان کو دشمنوں سے محفوظ رکھ سکتے ہو تو ٹھیک ورنہ ابھی صاف صاف جواب دے دو! کیونکہ ہم یہ نہیں چاہتے کہ تم انہیں یہاں سے لے جاکر دشمنوں کے حوالے کر دو۔

براء بن مَعْرُوْر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ پکڑ کر عرض کی:

اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے ہم جنگجو لوگ ہیں، جنگ ہماری وراثت میں ہے اور تلواروں کی گود میں ہم جوان ہوئے ہیں۔ ہم آپ کی نصرت وحمایت اور حفاظت ایسی کریں گے جیسی اپنے اہل وعیال کی کرتے ہیں۔

ابو الہَیْثَم رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! ہمارے اور یہودیوں کے تعلقات ہیں آپ سے تعلق ہو جانے کے بعد ان سے ہمارے تعلقات ختم ہو جائیں گے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب آپ کو غلبہ نصیب ہو جائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر واپس اپنی قوم میں آجائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکرا کر فرمایا: اس بات کا یقین کرو اور اطمینان رکھو کہ میں (ہمیشہ کے لیے) تمہارا ہی ہو کر رہوں گا۔ تمہارے دشمن میرے دشمن اور تمہارے دوست میرے دوست ہوں گے۔

انصار مدینہ کے 12 نقباء:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے بیعت لی اور فرمایا کہ تم اپنے 12 افراد کو منتخب کر لو میں ان کو تمہارا نقیب (سردار) بناتا ہوں۔ نام پیش کیے گئے ان میں سے 9 قبیلہ خزرج اور 3 قبیلہ اوس کے تھے۔ ان کے نام یہ ہیں:

اَسْعَد بن زُرَارَہ رضی اللہ عنہ	عبد اللہ بن رَوَاحہ رضی اللہ عنہ	سعد بن رَبیع رضی اللہ عنہ	رَافع بن مالک رضی اللہ عنہ
ابو جابِر عبد اللہ رضی اللہ عنہ	بَرَاء بن مَعْرُور رضی اللہ عنہ	سعد بن عُبَادَہ رضی اللہ عنہ	مُنْذِر بن عمرو رضی اللہ عنہ
عُبَادہ بن صَامِت رضی اللہ عنہ	اُسَید بن حُضَیر رضی اللہ عنہ	سَعُد بن خَیْثَمَہ رضی اللہ عنہ	رِفَاعَہ بن مُنْذِر رضی اللہ عنہ

انتخاب کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبریل امین علیہ السلام موجود تھے۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جن جن کا اشارہ فرماتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہی کو نقیب بناتے جاتے۔ آپ علیہ السلام نے ان بارہ نقباء سے فرمایا تم اپنی قوم کے کفیل اور ذمہ دار ہو جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری کفیل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اب تم سب لوگ اپنے خیموں میں جاکر سو جاؤ۔

عباس بن عُبَادَہ خزرجی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ حکم کریں تو ہم مِنیٰ میں موجود مشرکین پر حملہ کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تک مجھے اللہ کی طرف سے ایسا کرنے کا حکم نہیں ملا۔ لہٰذا تم لوگ جاکر آرام کرو۔

صبح ہوئی تو قریش مکہ اہل مدینہ کے پاس آئے اور کہا: ہمیں معلوم ہوا ہے کہ تم لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو یہاں سے یثرب لے جانا چاہتے ہو اور اس نے ہمارے خلاف لڑنے کی تم سے بیعت لی ہے؟

اہل مدینہ میں سے جو بت پرست لوگ تھے انہیں گزشتہ رات کی کارروائی کی بالکل خبر نہیں تھی اس لیے انہوں نے لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ اگر ایسا ہوا ہوتا تو ہمیں ضرور علم ہوتا۔

یہ قافلہ مدینہ کو روانہ ہوا، روانگی کے بعد قریش کو اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔ قافلے کے تعاقب میں دوڑے لیکن قافلہ نکل چکا تھا۔ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ قافلے سے بچھڑ گئے تھے اس لیے وہ ان کے ہاتھ آ گئے قریشی انہیں پکڑ لائے اور خوب مارا پیٹا۔ بالآخر جبیر بن مطعم نے انہیں پناہ دی اور وہ مدینہ طیبہ پہنچے۔ اس کے دو ماہ بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ ربیع الاول میں مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔

مشق نمبر 5

مختصر جواب تحریر کریں:

1. حبشہ کی طرف پہلی ہجرت کب ہوئی؟
2. شاہ نجاشی کی نماز جنازہ کیسے ادا کی گئی؟
3. حبشہ کی طرف دوسری ہجرت کب ہوئی؟ نیز کتنے افراد اس میں شامل تھے؟
4. کفار مکہ کا شاہ نجاشی سے مطالبہ کیا تھا؟
5. آپ ﷺ کا مکہ مکرمہ میں قائم کردہ پہلا دینی مدرسہ کون سا تھا؟
6. معاشرتی مقاطعہ کب ہوا؟ اور کتنی مدت تک رہا؟
7. حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ارادہ ہجرت پر ابن الدغنہ نے کیا کہا؟
8. معاشرتی مقاطعہ میں کیا طے پایا تھا؟
9. معجزہ شق القمر کیوں پیش آیا؟
10. چاند کے دو ٹکڑے کن پہاڑوں پر گرے؟
11. عام الحزن کسے کہتے ہیں؟
12. آپ ﷺ کا دوسرا نکاح کس خاتون سے ہوا؟
13. جنات نے اسلام کیسے قبول کیا؟
14. شق صدر کتنی بار ہوا؟
15. واقعہ معراج کب پیش آیا؟
16. معراج کے سفر کے دوران ایک جماعت نے آپ ﷺ کو سلام کیا، وہ جماعت کن کی تھی؟
17. واقعہ معراج کی سب سے پہلے تصدیق کرنے والے کون تھے؟
18. بیعت عقبہ اولیٰ میں کن باتوں کی بیعت کی گئی؟

19. بیعت عقبہ ثانیہ میں کتنے افراد مسلمان ہوئے؟

20. انصارِ مدینہ کے نقباء کے نام کیا ہیں؟

21. آپ ﷺ نے کس ماہ میں ہجرت فرمائی؟

خالی جگہ پر کریں:

1. اعلان نبوت کے پانچویں سال ماہ............میں حبشہ کی طرف ہجرت کا حکم ہوا۔
2. پہلی ہجرت میں............مرد اور............خواتین شامل تھیں۔
3. شق قمر ایک............ہے۔
4. عورتوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والی............تھی۔
5. آپ ﷺ کا دوسرا نکاح............سے ہوا۔
6. طائف والوں نے اتنا مارا آپ ﷺ کے............اور............آپس میں چمٹ گئے۔
7. طائف والوں کے ظلم پر آپ ﷺ نے دعا مانگی جسے دعائے............کہا جاتا ہے۔
8. نینویٰ حضرت............علیہ السلام کا وطن ہے۔
9. طائف سے واپسی کے بعد............کی ایک جماعت نے اسلام قبول کیا۔
10. رجب المرجب کی......................رات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کرائی گئی۔
11. بیت اللہ سے بیت المقدس کے سفر کو............کہا جاتا ہے۔
12. آپ صلی اللہ علیہ وسلم............کے گھر سے معراج کے سفر پر روانہ ہوئے۔
13. پانچویں آسمان پر آپ کی ملاقات............سے ہوئی۔
14. واقعہ معراج کی تصدیق سب سے پہلے............نے کی۔

درست جواب کی نشاندہی کریں:

حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی:

پچپن ہجری　ستاون ہجری　ساٹھ ہجری

معاشرتی مقاطعہ سال چلا:

تین سال　　پانچ سال　　دس سال

مقاطعہ ختم کرنے کی ابتدا کی:

عمرو بن ہشام　　زبیر بن امیہ　　مطعم بن عدی

شق قمر کہتے ہیں:

سورج کا ٹکڑے ہونا　　چاند کا ٹکڑے ہونا　　ستارے کا ٹکڑے ہونا

عام الحزن میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ وفات ہوئی:

خواجہ ابو طالب　　عبد المطلب　　حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ

حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر مقرر ہوا:

پانچ سو دراہم　　چار سو دینار　　چار سو دراہم

طائف سے واپسی پر ایک جماعت نے اسلام قبول کیا:

جنات کی　　فرشتوں کی　　انسانوں کی

واقعہ معراج پیش آیا:

ماہ محرم　　ماہ رمضان　　ماہ رجب المرجب

یثرب کہتے ہیں:

مکہ مکرمہ　　مدینہ منورہ　　شام

سدرہ درخت کا نام ہے:

انگور　　بیری　　آم

بیت عقبہ اولیٰ میں مسلمان ہونے والے لوگوں کی تعداد:

دس　　بارہ　　پندرہ

سن 1 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کی ہجرت کا تفصیلی واقعہ

مسجد قباء، مسجد نبوی کی تعمیر، اصحابِ صفہ کا تعارف، میثاقِ مدینہ

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی، عقدِ مؤاخات، حجروں کی تعمیر، زکوٰۃ کا حکم

ہجرت سے متعلق خواب مبارک:

عَنْ أَبِيْ مُوسٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أُرَاهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ رَأَيْتُ فِي الْمَنَامِ أَنِّيْ أُهَاجِرُ مِنْ مَكَّةَ إِلَى أَرْضٍ بِهَا نَخْلٌ فَذَهَبَ وَهَلِيْ إِلَى أَنَّهَا الْيَمَامَةُ أَوْ هَجَرُ فَإِذَا هِيَ الْمَدِيْنَةُ يَثْرِبُ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:3622

ترجمہ: حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں مکہ سے ایسی سرزمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو بکثرت کھجوروں والی ہے۔ پہلے میرا خیال یہ تھا کہ اس سرزمین سے مراد یمامہ یا ہجر کا علاقہ ہو گا۔ لیکن در حقیقت یہ یثرب یعنی مدینہ منورہ کی سرزمین تھی۔

اس خواب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اللہ رب العزت کی طرف سے مجھے یہ بات بتلائی گئی ہے کہ اہل ایمان کا دار الہجرت یثرب ہو گا لہٰذا کوئی جانا چاہے تو جا سکتا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہجرت فرمانے سے پہلے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ چلے گئے۔ ان میں کچھ غریب بھی تھے اور کچھ وہ بھی تھے جو مکہ میں بڑے کاروباری اور جائیدادوں کے مالک تھے، مگر اب ان کے مال و متاع، باغات، جائیداد اور سامان تجارت پر مشرکین مکہ نے قبضہ جمالیا تھا۔

دارالندوہ میں اجلاس:

مشرکین مکہ نے جب یہ دیکھا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مسلسل محنت سے اللہ تعالیٰ آئے دن اہل اسلام کی تعداد میں اضافہ فرما رہے ہیں، نہ صرف مکہ بلکہ مکہ سے باہر دوسرے شہروں سے بھی لوگ اسلام قبول کر رہے ہیں۔ مسلمانوں کا ایک وفد یثرب (مدینہ منورہ) پہنچ کر تبلیغ اسلام کے فریضے کو دل و جان سے نبھا رہا ہے اور اس کے مثبت اثرات مرتب ہو رہے ہیں اور مدینہ کے لوگوں کی دعوت پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی عنقریب مدینہ جانے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس ساری صورتحال پر غور و فکر کرنے اور اس کا کوئی حل نکالنے کے لیے دارالندوہ جو کہ در حقیقت قصی بن کلاب کا مکان تھا، وہاں ایک اہم اجلاس رکھا گیا۔

اس اجلاس میں درج ذیل افراد شامل تھے:

ابولَہب بن عبد المطلب، ابو جہل عَمْرو بن ہِشَام، ابو سُفیان صَخْر بن حرب، عُتْبَہ بن رَبِیْعَہ، شَیْبَہ بن رَبِیْعَہ، اُمَیَّہ

بن خَلَف، نُبَیَہ بن حجاج، مُنَبِّہ بن حجاج، نَضَر بن حَارث، حَکیم بن حِزام، ابوالبختری بن ہِشَام، جُبَیر بن مُطْعِم، حَارث بن عامر، زَمعَہ بن اَسُود اور طُعَیمہ بن عَدِی۔

شرکاء اجلاس کی آراء:

شرکائے اجلاس میں سے ایک نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ تم لوگ اس بات کو کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جماعت کے افراد دن بدن بڑھ رہے ہیں، مکہ کے علاوہ عرب کے دوسرے علاقوں کے لوگ بھی ان کی دعوت پر لبیک کہہ کر شامل ہو رہے ہیں۔ اس ترقی کا لازمی نتیجہ یہی ہو گا کہ یہ لوگ کسی دن ہمارے اوپر غلبہ پا کر ہمارے آبائی دین کو صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے اور انتقامی کارروائی کرتے ہوئے ہمیں مار ڈالیں گے۔ اس لیے کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے کہ ہمیں کل کوئی برا دن نہ دیکھنا پڑے۔ یہ یقینی بات ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا عروج ہمارے زوال کو مستلزم ہے۔

دوسرے نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قید کر لیا جائے اور ان پر پہرہ دیا جائے اور ان سے وہی سلوک کیا جائے جو ماضی میں شعراء (زُہیر اور نابغہ) کے ساتھ کیا گیا تھا۔ قید ہی کی حالت میں ان کی جان نکل جائے۔

تیسرے نے کہا: یہ تدبیر ٹھیک نہیں کیونکہ اس سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے اصحاب اور محبین ہر طرف سے جمع ہوں گے اور ہم پر حملہ کر دیں گے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو چھڑا لے جائیں گے۔

چوتھے نے کہا: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیس نکالا دیا جائے اس کے لیے جلا وطنی کی سزا کافی رہے گی۔ اس کے بعد ہمیں ہر طرح سے چین اور اطمینان ملے گا اور جو لوگ اس کا کلمہ پڑھ چکے ہیں وہ بھی دوبارہ ہمارے پاس آ کر مل جائیں گے۔

پانچویں نے کہا: یہ رائے تو پہلی رائے سے زیادہ کمزور ہے۔ کیا تمہیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے حسن اخلاق اور خوش کلامی کا اندازہ نہیں ہے کہ جس سے ایک مرتبہ بات کر لیتے ہیں اس کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ اگر ان کو نکال دیا گیا تو وہ اپنی خوش کلامی کے زور سے دوسرے قبائل کو اپنا اطاعت گزار بنا لیں گے اور انہیں اپنے ساتھ لے کر تم پر حملہ کریں گے اور اپنے گھوڑوں کی سموں سے تمہارا ایسا حال کریں گے کہ تمہارا نام و نشان بھی مٹ جائے گا۔ اس لیے کوئی ایسی تدبیر ہونی چاہیے جو ہر لحاظ سے کارگر اور کامیاب ہو۔

ابوجہل کا مشورہ:

ابوجہل عمرو بن ہشام نے کہا: اے سرداران قریش! میرے دماغ میں ایک ایسی تدبیر آرہی ہے جو کسی اور کو نہ سوجھی ہوگی میری رائے میں اس سے بہتر تدبیر عملاً ممکن ہی نہیں۔ اتنی بات کہہ کر ابوجہل نے توقف کیا تو باقی لوگ اس سے کہنے لگے: اے ابو الحکم! وہ تدبیر اور تجویز جلدی بتاؤ! ابوجہل نے کہا: ہم تمام قبائل قریش میں سے ایک ایک شخص کا انتخاب کریں اور جس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رات کو سو رہے ہوں رات کی تاریکی میں ان کے مکان کا محاصرہ کریں، جب وہ صبح نماز فجر کے لیے گھر سے نکلیں گے تو تمام لوگ ان پر اکٹھا حملہ کریں۔ اسی میں ان کا کام تمام کر دیں۔ قبیلہ بنو ہاشم تمام قبائل سے لڑ کر انتقام نہیں لے سکے گا اور آخر کار خون بہا لینے پر راضی ہو جائے گا اور ہم آسانی سے خون بہا ادا کر کے اپنی جان چھڑا لیں گے۔ یہی وہ صورت ہے جس کی وجہ سے ہمیشہ کے لیے ہمیں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے نجات مل سکتی ہے۔ ابوجہل کی اس تجویز و تدبیر کو سب لوگوں نے سراہا اور اس پر اتفاق کیا۔

ہجرت کا حکم:

مشرکین مکہ کے اس گھناؤنے فیصلے سے حضرت جبرئیل امین علیہ السلام نے بحکم خدا آپ کو مطلع کیا۔ کہ آج ہی رات آپ یہاں سے یثرب کی طرف روانہ ہوں۔ اور خواجہ عبد المطلب کی بھتیجی رفیقہ بنت صیفی رضی اللہ عنہا نے بھی اس اجلاس اور اس میں ہونے والی مشاورت اور فیصلے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آگاہ کیا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبارک خواب کے ذریعے ہجرت کا حکم مل چکا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اپنے صحابہ و اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کو وقتاً فوقتاً مدینہ منورہ بھیجا تاکہ سب کے اکٹھے جانے سے کوئی پریشانی نہ ہو۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہجرت فرمائی۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف آوری:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت گرمی سے بچاؤ کے لیے سر پر چادر ڈالے ہوئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ لکڑی کے ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے جب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر میں داخلے کی اجازت مانگی تو تخت سے اتر کر کھڑے ہوگئے اور عرض کی کہ تشریف لائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا کہ اہم مشورہ کرنا ہے لوگوں کو ہٹادو۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! میرے گھر والوں کے علاوہ کوئی نہیں، آپ بے فکر ہو کر ارشاد فرمائیں۔

ہم ساتھ چلیں گے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اب مجھے بھی ہجرت کرنے کا حکم مل چکا ہے اور میں نے آج ہی رات یثرب جانا ہے۔" حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی اے اللہ کے رسول! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں کیا مجھے بھی ساتھ چلنے کی سعادت نصیب ہو گی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:"آپ میرے ساتھ ہی چلیں گے۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ خوشی سے رو پڑے۔

خوشی کے آنسو:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس سے پہلے مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ خوشی کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔ اپنے والد کو خوشی سے اشک بار ہوتے ہوئے دیکھا تو اس بات کا یقین ہوا کہ خوشی کے بھی آنسو ہوتے ہیں۔

سفر کی تیاریاں:

حضرت عائشہ اور آپ کی بڑی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہما سامانِ سفر تیار کرنے میں مصروف ہو گئیں۔ ایک برتن میں کھانا دوسرے میں پانی رکھا۔ اب دونوں کو ایک جگہ اکٹھا باندھنے کے لیے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو جب کوئی چیز نہ ملی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے عرض کی: ابو جان! کھانے اور پانی کے برتنوں کو اکٹھے باندھنے کے لیے مجھے اپنے نِطاق کے علاوہ کوئی چیز نہیں مل رہی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نِطاق کے دو ٹکڑے کر دو اور اس میں اس کو اچھی طرح باندھ دو! حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے اپنے نِطاق کو لمبائی میں چیرا اور اس کے دو حصے کر دیے ایک سے پانی کا برتن جبکہ دوسرے سے کھانے کے برتن کو اچھی طرح باندھ دیا۔ اسی دن سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا لقب ذات النِطاقَین پڑ گیا۔

فائدہ: نِطاق عربی زبان میں کمر بند کو کہتے ہیں۔ جسے عرب کی خواتین اپنی کمر میں مضبوطی سے باندھتی تھیں تاکہ

تہبند وغیرہ ڈھیلا نہ ہو۔

امانتوں کی واپسی:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی میں آج رات ہجرت کر کے جارہا ہوں، تم فی الحال یہیں رکو۔ لوگوں کی امانتیں میرے پاس رکھی ہوئی ہیں، جب یہ امانتیں لوگوں کو واپس پہنچا دو تو پھر میرے پاس یثرب آجانا۔

نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گھر کا محاصرہ:

عشاء کی نماز کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف فرما تھے حضرت جبریل امین حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی: "آج کی رات آپ اپنے بستر پر معمول کے مطابق آرام نہ فرمائیں۔"

محاصرین کی جماعت:

باہر دشمن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے دروازے پر جمع ہوئے۔ محاصرہ کرنے والی جماعت کے افراد یہ تھے:

ابولَہب بن عبد المطلب، ابوجہل عَمرُو بن ہِشَام، عُقْبَہ بن اَبِی مُعِیط، اُبَیّ بن خَلَف، اُمَیَّہ بن خَلَف، نَضَر بن حَارث، ابن غیطلہ، زَمعَہ بن اَسْود، طُعَیمہ بن عَدِی، نُبَیَہ بن حجاج، مُنَبِّہ بن حجاج اور حَکَم بن ابو العَاص۔

حضرت علی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بستر رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی! آپ میری سبز رنگ کی حضرمی چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ اور اطمینان رکھو کہ تمہیں دشمنوں کی طرف سے کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ چادر اوڑھ کر گھر کے صحن میں بستر پر سو گئے۔

محاصرین گھر میں نہیں گھسے:

محاصرین رات بھر دروازے کے باہر جمع رہے لیکن گھر میں نہ گھسے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ عرب میں یہ بات انتہائی معیوب سمجھی جاتی تھی کہ جس گھر میں خواتین ہوں وہاں گھر والوں کی اجازت کے بغیر کوئی شخص گھر میں

گھس آئے۔ اس لیے رات بھر باہر کھڑے رہے لیکن اندر نہیں آئے۔

محاصرین کی آنکھوں میں خاک:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر نکلے اس وقت ابو جہل محاصرین کی جماعت کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتا ہے: "اگر تم لوگ مجھ پر ایمان لے آؤ تو تم عرب و عجم کے مالک بن جاؤ گے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جاؤ گے اور تمہیں ایسے ایسے باغات ملیں گے۔ اور اگر تم مجھ پر ایمان نہ لائے تو مار دیے جاؤ گے، مرنے کے بعد زندہ کیے جاؤ گے اور تمہیں جہنم کی آگ کا ایندھن بنا دیا جائے گا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو جہل کی یہ بات سن کر فرمایا کہ ہاں میں یہ بھی کہتا ہوں کہ جو لوگ جہنم کی آگ کا ایندھن بنیں گے ان میں تو بھی شامل ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کو اپنی مٹھی میں لیا، سورۃ یس کی ابتدائی چند آیات تلاوت فرمائیں اور وہ مٹی ہوا میں اڑا دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس مٹی کی وجہ سے ان لوگوں کی آنکھوں کو وقتی طور پر اندھا کر دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بیچ سے بآسانی تشریف لے گئے۔ کچھ دیر بعد ایک شخص جو محاصرین کی جماعت میں سے نہیں تھا وہاں سے گزرا اور ان سے پوچھا کہ تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا۔ اس شخص نے کہا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ابھی تمہارے پاس سے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔ محاصرین نے دروازے کے کواڑ میں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سبز رنگ کی حضرمی چادر اوڑھے ہوئے بستر پر تشریف فرما تھے۔ انہوں نے اس شخص کی بات کو مذاق سمجھا اور آپس میں کہنے لگے: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی چادر اوڑھے سویا ہوا ہے۔

حضرتِ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بسترِ رسول پر:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حکم کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر لیٹے رہے۔ صبح کو جب محاصرین اندر گھسے اور بستر پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو سخت تلملائے۔ محاصرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو پکڑ لیا اور بعد ازاں چھوڑ دیا۔

نبی اکرم ﷺ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محاصرین کی ناکہ بندی کو ناکام بناتے ہوئے یہاں سے سیدھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے ہی سے تیار اور سراپا انتظار تھے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سفری انتظامات:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پہلے ہی سے سفر سے متعلق درج ذیل چند اہم انتظامات کیے ہوئے تھے:

1: چار ماہ پہلے سے دو خوب صحت مند اونٹ تیار کیے۔

2: اندھیری رات میں رستہ بتانے والے ایک شخص (عبد اللہ بن ارقد) کو اجرت پر تیار کیا اور اس سے کہا کہ ٹھیک وقت پر ہمارے پاس یہ اونٹ لے آنا۔

3: اپنے بیٹے عبد اللہ رضی اللہ عنہ کو یہ ذمہ داری سونپی کہ روزانہ رات کے وقت ہمیں قریش کی باتوں اور چہ میگوئیوں کی اطلاع دینا۔

4: اپنی بیٹی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کو کھانا پہنچانے کی ذمہ داری سونپی۔

5: اپنے آزاد کردہ غلام حضرت عامر بن فُہَیرہ رضی اللہ عنہ جو آپ کی بکریاں بھی چرایا کرتے تھے ان کو حکم دیا کہ دن بھر بکریوں کو چرا کر رات کو ہمارے پاس غار میں لے آنا تاکہ ہم ان کا دودھ پی سکیں۔

گھر سے روانگی:

یکم ربیع الاول جمعرات تھی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جب گھر سے نکلنے لگے تو اس وقت گھر میں موجود جتنی رقم تھی سب اپنے ساتھ رکھ لی۔ آپ کے والد ابو قحافہ عثمان نابینا تھے اور کافی بوڑھے تھے اور ابھی تک مسلمان بھی نہیں ہوئے تھے۔ انہوں نے اپنی پوتی سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا سے کہا: بیٹی! میرا خیال ہے کہ تمہارا والد تمہیں دوہری تکلیف میں ڈال گیا ہے خود بھی چلا گیا اور گزر بسر کے لیے جمع پونجی بھی اپنے ساتھ لے گیا ہے۔

حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے ان کی تسلی کے لیے فرمایا کہ دادا جان! وہ ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں۔ ابو قحافہ نے کہا کہ کہاں ہے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے چند پتھر لے کر اس گھڑے میں ڈال دیے جس میں

دراہم و دینار جمع ہوتے تھے اور ان کے اوپر ایک کپڑا رکھ دیا اور دادا کا ہاتھ پکڑ کر اس گھڑے پر رکھ دیا۔ ابو قحافہ ٹٹول کر کہنے لگے: اب اتنی پریشانی نہیں۔

اے مکہ !تُو مجھے عزیز ہے لیکن...!

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبۃ اللہ کی طرف رخ مبارک کرتے ہوئے فرمایا: اے مکہ !تو مجھے روئے زمین میں سے سب سے زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے باشندے مجھے یہاں رہنے نہیں دیتے اگر یہ لوگ میرے ساتھ ایسا سلوک نہ کرتے تو میں یہاں سے کبھی نہ جاتا۔

کسے معلوم تھا آج مکہ کی فضا کئی سال کے لیے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمتوں اور برکتوں سے محروم ہونے جارہی ہے۔ اس موقع پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَكَاَيِّنۡ مِّنۡ قَرۡيَةٍ هِىَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنۡ قَرۡيَتِكَ الَّتِىۡۤ اَخۡرَجَتۡكَ‌ۚ اَهۡلَكۡنٰهُمۡ فَلَا نَاصِرَ لَهُمۡ

سورۃ محمد، رقم الآیۃ: 13

ترجمہ: اور بہت سی بستیاں ایسی تھیں کہ جو طاقت میں آپ کی اس بستی سے زیادہ تھیں جس کے رہنے والے لوگوں (مشرکین مکہ) نے آپ کو گھر سے بے گھر کیا۔ ہم نے ان بستیوں کو ہلاک کر دیا اور ان کو کوئی بچانے والا نہ ملا۔

مشرکین مکہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دروازے پر:

دوسرے دن جب قریش کو یہ بات معلوم ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں موجود نہیں تو سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے کیونکہ انہیں یہ بات اچھی طرح معلوم تھی کہ نبی اور صدیق ہمیشہ ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ دروازے پر دستک دی، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا باہر تشریف لائیں۔ ابو جہل نے پوچھا کہ تمہارا باپ کہاں ہے؟ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے فرمایا: وہ کہیں گئے ہیں لیکن جاتے وقت وہ بتا کر نہیں جاتے۔ ابو جہل نے غصے کی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے چہرے پر تھپڑ مارا۔ جس کی وجہ سے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے کان کی بالی نیچے گر گئی۔

مشرکین مکہ کی بدحواسی:

جب یہ یقین ہو گیا کہ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہیں اور نہ ہی ابو بکر رضی اللہ عنہ۔ تو ہر طرف تلاش

شروع کر دی۔ مکہ کا چپہ چپہ چھان مارا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکر رضی اللہ عنہ کی عدم موجودگی ان کی حسرت و پریشانیوں میں اضافہ کا باعث بنی۔ حسرت یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ہاتھ سے بچ نکلے ہیں اور پریشانی یہ کہ اتنے شدید محاصرے سے کیسے نکلے؟

ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جذبہ محبت:

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ مکہ سے جبل ثور کی جانب چلے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کبھی آپ کے آگے چلتے، کبھی پیچھے کی جانب، کبھی دائیں جانب اور کبھی بائیں جانب۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی وجہ پوچھی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! جب یہ خدشہ ہوتا ہے کہ کہیں کوئی دشمن سامنے سے آپ پر حملہ نہ کر دے تو دوڑ کر آگے آجاتا ہوں، جب یہ اندیشہ ہوتا ہے کہ کوئی پیچھے سے وار نہ کرے تو پیچھے آجاتا ہوں، جب یہ کھٹکا ہوتا ہے کہ کوئی دائیں جانب سے نقصان نہ پہنچائے تو دائیں جانب آجاتا ہوں اور جب یہ خوف ہوتا ہے کہ کوئی بائیں جانب سے آپ کو تکلیف نہ پہنچائے تو بائیں جانب آجاتا ہوں۔

قدمین مبارک پر زخم اور کندھوں کی سواری:

رات کی تاریکی میں پتھریلی زمین پر چلنے کی وجہ سے دونوں (نبی و صدیق) کے پاؤں زخمی ہو گئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھا مبارک زیادہ زخمی ہوا۔ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون بہہ رہا ہے تو رہا نہ گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ کر عرض کرنے لگے: یارسول اللہ! آپ میرے کندھوں پر سوار ہو جائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس جانثار اور وفادار دوست کی دل جوئی کے لیے کندھوں پر سوار ہوئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کو اٹھایا اور غار ثور تک جا پہنچے۔

غار ثور کی صفائی:

جبل ثور میں ایک پرانا غار تھا اور اسی پہاڑ کے نام کی وجہ سے غار کا نام بھی غار ثور پڑ گیا تھا۔ عام طور پر چونکہ لوگ اپنے مکانوں میں رہتے ہیں غاروں میں نہیں رہتے اس لیے وہ مختلف حشرات الارض کا مسکن بنا ہوا تھا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ایک مرتبہ آپ رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا تذکرہ ہوا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمانے لگے کہ میری ساری زندگی کے نیک اعمال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ایک دن اور ایک رات کے اعمال کے برابر ہو جائیں۔ وہ رات جس میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت والا سفر کیا اور غار ثور تک پہنچے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں داخل ہونے لگے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم دے کر عرض کی: اے اللہ کے رسول! پہلے مجھے داخل ہونے دیجیے تاکہ اگر کوئی موذی (تکلیف دینے والی) چیز موجود ہو تو اس کی تکلیف مجھے پہنچے اور آپ محفوظ رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں جانے سے رک گئے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے اور اس کی اچھی طرح صفائی کی، جہاں سوراخ وغیرہ نظر آئے اپنی چادر کو پھاڑ کر ان سوراخوں کو بند کیا۔ دو سوراخ باقی رہ گئے جس کو بند کرنے کے لیے کوئی چیز نظر نہ آئی تو اپنے پاؤں کی ایڑیاں ان پر رکھ دیں۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اندر تشریف لائیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر تشریف لائے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی درخواست پر ان کی گود میں سر مبارک رکھ کر آرام فرمانے لگے۔ اتفاق سے ان سوراخوں میں سے ایک سوراخ سانپ کا بِل کا تھا، سانپ نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو اس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ایڑی موجود تھی۔ سانپ نے باہر نکلنے سے رکاوٹ بننے والی اس ایڑی کو ڈسا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے درد کی شدت کے باوجود انتہائی صبر وضبط سے کام لیا اور ذرہ برابر اپنے جسم کو حرکت نہ دی کہ کہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آرام میں خلل نہ آئے۔ لیکن وہ معمولی تکلیف نہ تھی بلکہ سانپ کے زہر کی تکلیف تھی جس پر کمال ضبط کے باوجود حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے۔ آپ رضی اللہ عنہ کے آنسو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار مبارک پر گرے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ پوچھا کہ ابو بکر کیا ہوا؟ عرض کی کہ میرے ماں باپ آپ پر قربان! سانپ نے ڈس لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کہاں ڈنک مارا ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جگہ بتائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی جگہ اپنا مبارک لعاب لگایا۔ سانپ کا زہر اور درد ایک لمبے عرصے کے لیے ختم ہوا۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی زندگی کے آخری دنوں میں یہی زہر دوبارہ جسم میں سرایت کر آیا اور اسی کے اثر سے شہادت کے بلند مرتبے پر فائز ہوئے۔

فائدہ: امام علی بن سلطان محمد ابو الحسن نور الدین ملا علی القاری (المتوفیٰ:1014ھ) اسی حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

(وَكَانَ) أَيْ: الِانْتِقَاضُ (سَبَبَ مَوْتِهِ) . أَيْ فَحَصَلَ لَهُ شَهَادَةٌ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ

اسی زہر کا دوبارہ سرایت کرنا آپ کی وفات کا سبب بنا جو کہ در حقیقت اللہ کے راستے میں شہادت کا رتبہ ہے۔

مشرکین مکہ غار ثور کے دھانے پر:

دوسری طرف یہ حالات تھے کہ مشرکین مکہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تلاش کرنے کے لیے دو کام کیے:

1: یہ اعلان کرایا کہ جو شخص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ابو بکر (رضی اللہ عنہ) کو زندہ گرفتار کر کے لائے یا قتل کر کے لائے گا اس کو ہر ایک کے بدلے میں سو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔

2: کھوجیوں کو بلایا گیا جو قدموں کے نشانات کو دیکھ کر چلنے والے کی منزل کا پتہ بتاتے ہیں۔

کھوجی دونوں کے نشانات قدم کو دیکھتے دیکھتے غار ثور کے دھانے تک آ گئے۔ اور کہنے لگے کہ قدموں کے نشانات کے اعتبار سے ان دونوں کا یہاں تک آنا ثابت ہوتا ہے۔ آپ کو جن دونوں کی تلاش ہے وہ یہیں کہیں موجود ہیں۔ مشرکین پہاڑ پر چڑھ کر ہر طرف متلاشیانہ نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اور بالکل غار کے دھانے پر کھڑے ہو گئے۔

ابو بکر رضی اللہ عنہ کا حزن و غم:

ایسے موقع پر فطری طور پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر حزن و غم کی ایک کیفیت طاری ہوئی۔ قرآن کریم کی تصریح (لَا تَحْزَنْ) کے مطابق یہ کیفیت حزن و غم والی ہے خوف والی نہیں۔ یعنی اپنی ذات کا خوف نہیں بلکہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غم تھا۔ اس لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کو تسلی کے لیے یہ نہیں کہا کہ خوف نہ کرو بلکہ فرمایا کہ غم نہ کرو۔

فائدہ: خوف اور حزن میں بنیادی فرق یہ ہے کہ عموماً خوف کا تعلق اپنی ذات سے ہوتا ہے جبکہ حزن کا تعلق دوسرے کی ذات سے۔ اللہ تعالیٰ اہلِ ایمان کی صفت بیان کرتے ہیں: یَخَافُوْنَ عَذَابَہٗ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے ہیں کہ کہیں ان کی ذات پر عذاب نہ آجائے۔

اور یہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا کہ لَا تَحْزَنْ ابو بکر! آپ میرا غم نہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی تسلی:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اگر میں مارا گیا تو اس کا اثر میری ذات اور خاندان تک محدود رہے گا لیکن خدانخواستہ اگر آپ کو کوئی آنچ آئی تو ساری امت تباہ ہو جائے گی اور مشکل سے دنیا میں اللہ کا نام لینے والا کوئی بچے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو مکمل تسلی دی۔

حفاظت کا خدائی بندوبست:

اللہ تعالیٰ نے حفاظت کا بندوبست فرمایا۔ مکڑی کو حکم دیا کہ غار کے منہ پر جالا بُن دے۔ اس نے آکر جالا بُن دیا اور جنگلی کبوتروں کی جوڑی کو حکم دیا کہ غار کے قریب اپنا گھونسلہ بنائے انہوں نے وہاں گھونسلہ بنایا اور مادہ کبوتر انڈے دے کر ان پر بیٹھ گئی۔

فرشتوں نے پروں سے چھپا لیا:

کھوجیوں میں سے کُرز بن عَلقَمَہ نے کہا کہ قدموں کے نشانات اس غار تک جاتے ہیں لہٰذا ہمیں اس میں دیکھ لینا چاہیے اس پر امیہ بن خلف نے کہا کہ وہ لوگ یہاں کسی صورت موجود نہیں کیونکہ اگر کوئی آدمی غار میں جاتا تو مکڑی کا جالا ٹوٹ جاتا تھا اور جنگلی کبوتر بھی ان لوگوں کے داخل ہونے کی وجہ سے یہاں سے اڑ جاتا۔

انہی میں سے ایک شخص آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر غار میں دیکھنے لگا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! ایک شخص ہماری طرف گھور گھور کر دیکھ رہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ہمیں کسی صورت نہیں دیکھ سکتا فرشتوں نے اپنے پروں سے ہمیں چھپا رکھا ہے، بالآخر یہ لوگ ناکام و نامراد واپس لوٹے۔

تین دن غار ثور میں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تین دن تک غار ثور میں روپوش رہے۔ تین دن بعد غار سے نکلے اور آگے کی طرف سفر شروع کیا۔ گھر سے نکلتے وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ جو انتظامات کر کے آئے تھے وہ بخوبی پورے ہوتے رہے۔ آپ کے بیٹے حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ دن بھر قریشیوں کے منصوبے سنتے اور رات کو غار ثور میں جا کر ان کی اطلاع آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کر دیتے۔ رات وہیں غار میں گزارتے اور طلوع فجر سے پہلے پہلے مکہ واپس آجاتے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا رات کو کھانا پہنچاتیں اور طلوع فجر سے پہلے پہلے واپس لوٹ آتیں۔ حضرت عامر بن فُہَیرہ رضی اللہ عنہ شام کے وقت بکریوں کو غار تک لے جاتے اور ضرورت کے مطابق دودھ دوہ کر انہیں دے آتے۔

غار ثور سے ساحل سمندر کے راستے:

تین دن بعد عبد اللہ بن ارقد بھی دو اونٹنیاں لے کر آگیا جس کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اجرت پر آمادہ کر کے اس بات کے لیے تیار کیا تھا کہ وہ آپ کو ایک محفوظ راستے سے یثرب لے جائے گا۔ جس دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آگے کی طرف سفر کرنا تھا اس دن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے دو تین دن کا کھانا تیار کر کے پہنچایا۔ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ بھی یثرب جانے کے لیے ساتھ ہو گئے۔ ایک اونٹنی پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سوار ہوئے جبکہ دوسری اونٹنی پر حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ارقد سوار ہوئے۔ عبد اللہ بن ارقد نے عام معروف اور سیدھا راستہ چھوڑ کر ساحل سمندر والے راستے کو لیا اور یثرب کی جانب روانہ ہوئے۔

مختصر پڑاؤ اور خدمت نبوی کا جذبہ صدیقی:

طویل مسافت طے کرنے کے بعد ایک جگہ بڑا پتھر دکھائی دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اس کے گرد اپنے ہاتھوں سے صفائی کی، اپنا کپڑا بچھایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی یا رسول اللہ! تشریف لائیں اور آرام فرمائیں، میں پہرہ دیتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سو گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے چاروں طرف نظر دوڑائی کہ کہیں کوئی چرواہا ملے اس سے دودھ لے کر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش کریں۔ آپ رضی اللہ عنہ کو ایک چرواہا نظر آیا، آپ رضی اللہ عنہ نے اس سے دودھ طلب کیا۔ اس نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک برتن تھا جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش فرماتے اور اس سے وضو فرماتے تھے، اسی برتن میں دودھ دوہا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہیں اس لیے جگانا مناسب نہیں سمجھا بلکہ خود بھی سو گئے۔ جب بیدار ہوئے تو اس دودھ میں ٹھنڈا پانی ملا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش جاں فرمایا۔ اور زوال کے بعد وہاں سے آگے کی طرف روانہ ہوئے۔

قریشیوں کا بنو مدلج سے رابطہ:

قریشی لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ہر طرف مارے مارے پھر رہے تھے اور دیگر قبائل کے لوگوں کو انعام کا لالچ دے کر اس تلاش میں اپنے ساتھ ملا رہے تھے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے قبیلہ بنو مدلج کے ایک شہسوار سُراقہ بن مالک مدلجی سے بھی رابطہ کیا۔

سُراقہ بن مالک بن جُعشم مدلجی کا مطلع ہونا:

بنو مدلج کی ایک مجلس میں سُراقہ بیٹھا ہوا تھا۔ ایک شخص نے آکر ان سے کہا: میں ابھی ساحل سمندر کی طرف سے آرہا ہوں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہاں کچھ لوگ جارہے تھے میرا خیال یہی ہے کہ وہ وہی لوگ ہیں جن کی آپ کو تلاش ہے۔ سُراقہ کو اس کی بات کا یقین ہو گیا لیکن اکیلے ہی سارے انعام کے حصول کے لالچ میں وقتی طور پر اس کی بات کی تردید کی اور کہا کہ نہیں وہ لوگ یہاں نہیں ہو سکتے۔ تم نے فلاں فلاں شخص کو دیکھا ہو گا جو ابھی ہمارے سامنے سے بھی گزرے ہیں۔

سُراقہ بن مالک بن جُعشم مدلجی کا پیچھا کرنا:

کسی بہانے سے مجلس سے اٹھا، نیزہ سنبھالا اور لونڈی سے کہا کہ میرا گھوڑا اور تیر و ترکش فلاں جگہ تک لے آؤ! لونڈی وہاں پہنچی گھوڑا اور تیر و ترکش حوالے کیا۔ سُراقہ سوار ہوا اور تھوڑی ہی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم

کے قریب جا پہنچا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے سُراقہ کو دیکھ کر خدمت اقدس میں عرض کی: یارسول اللہ! مجھے آپ کی فکر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابو بکر! آپ میرے بارے میں غمزدہ نہ ہوں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

سُراقہ کا گھوڑے سے گرنا:

سُراقہ کا گھوڑا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچا تو ٹھوکر کھائی سُراقہ نیچے گرا اس کے سنبھلتے سنبھلتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے نکل گئے۔ سُراقہ اٹھا، گھوڑے پر سوار ہوا اور اسے دوڑاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آپہنچا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹنی کو ٹھہرایا اور سُراقہ کی طرف دیکھ کر اللہ سے دعا مانگی: اے اللہ! ہمیں اس کے شر سے بچا! اسی وقت سُراقہ کے گھوڑے کے چاروں پاؤں زمین میں دھنس گئے اور سُراقہ ایک بار پھر زمین پر گر پڑا۔ گھوڑے کو زمین سے نکالنے کی بہت کوشش کی لیکن بے فائدہ۔

سُراقہ کی یقین دہانی:

بالآخر مایوس ہو کر کہنے لگا میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ آپ کی دعا کی وجہ سے میرا گھوڑا زمین میں دھنس گیا ہے۔ آپ دعا کریں کہ گھوڑا زمین سے نکل آئے میں قسم اٹھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے آپ کو کوئی تکلیف نہیں پہنچے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی گھوڑا زمین سے صحیح سالم باہر نکل آیا۔

اب سُراقہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: میں سُراقہ بن جُعشم ہوں اور آپ کی خدمت میں ایک بات کہنا چاہتا ہوں، میں اس بات کا آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ میں خود بھی واپس چلا جاؤں گا اور جو شخص آپ کی تلاش میں ادھر آتا دکھائی دے گا اسے بھی واپس بھیج دوں گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس سے پوچھو کیا چاہتا ہے؟ سُراقہ نے عرض کی: آپ کی ایک نشانی بطور امان نامہ کے چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اس کو میری طرف سے لکھ دو۔ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے انہیں ایک ہڈی / ٹھیکری یا کاغذ پر ایک تحریر لکھ دی۔

سُراقہ نے اس تحریر کو اپنے پاس محفوظ کر لیا۔ پھر کہنے لگا: قریش نے آپ کی گرفتاری (یا قتل) کے لیے سو سو اونٹوں کا انعام مقرر کر رکھا ہے۔ اور اس خواہش کا اظہار کیا کہ آپ میرا سامان بطور ہدیہ کے قبول فرمائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول نہ فرمایا۔ البتہ یہ فرمایا کہ تم ہماری اطلاع کسی کو نہ دینا۔

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ سُراقہ کہنے لگا: یہ میرا ترکش ہے اس سے ایک تیر (بطور نشانی) کے لے لیں آگے آپ کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوگا کہ جہاں میرے غلام میرے اونٹ چرا رہے ہوں گے، آپ اپنی ضرورت کے مطابق ان سے جو لینا چاہیں لے لینا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں۔

سُراقہ بن مالک بن جُعشم کا اسلام:

جس سال مکہ فتح ہوا تو جَعرّانہ مقام پر سراقہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے آکر ملے اور وہی نشانی ان کے ہاتھ میں تھی جو ہجرت کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے لکھ کر دی تھی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ رضی اللہ عنہ

سُراقہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں کسریٰ کے کنگن:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا تھا: سُراقہ! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کِسریٰ (شاہ ایران) کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے! اور پھر وہ وقت بھی آیا جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مدائن فتح ہوا اور کسریٰ کا خزانہ اہل اسلام کے ہاتھ آیا۔ کسریٰ کے ملبوسات امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش کیے گئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سُراقہ بن مالک بن جُعشم رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کسریٰ کا تاج ان کے سر پر رکھا، ان کے ہاتھوں میں کنگن پہنائے اور کسریٰ کا کمربند ان کی کمر پر باندھا۔

فائدہ: یہ کنگن سونے کے تھے۔ حالانکہ سونے کا استعمال اس امت کے مردوں پر حرام ہے۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے شرح المواہب اللدنیہ میں اس بات کی وضاحت کی ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ کام صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ کو سچ ثابت کرنے کے لیے تھا۔ جو نہی حضرت سراقہ رضی اللہ عنہ نے ان کو پہنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ ان کو اتار دو۔ انہوں نے اتار دیا اور ان کو مال غنیمت میں جمع کر لیا گیا۔

یاد رکھیں! سونے کو پہنتے ہی فوراً اتار دینا اسے عرف عام میں سونا پہننا نہیں کہتے۔ اس لیے یہ حرام بھی نہیں

تھا۔

عاتکہ بنت خالد خُزاعیّہ (اُم مَعبد) کے گھر:

مدینے کے راستے میں عاتکہ بنت خالد خزاعیہ (رضی اللہ عنہا) کا گھر تھا جو ام معبد کی کنیت سے معروف تھیں۔ یہ خاتون مسافروں کی خدمت گزاری کے حوالے سے بہت مشہور تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر انہی کے گھر کے قریب سے ہوا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس امید پر کہ ان سے کھانے کی کوئی چیز مل جائے گی ان کے گھر پر پہنچے، لیکن اتفاق سے کوئی چیز نہ ملی۔ البتہ قریب ایک دبلی اور کمزور بکری بندھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر آپ اجازت دیں تو ہم اس بکری کا دودھ دوہ لیں؟ ام معبد نے جواب دیا اگر یہ دودھ دیتی ہوتی تو اب تک میں خود آپ لوگوں کی خدمت میں پیش کر دیتی، دودھ دینا تو کجا یہ اتنی لاغر اور کمزور ہے کہ چرنے کے لیے ریوڑ کے ساتھ جنگل تک نہیں جا سکتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بکری جیسی بھی ہے آپ صرف دودھ دوہنے کی اجازت دیں! ام معبد نے کہا: میری طرف سے اجازت ہے لیکن یہ دودھ دے گی نہیں۔

بکری کے دودھ سے مٹکے بھر گئے:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا نام لے کر بکری کے تھنوں پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا تو وہ دودھ سے بھر گئے اور بکری ٹانگیں پھیلا کر دودھ دینے کے لیے تیار ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہنا شروع کیا، ایک بڑا مٹکا دودھ سے بھر گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے اُمِّ مَعبَد کو پلایا، اس کے بعد باقی جو مسافر وہاں موجود تھے انہیں پلایا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سمیت نوش جاں فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ دوہا اور مٹکے کو دودھ سے بھر کر ام معبد کے حوالے کیا اور وہاں سے آگے کی جانب روانہ ہوئے۔

ابو معبد اور ام معبد کا قبول اسلام:

شام کو ابو معبد گھر پہنچے، ام معبد نے دودھ پیش کیا وہ حیرت سے پوچھنے لگا کہ یہ کہاں سے آیا؟ ام معبد نے عرض کی کہ ایک مسافر عزیز کی برکت ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ بیان کر کے سارا واقعہ سنایا۔ ابو معبد کہنے لگے: یہ تو وہی ہیں جن کی مکہ کے قریشیوں کو تلاش ہے۔ کچھ دنوں بعد دونوں میاں بیوی مدینہ منورہ آئے اور اسلام

قبول کر کے دولت ایمان سے مالامال ہوئے۔ رضی اللہ عنہما

چرواہے کا قبول اسلام:

اسی سفر میں اس طرح کا ایک اور واقعہ بھی پیش آیا۔ ایک چرواہے سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دودھ طلب کیا۔ اس نے کہا کہ کوئی بکری بھی دودھ دینے کے قابل نہیں اور ایک بکری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: یہ موسم سرما میں گابھن ہوئی تھی کچھ دنوں بعد اس کا حمل گر گیا اب یہ بھی دودھ نہیں دیتی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی ہمیں دو! وہ اس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا آپ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ رکھ کر دعا مانگی تو اس کے تھن فوراً دودھ سے بھر گئے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ چرواہے کا برتن اٹھا کر لائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ دوہنا شروع کیا، سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو پلایا، پھر چرواہے کو پلایا، پھر حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ کو پلایا، پھر عبداللہ بن ارقد کو اور آخر میں خود پیا۔ یہ دیکھ کر چرواہے نے اسلام قبول کر لیا۔ رضی اللہ عنہ۔

زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

راستے میں حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہا کے شوہر حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی جو ہجرت نبوی سے پہلے ایک تجارتی سفر پر ملک شام گئے ہوئے تھے وہ شام سے مال تجارت لے کر واپس مکہ جا رہے تھے کہ آپس میں ملاقات ہوگئی۔ حضرت زبیر بن عوّام رضی اللہ عنہ نے ان حضرات کی خدمت میں سفید کپڑے پیش کیے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات:

انہی دنوں میں حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بھی تجارتی قافلے کے ساتھ شام سے واپس آ رہے تھے، ان کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہوئی انہوں نے ملک شام کے کچھ کپڑے خدمت اقدس میں پیش کیے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! یثرب کے مسلمان آپ کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے کی طرف روانہ ہوئے۔

غارِ ثور سے قباء تک:

عبداللہ بن ارقد نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مکہ سے عُسفان، وہاں سے ساحل سمندر، وہاں سے قُدَید، وہاں سے خَرّار، وہاں سے مُرّہ، وہاں سے عُمُق، وہاں سے رَوحَاء، وہاں سے مُدلَجہ، وہاں سے عَرَج، وہاں سے غَابِر، وہاں سے بطن رِئم اور وہاں سے مدینہ منورہ سے باہر بنو عمرو بن عوف کی آبادی یعنی قباء تک پہنچایا۔ آج کل ان میں سے اکثر مقامات کے یہ نام ختم ہو چکے ہیں یا پھر وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ تبدیل ہو چکے ہیں۔

قُباء میں آمد:

بارہ ربیع الاول بروز پیر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ دنوں کی طویل مسافت کو طے کر کے غار سے چل کر قباء پہنچے۔ یہاں کئی دنوں سے آپ کا انتظار ہو رہا تھا لوگ صبح صبح گھروں سے نکل کر شہر سے باہر پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ کر دوپہر تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتظار کرتے۔ ایک دن ایک یہودی نے؛ جو اپنے کسی کام کے لیے پہاڑی پر چڑھا تھا؛ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آتے ہوئے دیکھا تو بلند آواز سے قبیلہ عمرو بن عوف کو اطلاع دی کہ وہ آ گئے ہیں جن کا تمہیں انتظار تھا۔

زائرین کا ہجوم:

رُخِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ فوراً آگے بڑھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب خادم کے فرائض سرانجام دینے لگے۔ خِلقی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کے عکس کامل تھے اس لیے لوگ آپ رضی اللہ عنہ کو رسول خیال کرتے ہوئے سلام اور ملاقات کرتے رہے۔

تھوڑی دیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر جب دھوپ آنا شروع ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی چادر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیا تب لوگوں کو معلوم ہوا کہ نبی کون ہے اور صدیق کون ہے؟

قُباء میں قیام گاہ:

قباء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کے قبیلہ عمرو بن عوف کی شاخ بنو عبید کے ایک عمر رسیدہ اور نابینا

شخص کلثوم بن ھِدْم رضی اللہ عنہ کے مکان پر ٹھہرے۔ لوگوں سے ملاقات کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن خیثمہ رضی اللہ عنہ کے مکان پر تشریف لے جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عامر بن فُہَیْرَہ رضی اللہ عنہ بھی رات کو انہی کے مکان پر آرام فرماتے۔

مسجد قُباء کی تعمیر:

اسی مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد تعمیر کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا، اپنے میزبان حضرت کلثوم بن ھِدْم رضی اللہ عنہ سے اس بارے میں تذکرہ فرمایا۔ آج جس جگہ مسجد قباء بنی ہوئی ہے یہ حضرت کلثوم بن ھِدْم رضی اللہ عنہ کا مِرْبَد تھا۔ یعنی ایسی جگہ جہاں کھجوروں کو خشک کر کے چھوہارے بنائے جاتے ہیں۔ حضرت کلثوم رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول! میں اپنا مِرْبَد مسجد کی تعمیر کے لیے وقف کرتا ہوں، آپ قبول فرمائیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اس کی بنیاد رکھی۔ اس کی تعمیر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ خود بنفس نفیس شریک رہے، بھاری بھاری پتھر اٹھاتے۔ تاریخ اسلام کی سب سے پہلی باضابطہ عمومی مسجد؛ مسجد قباء ہے۔ مکہ مکرمہ میں مسجد الحرام نزول اسلام سے پہلے تعمیر ہو چکی تھی۔

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ تشریف آوری کے بعد سب سے پہلے حضرت کلثوم بن ھِدْم انصاری رضی اللہ عنہ نے وفات پائی، ان کے بعد حضرت اسعد بن زُرَارہ رضی اللہ عنہ اور پھر مہاجرین میں سے سب سے پہلے حضرت عثمان بن مَظْعُون رضی اللہ عنہ نے وفات پائی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی قباء آمد:

قباء میں قیام کے دوران حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اہل مکہ کی امانتیں واپس کرنے کے لیے مکہ میں چھوڑ آئے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ سے تشریف لے جانے کے تین دن بعد مکہ سے مدینہ کی جانب روانہ ہوئے تھے اور قباء میں آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات فرمائی۔ تیز چلنے کی وجہ سے آپ رضی اللہ عنہ کی پنڈلیوں میں شدید تکلیف تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک رکھ کر دعا کی تو درد فوراً ختم ہو گیا اور پھر کبھی نہ ہوا۔

مدینہ منورہ کی طرف:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء میں دو ہفتے قیام مکمل فرمانے کے بعد اپنی اونٹنی قصویٰ منگوائی اپنے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو سوار کیا اور یثرب کی جانب روانہ ہوئے۔ بنو سالم کے محلہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنوبی جانب سے مدینہ منورہ میں داخل ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کے لیے پورا شہر امڈ آیا۔ محلہ بنو سالم سے لے کر تین چار میل کی دوری تک تمام لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے لیے صفیں باندھے موجود تھے۔

مدینہ منورہ میں تشریف آوری کا روح پرور منظر:

فِيْ رِوَايَةِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ رَجَاءٍ فَخَرَجَ النَّاسُ حِيْنَ قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فِي الطُّرُقِ وَعَلَى الْبُيُوْتِ وَالْغِلْمَانُ وَالْخَدَمُ جَاءَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ؛ اَللّٰهُ أَكْبَرُ جَاءَ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فتح الباری، رقم الحدیث:3925

ترجمہ: امام عبد اللہ بن رجاء رحمہ اللہ کی روایت کے مطابق جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں داخل ہو رہے تھے تو شوقِ دیدار میں لوگ؛ جن میں چھوٹے بچے اور خدام بھی شامل تھے؛ گھروں اور دیواروں پر چڑھ آئے اور خوش ہو کر کہہ رہے تھے: محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں؛ اَللّٰهُ اَكْبَرُ! محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں۔

ننھی منی بچیوں کے استقبالیہ اشعار:

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَرَّ بِبَعْضِ الْمَدِيْنَةِ فَإِذَا هُوَ بِجَوَارٍ يَضْرِبْنَ بِدُفِّهِنَّ وَيَتَغَنَّيْنَ وَيَقُلْنَ:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ

يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُ يَعْلَمُ إِنِّيْ لَأُحِبُّكُنَّ۔

سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:1899

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو ننھی منی بچیاں دف بجا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے استقبال میں یہ اشعار کہہ رہی تھیں:

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ

ہم قبیلہ بنو نجار کی (ننھی منی) بچیاں ہیں

يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہمیں ہمسائیگی کا شرف بخشا

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اس بات کو اللہ خوب اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں بھی تمہیں عزیز رکھتا ہوں۔

انصار مدینہ کے ایمانی جذبات:

انصار کے تمام قبائل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظار میں تھے۔ ہر خاندان کی یہ دلی خواہش تھی کہ مہمان نوازی کی سعادت اس کے حصے میں آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محلہ بنو سالم میں جمعہ کی نماز ادا فرما کر اونٹنی پر سوار ہوئے۔

بنو سالم کی خواہش:

بنو سالم میں سے عِتبان بن مالک رضی اللہ عنہ، عباس بن عُبادہ رضی اللہ عنہ اور دیگر معززین نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ ہم آپ کی مکمل حفاظت اور خوب خدمت کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کے حکم کی پابند ہے اسے جہاں اللہ کا حکم ہو گا وہیں رک کر بیٹھ جائے گی۔

بنو بیاضہ کی خواہش:

بنو بیاضہ کے محلہ میں پہنچے تو زَیاد بن لَبِیْد اور فَرْوَہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور ان کے خاندان کے لوگوں نے عرض کی: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے پاس تشریف لائیں۔ ہم آپ کی مکمل حفاظت اور

خوب خدمت کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کے حکم کی پابند ہے اسے جہاں اللہ کا حکم ہو گا وہیں رک کر بیٹھ جائے گی۔

بنو ساعدہ کی خواہش:

بنو ساعدہ کے محلے میں تشریف لائے تو حضرت سَعْد بن عُبَادہ اور مُنذِر بن عَمرو رضی اللہ عنہما اپنے خاندان کے معززین کے ساتھ حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں، آپ کی مکمل حفاظت اور خوب خدمت کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو، یہ اللہ کے حکم کی پابند ہے اسے جہاں اللہ کا حکم ہو گا وہیں رک کر بیٹھ جائے گی۔

بنو نجار کی سعادت:

آخر کار اونٹنی بنو مالک بن نجار کے محلہ میں پہنچ کر ایک مکان کے سامنے بیٹھ گئی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی سے نیچے نہیں اترے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وہی کیفیت طاری ہوئی جو وحی کے نازل ہونے کے وقت طاری ہو جایا کرتی تھی۔ اونٹنی اٹھی، کچھ آگے گئی اور مڑ کر واپس اسی جگہ بیٹھ گئی جہاں پہلے بیٹھی تھی اور اپنے پچھلے دونوں پاؤں زمین پر اچھی طرح جما دیے۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اترے۔

فائدہ: اونٹنی کا یہ عمل در حقیقت مسجد نبوی کی حد بندی کے لیے تھا چنانچہ اس کے بعد اتنی ہی جگہ میں مسجد کو تعمیر کیا گیا۔

اسی جگہ کے قریب حضرت خالد بن زید رضی اللہ عنہ؛ جو کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے نام سے معروف ہیں؛ کا دو منزلہ گھر تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پر جوش استقبال کیا اور آپ کا سامان اتار کر گھر میں رکھا۔ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا نسبی تعلق ایک اہل کتاب عالم سے ہے جو سات سو سال پہلے ایک بادشاہ تُبَّع حِمیَری کے ساتھ اس جگہ آئے تھے۔

تُبَّعْ حِمْیَرِی کا تعارف:

پہلے یمن کے ہر بادشاہ کو تبع کہا جاتا تھا۔ ذیل میں جن کا واقعہ نقل کیا جا رہا ہے ان کا نام اسعد ابو کرب تھا۔

ان کا گزر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے تقریباً 700 سال پہلے اس جگہ سے ہوا جہاں آج مدینہ منورہ آباد ہے۔ اس وقت اس کے ساتھ اہل کتاب کے چار سو علماء موجود تھے۔

علماء نے بادشاہ سے عرض کی کہ ہمیں بقیہ زندگی یہیں گزارنے دیں۔ بادشاہ نے اس کی وجہ پوچھی تو علماء نے جواب دیا کہ ہماری کتابوں میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ اس جگہ پر ایک نبی آئیں گے جن کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوگا۔ وہ اسی سرزمین کی طرف ہجرت کر کے تشریف لائیں گے۔

بادشاہ نے یہ بات سنی تو ان علماء کو یہاں رہنے کی نہ صرف یہ کہ اجازت دی بلکہ ان کے لیے مکانات تعمیر کرائے، ان کی شادی بیاہ کے بندوبست کیے، ان کی ضروریات کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ ان کو سہولیات بھی دیں۔ خاص طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دو منزلہ ایک خوبصورت مکان تعمیر کرایا تاکہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت فرما کر تشریف لائیں تو اسی مکان میں قیام فرمائیں۔ انہی علماء میں سے ایک بڑے عالم کو یہ مکان سپرد کیا۔

اسی عالم کی نسل میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے اور وہی مکان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ اس موقع پر تبع نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام ایک خط لکھا، وصیت کے مطابق وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیا گیا۔

شاہ یمن تبع حمیری کا خط:

وَأَمَّا الْكِتَابُ فَرَوَى ابْنُ إِسْحَاقَ وَغَيْرُهُ أَنَّهُ كَانَ فِيهِ: أَمَّا بَعْدُ! فَإِنِّي آمَنْتُ بِكَ وَبِكِتَابِكَ الَّذِي أُنْزِلَ عَلَيْكَ وَأَنَا عَلَى دِينِكَ وَسُنَّتِكَ وَآمَنْتُ بِرَبِّكَ وَرَبِّ كُلِّ شَيْءٍ وَآمَنْتُ بِكُلِّ مَا جَاءَ مِنْ رَبِّكَ مِنْ شَرَائِعِ الْإِسْلَامِ فَإِنْ أَدْرَكْتُكَ فَبِهَا وَنَعِمَتْ وَإِنْ لَمْ أُدْرِكْكَ فَاشْفَعْ لِي وَلَا تَنْسَنِي يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَإِنِّي مِنْ أُمَّتِكَ الْأَوَّلِينَ وَتَابَعْتُكَ قَبْلَ مَجِيئِكَ وَأَنَا عَلَى مِلَّتِكَ وَمِلَّةِ أَبِيكَ إِبْرَاهِيمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ. ثُمَّ خَتَمَ الْكِتَابَ وَنَقَشَ عَلَيْهِ: لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَكَتَبَ عُنْوَانَهُ: إِلَى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ نَبِيِّ اللّٰهِ وَرَسُولِهِ خَاتَمِ النَّبِيِّينَ وَرَسُولِ رَبِّ الْعَالَمِينَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ تُبَّعٍ الْأَوَّلِ۔

البحر المحیط فی التفسیر لابی حیان اثیر الدین الاندلسی، تحت سورۃ الدخان

ترجمہ: امام ابن اسحاق رحمہ اللہ تبع حمیری کے خط کے مضمون کو روایت کرتے ہیں۔ اللہ کی حمد وثناء کے بعد! (اے

محمد صلی اللہ علیہ وسلم) میں آپ کی ذات اور نبوت پر ایمان لاتا ہوں، اور اس کتاب (قرآن کریم) پر بھی ایمان لاتا ہوں جو آپ پر نازل کی جائے گی۔ آپ کے دین اور آپ کی سنت کا متبع ہوں گا آپ کے رب پر جو کہ ہر چیز کا رب ہے ایمان لاتا ہوں اور ہر اس چیز (احکام شریعت) کو صدق دل سے مانتا ہوں جو آپ اپنے رب کی طرف سے لائیں گے۔

اگر میں نے اپنی زندگی میں آپ کی بعثت کا زمانہ پالیا تو زہے نصیب! اور اگر نہ پا سکا تو آپ (روز قیامت) میری سفارش فرمایئے گا اور اس دن میں مجھے نہ بھولیے گا۔ میں آپ کا وہ امتی ہوں جو آپ کی نبوت پر آپ کے اعلان نبوت سے بھی پہلے ایمان لاتا ہوں۔ اور آپ کی تشریف آوری سے پہلے آپ کا متبع ہوں۔ میں آپ اور آپ کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر ہوں۔ پھر اس پر مہر لگائی۔ جس پر لِلّٰهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ لکھا ہوا تھا۔ اور خط کا عنوان اس طرح درج تھا۔ اللہ کے نبی اور رسول خاتم النبیین اور رسول رب العالمین محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام تبع اول (یمن کے پہلے بادشاہ) کی طرف سے۔

تبع حمیری کے اشعار:

اس خط میں تبع حمیری نے اپنے ایمانی جذبات کو منظوم کلام میں عقیدت واحترام کی زبان میں اس طرح بیان کیا ہے:

شَهِدْتُّ عَلٰى أَحْمَدَ أَنَّهٗ

میں یقین کے ساتھ اس کا گواہ ہوں کہ احمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

نَبِيٌّ مِّنَ اللهِ بَارِءِ النَّسَمِ

اس اللہ کے نبی ہیں جو تمام جانداروں کو پیدا کرنے والے ہیں

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِيْ إِلٰى عُمْرِهٖ

اگر میں ان کے زمانے تک زندہ رہا تو

لَكُنْتُ وَزِيرًا لَهٗ وَابْنَ عَمٍّ

میں ان کا ساتھی اور معاون بن کر ساتھ دوں گا

وَجَاهَدْتُّ بِالسَّيْفِ أَعْدَاءَهٗ

اور ان کے دشمنوں سے تلوار کے ساتھ جہاد کروں گا

وَفَرّجْتُ عَنْ صَدْرِهٖ كُلَّ هَمّ

اور آپ کے سینے سے ہر غم کو دور کر دوں گا

تبع کے علاوہ یمن کے ایک اور بادشاہ نے بھی نذرانہ عقیدت پیش کیا ہے۔

سبا بن یشحب کا نذرانہ عقیدت:

سبا بن یشحب بن یعرب بن قحطان ملک یمن کا مسلمان بادشاہ گزرا ہے، اس کے اشعار میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ان الفاظ میں موجود ہے۔

سَيَمْلِكُ بَعْدَنَا مُلْكًا عَظِيْمًا

ہمارے بعد ایک بڑے بادشاہ (اس سلطنت کے) مالک ہوں گے

نَبِيّ لَا يُرَخِّصُ فِي الْحَرَامِ

وہ (سلیمان) نبی ہوں گے جو حرام کام کی اجازت نہیں دیں گے

وَيَمْلِكُ بَعْدَ قَحْطَانَ نَبِيٌّ

اور (قوم) قحطان کے بعد ایک ایسے نبی مالک ہوں گے

تَقِيٌّ خَبْتَةٌ خَيْرُ الْأَنَامِ

جو متقی، شب بیدار اور تمام مخلوق سے بہتر ہوں گے

وَ سُمِّيَ أَحْمَدًا يَا لَيْتَ أَنِّيْ

ان کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہو گا اے کاش! میں

أُعَمَّرُ بَعْدَ مَبْعَثِهٖ بِعَامِ

ان کی بعثت کے ایک سال بعد تک زندہ رہتا

فَأَعْضُدُهٗ وَ أَحْبُوْهُ بِنَصْرِيْ

تو میں ان کی حفاظت کرتا اور ان کی نصرت کے لیے

بِكُلِّ مُدَجَّجٍ وَ بِكُلِّ رَامٍ

ہر مسلح تیر انداز کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوتا

مَتٰى يَظْهَرْ فَكُوْنُوْا نَاصِرِيْهِ

(میرا پیغام یہ ہے کہ)جب وہ تشریف لے آئیں تو ان کا ساتھ دینا

وَمَنْ يَلْقَاهُ يُبْلُغُهٗ سَلَامِي

اور جو ان سے ملے تو ان کی خدمت میں میرا سلام پہنچا دے

دو منزلہ مکان میں زمانہ قیام:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے اس مکان پر سات ماہ تک قیام فرمایا۔ چونکہ زائرین اور محبین کا ہجوم ہوتا تھا اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ میں نچلی منزل میں رہوں گا اور آپ اوپر والی منزل میں رہیں۔

اس عرصے میں کوئی ایسا دن اور رات نہیں تھی جس میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعوت طعام کی درخواست نہ کرتے ہوں۔ اس سارے عرصے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانا قبیلہ خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہ انصاری اور قبیلہ اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما کے گھروں سے تیار ہو کر آتا تھا۔ بعد میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر تیار ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مکان میں رہنے لگے۔ اور اب تلک اپنے گھر میں جسے روضہ رسول، حجرہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہا جاتا ہے، آرام فرما ہیں۔

یثرب کی اندرونی صورتحال:

یَثْرِب (ی پر زبر اور ر کے نیچے زیر) اس وقت سرزمین عرب کا وہ خطہ تھا جہاں پانچ بڑے بڑے قبیلے موجود تھے اَوس، خزرج، بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو قَینُقاع۔ پہلے دو (اوس اور خزرج) مشرک جبکہ آخری تین (بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع) یہودی تھے۔ اوس اور خررج کے لوگ کاروبار کم اور کاشت کاری زیادہ کرتے تھے، جبکہ بازاروں پر

تقریباً یہودیوں کا قبضہ تھا۔

ہجرت سے پانچ سال قبل اوس اور خزرج کی باہمی لڑائی ہوئی جسے "جنگِ بُعاث" کہا جاتا ہے۔ یہ تاریخ کی مشہور جنگوں میں سے ایک جنگ ہے اس میں ان کے نامور جنگجو اور سردار مارے گئے۔ قبیلہ اوس کے طرف دار دو یہودی قبیلے بنو قُریظہ اور بنو نَضِیر تھے۔ خزرج کے طرف دار بنو جُہینہ اور بنو اشجع جبکہ کچھ دیہاتی قبائل تھے۔ اَوْس و خَزْرَج کو باہمی لڑائی نے افرادی اور معاشی اعتبار سے بہت کمزور کر دیا تھا اور اس کے مقابلے میں یہودی مضبوط تھے۔ اس جنگ کے بعد دونوں قبیلوں کو ایک عارضی صلح کرنا پڑی تھی۔

تعمیرِ مسجدِ نبوی:

مدینہ منورہ پہنچ کر سب سے پہلے مستقل اور ترجیحی بنیادوں پر مسجد تعمیر کی گئی تاکہ مسلمانوں کو عبادات کی ادائیگی میں مشکلات پیش نہ آئیں۔ اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مسائل میں سب سے اہم مسئلہ مسلمانوں کے لیے عبادات کی ادائیگی کا ہے۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ فَنَزَلَ أَعْلَى الْمَدِيْنَةِ فِيْ حَيٍّ يُقَالُ لَهُمْ بَنُوْ عَمْرِو بْنِ عَوْفٍ فَأَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْهِمْ أَرْبَعَ عَشْرَةَ لَيْلَةً ثُمَّ أَرْسَلَ إِلٰى بَنِي النَّجَّارِ فَجَاءُوْا مُتَقَلِّدِي السُّيُوْفِ كَأَنِّيْ أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ وَ أَبُوْبَكْرٍ رِدْفُهٗ وَمَلَأُ بَنِي النَّجَّارِ حَوْلَهٗ حَتّٰى أَلْقٰى بِفِنَاءِ أَبِيْ أَيُّوْبَ وَكَانَ يُحِبُّ أَنْ يُّصَلِّيَ حَيْثُ أَدْرَكَتْهُ الصَّلَاةُ وَيُصَلِّيْ فِيْ مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَأَنَّهٗ أَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَأَرْسَلَ إِلٰى مَلَإٍ مِنْ بَنِي النَّجَّارِ فَقَالَ يَا بَنِي النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِيْ بِحَائِطِكُمْ هٰذَا قَالُوا لَا وَاللهِ لَا نَطْلُبُ ثَمَنَهٗ إِلَّا إِلَى اللهِ فَقَالَ أَنَسٌ فَكَانَ فِيْهِ مَا أَقُوْلُ لَكُمْ قُبُوْرُ الْمُشْرِكِيْنَ وَفِيْهِ خَرِبٌ وَفِيْهِ نَخْلٌ فَأَمَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِقُبُوْرِ الْمُشْرِكِيْنَ فَنُبِشَتْ ثُمَّ بِالْخَرِبِ فَسُوِّيَتْ وَبِالنَّخْلِ فَقُطِعَ فَصَفُّوا النَّخْلَ قِبْلَةَ الْمَسْجِدِ وَجَعَلُوْا عِضَادَتَيْهِ الْحِجَارَةَ وَجَعَلُوْا يَنْقُلُوْنَ الصَّخْرَ وَهُمْ يَرْتَجِزُوْنَ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَهُمْ وَهُوَ يَقُوْلُ: اَللّٰهُمَّ لَا خَيْرَ إِلَّا خَيْرُ الْآخِرَةِ فَاغْفِرْ لِلْأَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

صحیح البخاری، رقم الحدیث: 428

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں (ہجرت فرماکر) تشریف لے آئے، تو سب سے پہلے مدینہ کے بالائی حصہ میں بنو عمرو بن عوف کے یہاں تشریف لائے اور 14 دنوں تک قیام فرمایا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ بنو نجار کو بلایا، وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

راوی فرماتے ہیں کہ وہ منظر ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر تشریف فرماہیں جبکہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے بیٹھے ہوئے ہیں۔ قبیلہ بنو نجار کے لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چاروں اطراف سے اپنے حصار میں لے رکھا ہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے سامنے تشریف فرما ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جہاں بھی نماز کا وقت آجاتا تو فوراً نماز ادا فرمالیتے، (اگر نماز کا وقت ہو جاتا تو) آپ بکریوں کے باڑے کے قریب (پاک جگہ پر) بھی نماز ادا فرمالیتے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں مسجد بنانے کا حکم دیا اور قبیلہ بنو نجار کے سرداروں کو بلا کر فرمایا: اے بنو نجار! (اس باغ والی جگہ پر ہم نے مسجد بنانی ہے اس لیے تم لوگ) اس باغ کی قیمت مجھ سے لے لو۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی قیمت ہم صرف اللہ سے مانگتے ہیں۔ (یعنی اللہ سے اس کے ثواب کی امید پر بغیر معاوضے کے دیتے ہیں۔)

راوی فرماتے ہیں کہ یہاں مشرکین کی قبریں تھیں، اس باغ کا کچھ حصہ ویران جبکہ کچھ حصے میں کھجور کے درخت تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کو کھدوا کر ان کی ہڈیوں کو باہر پھینکوادیا، ویران جگہ کو صاف اور برابر کرایا، درختوں کو کٹوا کر مسجد کے قبلہ کی جانب کھڑا کروادیا اور پتھروں کے ذریعہ انہیں مضبوط کرایا۔ صحابہ کرام پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے اور اشعار پڑھتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ مل کر کام کرتے اور ان کے حق میں یہ دعا فرماتے:

اے اللہ! آخرت کے فائدے کے علاوہ تو کوئی فائدہ ہے ہی نہیں (کیونکہ دنیا والی زندگی عارضی اور اس کا فائدہ بھی عارضی جبکہ آخرت والی زندگی دائمی اور اس کا فائدہ بھی دائمی ہے) اے اللہ! انصار اور مہاجرین کی مغفرت

فرما۔

عَنْ عِكْرِمَةَ رَحِمَهُ اللهُ قَالَ لِي ابْنُ عَبَّاسٍ وَلِابْنِهِ عَلِيٍّ انْطَلِقَا إِلٰى أَبِيْ سَعِيْدٍ فَاسْمَعَا مِنْ حَدِيْثِهٖ فَانْطَلَقْنَا فَإِذَا هُوَ فِيْ حَائِطٍ يُصْلِحُهٗ فَأَخَذَ رِدَاءَهٗ فَاحْتَبٰى ثُمَّ أَنْشَأَ يُحَدِّثُنَا حَتّٰى أَتٰى ذِكْرُ بِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَقَالَ كُنَّا نَحْمِلُ لَبِنَةً لَبِنَةً وَعَمَّارٌ لَبِنَتَيْنِ لَبِنَتَيْنِ فَرَآهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَنْفُضُ التُّرَابَ عَنْهُ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:447

ترجمہ: حضرت عکرمہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے مجھ سے اور اپنے بیٹے علی سے فرمایا: ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ کی خدمت میں جاؤ اور ان کی احادیث کو سنو۔ ہم لوگ ان کے پاس گئے دیکھا کہ وہ اپنے باغ کا کام کاج کر رہے تھے۔ ہمیں دیکھا تو اپنی چادر اوڑھی اور ہمیں حدیث سنانے لگے۔ اسی دوران جب مسجد (نبوی) کی تعمیر کا تذکرہ آیا تو فرمایا کہ ہم لوگ (مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت) ایک ایک اینٹ اٹھا رہے تھے اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما دو دو اینٹیں اٹھا رہے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو ان کے بدن سے مٹی جھاڑنے لگے۔

مہاجرین کی آباد کاری:

اس کے بعد بڑا مسئلہ مہاجرین مکہ کی آباد کاری کا تھا۔ اس کی ممکنہ صورتوں میں ایک یہ بھی تھی کہ علیحدہ طور پر مہاجرین کی کالونی تعمیر کی جاتی لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیغمبرانہ فراست اور مردم شناس نگاہ نے اسے یکسر مسترد کر دیا۔ اس کی کئی وجوہات ہو سکتی تھیں۔ مثلاً:

پہلی وجہ یہ تھی کہ علیحدہ آبادی سے مہاجرین و انصار کے درمیان باہمی یگانگت، ایثار و اخلاص، مساوات اور الفت پیدا نہ ہوتی۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ تعلیم و تربیت، باہمی احتساب اور دکھ سُکھ میں شرکت کے لحاظ سے جو مساوی سطح کی ضرورت تھی علیحدہ آبادی اس میں خلیج بن جاتی۔

اور سب سے بڑھ کر انصار کا مثالی تعاون اور ان کے قلبی جذبات مشاہدہ بن کر سامنے نہ آسکتے اس لیے

مہاجرین کی علیحدہ آباد کاری نہ کی گئی۔

عقدِ موالات کا پرانا طریقہ:

عرب میں ایک طریقہ "عقدِ موالات" کا رائج تھا یعنی غیر قبیلہ کا کوئی آدمی کسی اور قبیلہ میں پہنچتا اور معاہدہ کر کے اس قبیلہ میں داخل ہو جاتا اور اس کے بعد اسی قبیلہ کی طرف منسوب ہوتا، اس کے بعد وہ شخص صلح اور جنگ میں اسی قبیلے کے ساتھ شریک رہتا، اس شخص کے مرنے کے بعد اس کا ترکہ بھی اسی قبیلہ میں تقسیم کیا جاتا۔

اس عقد موالات میں حق وانصاف کے بجائے خواہ قبیلہ والے غلط، ناانصافی بلکہ ظلم بھی کر رہے ہوں بہر حال اسی قبیلہ کی طرف داری اور حمایت ضروری ہوتی تھی اسلام نے اسے بدبودار قرار دے کر حرام بتلایا اور یہ تعلیم دی کہ ہر حال میں حق اور انصاف کا ساتھ دو یہاں تک کہ اگر وہ تمہارے اپنوں کے خلاف ہی ہو۔

عقد مؤاخات:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقد مواخات قائم کیا اور فطری طور پر ہم مزاجی کا خیال فرماتے ہوئے ایک مہاجر کو ایک انصاری کا نام بنام بھائی قرار دیا۔

مہاجرین مکہ	انصارِ مدینہ	مہاجرین مکہ	انصارِ مدینہ
ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	خارجہ بن زید زُہَیر رضی اللہ عنہ	ابو مَرثَد رضی اللہ عنہ	عُبادہ بن صامِت رضی اللہ عنہ
عمر فاروق رضی اللہ عنہ	عِتبان بن مالک رضی اللہ عنہ	عبد اللہ بن جحش رضی اللہ عنہ	عاصِم بن ثابت رضی اللہ عنہ
عثمان غنی رضی اللہ عنہ	اَوس بن ثابت رضی اللہ عنہ	عُتبَہ بن غزوان رضی اللہ عنہ	ابو دُجانہ رضی اللہ عنہ
عبد الرحمٰن بن عَوف رضی اللہ عنہ	سعد بن رَبیع رضی اللہ عنہ	ابو سَلَمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ	سعد بن خَیثَمہ رضی اللہ عنہ
ابو عُبَیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ	سعد بن مُعاذ رضی اللہ عنہ	عثمان بن مَظعُون رضی اللہ عنہ	اَبُو الہَیثَم بن تَیّہان رضی اللہ عنہ
زُبَیر بن عوّام رضی اللہ عنہ	سَلَمہ بن سَلامہ رضی اللہ عنہ	عُبَیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ	عُمَیر بن الحمَام رضی اللہ عنہ
طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	کعب بن مالک رضی اللہ عنہ	طُفَیل بن الحارث رضی اللہ عنہ	سفیان بن نَسر رضی اللہ عنہ
سعید بن زید رضی اللہ عنہ	اُبَیّ بن کعب رضی اللہ عنہ	صَفوان بن بَیضاء رضی اللہ عنہ	رافع بن مُعلّیٰ رضی اللہ عنہ
مُصعَب بن عُمَیر رضی اللہ عنہ	ابو ایوب خالد رضی اللہ عنہ	مِقدَاد بن اَسوَد رضی اللہ عنہ	عبد اللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ

ابو حذیفہ بن عُتبہ رضی اللہ عنہ	عَبَّاد بن بِشر رضی اللہ عنہ	ذوالشِمالَین رضی اللہ عنہ	یزید بن الحارث رضی اللہ عنہ
عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ	حُذَیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ	اَرْقم رضی اللہ عنہ	طلحہ بن زید رضی اللہ عنہ
سلمان فارسی رضی اللہ عنہ	ابو الدرداء عُوَیمر رضی اللہ عنہ	زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ	مَعْن بن عدی رضی اللہ عنہ
ابو ذر غِفاری رضی اللہ عنہ	مُنذِر بن عمرو رضی اللہ عنہ	عمرو بن سُراقہ رضی اللہ عنہ	سَعد بن زید رضی اللہ عنہ
بلال حبشی رضی اللہ عنہ	ابو رُوَیحہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ	عُکاشہ بن مِحْصَن رضی اللہ عنہ	مُجذر بن زَیاد رضی اللہ عنہ
حاطِب بن اَبِی بَلتَعہ رضی اللہ عنہ	عُوَیم بن سَاعِدہ رضی اللہ عنہ	عامر بن فُہَیرہ رضی اللہ عنہ	حارث بن صِمَّہ رضی اللہ عنہ
عاقِل بن بُکَیر رضی اللہ عنہ	مُبَشِّر بن عبد المُنذِر رضی اللہ عنہ	مِہجَع مولیٰ عمر رضی اللہ عنہ	سُراقہ بن عمرو رضی اللہ عنہ
خُنَیس بن حُذافہ رضی اللہ عنہ	مُنذِر بن محمد رضی اللہ عنہ	مِسطَح بن اُثاثہ رضی اللہ عنہ	زید بن مُزَیَّن رضی اللہ عنہ
ابو سَبرہ بن اَبِی رُھم رضی اللہ عنہ	عُبادہ بن خَشخاش رضی اللہ عنہ	حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ

انصار کی خواہش:

اس کے بعد انصار دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی: ہمارے اور ہمارے مہاجر بھائیوں کے درمیان کھجوروں کے باغات تقسیم فرما دیجیے! انصار یہ چاہتے تھے کہ مہاجرین کی حصے کی زمین اور باغات ان کے قبضے میں دے دیے جائیں تاکہ وہ اپنی مرضی کے ساتھ اس میں جو کچھ تصرف کرنا چاہیں، کر سکیں۔

فراست نبوی کی ایک جھلک:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ایثار و اخلاص کو قدر کی نگاہ سے دیکھا لیکن اپنی نگاہ بصیرت و فراست کے پیش نظر اسے منظور نہ فرمایا۔ کیونکہ اس سے مہاجرین کا معاشی مسئلہ حل نہیں ہو سکتا تھا۔ جائیداد کی تقسیم سے مہاجرین "صاحبِ جائیداد" تو ضرور بن جاتے لیکن تاجر پیشہ ہونے اور زراعت سے ناواقف ہونے کی وجہ سے معاشی طور پر مضبوط نہ ہو سکتے تھے۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: باغات دینے کے بجائے باغات کی پیداوار کا حصہ مہاجرین کو دیا جائے، انصار مدینہ نے کہا جو حکم ہو تعمیل کریں گے۔

انصار کی اطاعت گزاری:

بغیر جبر واکراہ؛ انصار زمیندار خود کاشت کاری کر کے پردیسی و اجنبی لوگوں کو پیداوار کا مقررہ حصہ دیتے

رہے۔ انصارِ مدینہ اگرچہ یہی چاہتے تھے کہ زمینیں بھی مہاجرین کو دے دی جائیں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول نہ فرمایا بلکہ مہاجرین کو عارضی ملکیت کے طور پر دیں، جب حالات سازگار ہوئے تو مہاجرین نے انصار کو زمینیں واپس کر دیں۔

عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا قَدِمَ عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ عَوْفٍ الْمَدِيْنَةَ آخَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَهُ وَبَيْنَ سَعْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَقَالَ لَهُ هَلُمَّ أُقَاسِمُكَ مَالِيْ نِصْفَيْنِ وَلِيَ امْرَأَتَانِ فَأُطَلِّقُ إِحْدَاهُمَا فَإِذَا انْقَضَتْ عِدَّتُهَا فَتَزَوَّجْهَا فَقَالَ بَارَكَ اللهُ لَكَ فِيْ أَهْلِكَ وَمَالِكَ دُلُّوْنِيْ عَلَى السُّوْقِ فَدَلُّوْهُ عَلَى السُّوْقِ۔

جامع الترمذی، رقم الحدیث: 1933

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبد الرحمٰن بن عوف جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اور سعد بن ربیع کے درمیان بھائی بندی قائم فرمائی۔ ان کے انصاری بھائی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں ایک بھائی ہونے کے ناتے اپنا آدھا مال تمہیں پیش کرتا ہوں اس کے علاوہ میری دو بیویاں ہیں۔ تم انہیں دیکھ لو (ابھی پردہ کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے) اور جو تمہیں اچھی لگے میں اسے طلاق دے دوں گا اور عدت کے بعد تم اس سے نکاح کرلینا۔ آپ نے جواب میں کہا کہ خدا تمہارے گھر والوں اور تمہارے مال میں برکت عطا فرمائے مجھے کوئی بازار بتادو کہ میں وہاں جاکر تجارت کروں چنانچہ انہیں (بنو قینقاع کا) بازار بتادیا گیا۔

4 ہجری میں قبیلہ بنو نضیر کے یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا، وہ کامیاب نہ ہوئے۔ یکم ہجری میں ان سے جو معاہدہ ہوا تھا انہوں نے خود اس کی خلاف ورزی کر کے توڑ دیا، اس لیے ان کا علاقہ بغیر جنگ کے اسلامی سلطنت کے زیر نگیں آیا چونکہ یہ بغیر جنگ کے اہل اسلام کے قبضہ میں آیا اس لیے مجاہدین اسلام میں تقسیم نہ ہوا بلکہ اسے خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حق قرار دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے صحابہ کرام کی مشکلات تھیں، آپ علیہ السلام نے انصار کو جمع فرما کر ان کی رائے معلوم کرنا چاہی کہ یہ زمین انصار و مہاجرین دونوں میں تقسیم کی جائے یا صرف مہاجرین کو دے دی جائے تاکہ وہ انصار کی زمینیں واپس کریں اور ان کے مکانات خالی کر دیں۔ اوس و خزرج کے دونوں سردار سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہما نے عرض

کی: آپ یہ سب کچھ مہاجرین میں تقسیم فرمادیں ہم اپنے مکانات و باغات اور زمینیں واپس نہیں لیتے بلکہ ہمیں خوشی ہو گی کہ ہماری کچھ اور زمینوں کا حصہ مہاجرین کو عنایت فرمایا جائے یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو دعا دی: اے اللہ! انصار اور ان کی اولادوں پر اپنی خاص رحمت نازل فرما۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمین کا ایک حصہ مہاجرین میں تقسیم فرمایا اور انصار میں سے دو ضرورت مند انصاری حضرت ابو دُجانہ اور سہل بن حُنَیف رضی اللہ عنہما کو بھی دیا باقی اپنے پاس رکھا اور اس پر کاشت ہوتی تھی جس کی پیداوار سے ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کا نان و نفقہ ادا فرماتے۔

کچھ عرصہ بعد بحرین کا علاقہ بھی اسلامی سلطنت کا حصہ بنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر بھی انصار کو کچھ دینے کا ارادہ فرمایا لیکن انہوں نے بصد ادب یہ عرض کی کہ ہمیں دینے کے بجائے مہاجرین کو عنایت فرمائیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات میں مواخات کا درس ملتا ہے۔ اگرچہ اس کے بعض احکام جیسے ترکہ میں وراثت وغیرہ تو شرعاً منسوخ ہو گئے لیکن باہمی یگانگت، ایثار و اخلاص، ہمدردی و اخوت، الفت و محبت اور مساوات سے معاشرتی و اقتصادی تعلقات کو مربوط و مضبوط کرنے کا حکم اب بھی باقی ہے۔

منافقوں کی جماعت کا ظہور:

جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو اس وقت بت پرست بہت تھوڑی تعداد میں تھے اس لیے کہ ان کے دو قبیلے اوس اور خزرج تھے اور ان قبائل کے کافی لوگ ایمان لا چکے تھے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد ایک نئی جماعت وجود میں آئی جسے منافقین کی جماعت کہا جاتا ہے۔ منافقوں کا سردار بنو خزرج کا رئیس اعظم عبد اللہ بن اُبَیّ تھا۔ ہجرت سے پہلے بھی مدینہ کا سب سے بڑا سردار یہی تھا۔ دونوں قبیلے اسی کے ماتحت تھے۔ دونوں قبائل نے آپس میں عداوت کے باوجود بھی عبد اللہ بن اُبَیّ کی تخت نشینی پر اتفاق کر لیا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو اوس و خزرج قبائل کے لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا اسے بہت شاق گزرا اور اسے یہ اندیشہ ہوا کہ کہیں لوگ میرے بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا سردار نہ مان لیں۔ اس لیے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہو گیا۔

دُشمنانِ اسلام کا بظاہر ایمان لانا:

عبد اللہ بن اُبَیّ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام لینے کا سوچ رکھا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حاکمانہ اقتدار کی وجہ سے اسلام کی عَلانیہ مخالفت کرنے کا حوصلہ نہ ہو سکا، اس لیے بظاہر اسلام میں داخل ہو گیا اور اندر ہی اندر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نفرت پھیلانے لگا۔ اس نے شہر کے مشرکوں کو اپنا ہمنوا بنالیا اور کہا: مصلحت اسی میں ہے کہ تم بھی بظاہر اسلام میں داخل ہو جاؤ اور اندر ہی اندر مسلمانوں کی مخالفت کرو چنانچہ وہ سب بظاہر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے۔

مسلمانوں کی طرح اسلامی احکام بجالانا:

مسلمانوں کی طرح منافق بھی اسلامی احکام و فرائض بجالاتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر بھی ہوتے اور اسلام کی تائید میں غزوات وغیرہ میں بھی شریک ہوتے تھے۔ مسلمانوں میں گھل مل کر رہنے کی وجہ سے یہ لوگ پہچانے نہیں جاتے تھے۔ یہ یہودیوں سے زیادہ خطرناک تھے کیونکہ یہودیوں کی دشمنی علی الاعلان تھی جس کا پہچاننا آسان تھا لیکن دین کے یہ دشمن اندر ہی اندر سے فتنہ کی آگ جلا رہے تھے۔ شروع میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ناواقف تھے لیکن بعد میں اللہ رب العزت نے بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے مطلع کر دیا۔

منافقوں کا خاتمہ نہ کرنے کی وجہ:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو منافقوں کی طرف سے ہر طرح کی تکالیف پہنچتی تھیں اس کے باوجود بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو ان کے قتل سے منع کر رکھا تھا اس کی دو وجوہات تھیں۔

ایک تو یہ کہ غیر مسلم یہ مشہور کر دیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متبعین کو قتل کرتے ہیں۔

دوسری وجہ یہ تھی کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی منافق کو بغیر کسی ظاہری سبب اور جرم کے محض باطنی خباثت کی بناء پر سزا دیتے تو یہ ایک اسلامی قانون میں مثال بن جاتی اور آئندہ چل کر خواہش پرست حکمرانوں کو اپنی نفسانی اغراض کی تکمیل کا موقع مل جاتا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استدلال کر کے جس پر اپنی

مرضی سے نفاق کا الزام لگا کر موت کے گھاٹ اتار نا چاہتے، اتار دیتے اور اسلام میں کسی قسم کا عہد و ذمہ قابل اعتماد نہ رہتا۔

منافقین سے سلوک:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے اس بات کا علم ہو چکا تھا کہ منافقین کون کون سے ہیں اس کے باوجود بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خلق عظیم سے ان کے ساتھ وہی سلوک کرتے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ کرتے تھے۔ جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی درخواست سنتے اسی طرح ان منافقین کی بات بھی توجہ سے سنتے تھے۔

منافقین کی تعداد تو بہت زیادہ تھی، البتہ چند ایک کے احوال سب پر کھل گئے تھے۔ ان کے نام حسبِ ذیل ہیں:

منافقینِ خزرج:

قبیلہ خزرج کے 17 منافق تھے جن کا نفاق کھل گیا تھا:

(1) حَاطِبُ بن اُمَیّہ بن رافع۔ یہ حضرت یزید بن حاطب رضی اللہ عنہ کا والد تھا۔

(2) اَبُو طُعمَہ بُشَیْر بن اُبَیْرِق (3) قُزمان ظَفُری (4) ضَحّاک بن ثابِت

(5) مُعَتِّبْ بن قُشَیْر (6) رَافِع بن زَید (7) بِشْر

(8) رَافِع بن وَدِیْعَہ (9) زید بن عَمرو (10) عَمرو بن قَیْس

(11) قَیْس بن عَمرو بن سَہْل (12) جَد بن قَیس (13) عبد اللّٰہ بن اُبَیّ بن سَلُول

(14) وَدِیْعَہ (15) مالک بن اَبِی قَوقَل (16) سُوَیْد

(17) دَاعِس

قبیلہ اوس کے منافق:

قبیلہ اوس کے 19 منافق تھے جن کا نفاق کھل گیا تھا:

(1) زُوَی بن حارِث　(2)جُلَاس بن سُوَیْد بن صامت　(3)حارث بن سُوَیْد

(4)بِجَاد بن عثمان بن عامر　(5)نَبْتَل بن حارث　(6)ابو حبیبہ بن اَزْعَر

(7)عَبَّاد بن حُنیف جو حضرت سَہْل بن حُنَیف کا بھائی ہے　(8)بَحْزَج

(9)عَمرو بن خِذَام　(10)عبداللّٰہ بن نَبْتَل　(11)جَارِیَہ بن عامر بن العَطَّاف

(12)زید بن جَارِیہ بن عامر　(13) مُجَمَّع بن جَارِیہ　(14) وَدِیْعَہ بن ثابت

(15)خِذَام بن خال　(16)بشر بن زید　(17)رافِع بن زید

(18)مِرْبَعْ بن قَیْظِی　(19)اَوْس بن قَیْظِی

یہودی منافق:

یہود میں 9لوگ منافق تھے جن کا نفاق کھل گیا تھا:

(1)سعد بن حُنَیف　(2)زید بن لُصَیت　(3)نعمان بن اوفیٰ بن عمرو

(4)عثمان بن اوفیٰ　(5)رافع بن حُرَیْمِلَہ　(6)رِفاعہ بن زید بن التابوت

(7)سَلْسَلَہ بن برھام　(8)کِنَانہ بن صُورِیا　(9)حارث بن عمرو

میثاقِ مدینہ:

سن 1 ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشی مسلمانوں، انصارِ مدینہ اور بالخصوص یہود کے ساتھ تحریری طور پر ایک معاہدہ کیا اسے "میثاقِ مدینہ" کا نام دیا جاتا ہے اس کی کل 53 دفعات ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ تحریری معاہدہ اللہ کے نبی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور قریش ویثرب کے ان لوگوں کے مابین ہے جو مؤمن ہیں، اطاعت گزار ہیں، جو ان کے تابع ہیں، جو ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں۔

1: یہ سب مسلمان دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک علیٰحدہ سیاسی وحدت (امت) ہوں گے۔

2: قریشی مہاجر اسلام سے پہلے کے دستور کے مطابق خون بہا ادا کیا کریں گے، اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کیا کریں

گے تاکہ مومنوں کا باہم برتاؤ نیکی اور انصاف پر مبنی ہو۔

3: بنو عوف کے لوگ اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے انہیں رہائی دلایا کریں گے تاکہ مؤمنوں کا برتاؤ آپس میں نیکی اور انصاف کی بنیاد پر مستحکم ہو۔

4: بنو حارث اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کرنے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کرنے کے پابند ہوں گے تاکہ اہل ایمان کے باہمی تعلقات نیکی اور انصاف کے مطابق استوار ہوں۔

5: بنو ساعِدہ اپنے دستور کے مطابق خون بہا کی ادائیگی اور اپنے گروہ کے قیدیوں کا فدیہ دے کر رہائی دلوانے کے ذمہ دار ہوں گے تاکہ مؤمنوں کے تعلقات نیکی اور انصاف کی بنیاد پر قائم ہوں۔

6: بنو جُشَم اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ دے کر آزاد کرائیں گے تاکہ مسلمانوں میں نیکی اور انصاف کی بنیاد پر باہمی خیر سُگالی و خیر خواہی کی فضا قائم ہو۔

7: بنو نَجّار اپنے دستور کے مطابق خوں بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ کی ادائیگی کے ذمے دار ہوں گے تاکہ اہل ایمان کے باہمی روابط بھلائی اور انصاف کی بنیاد پر مضبوط ہوں۔

8: بنو عمرو بن عوف اپنے دستور کے مطابق خون بہا کی ادائیگی اور فدیہ دے کر اپنے قیدیوں کی رہائی کے پابند ہوں گے تاکہ مومنوں کا باہمی اعتماد نیکی اور انصاف کی بنیاد پر مستحکم ہو۔

9: بنو نَبِیت اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کرنے اور اپنے گردہ کے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلانے کے ذمہ دار ہوں گے تاکہ اہل ایمان کا باہمی میل جول بھلائی اور انصاف کا آئینہ دار ہو۔

10: بنو اوس اپنے دستور کے مطابق خون بہا ادا کریں گے اور اپنے قیدیوں کا فدیہ ادا کر کے رہائی دلایا کریں گے تاکہ مومنوں کا باہمی برتاؤ نیکی اور انصاف کا ہو۔

11: اہل ایمان میں سے اگر کوئی شخص مفلس ہے یا قرض کے بوجھ تلے بری طرح دبا ہوا ہے تو اس کے ایمان دار ساتھی ایسے شخص کو لازمی طور پر امداد دیں گے تاکہ اس کے حق کا خون بہا یا فدیہ بخوبی ادا ہو سکے۔

12: کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کی اجازت کے بغیر اس کے مولیٰ (معاہداتی بھائی) سے معاہدہ نہیں کرے گا۔

13: اہل تقویٰ اور اہل ایمان ہر اس شخص کی مخالفت متحد ہو کر کریں گے جو سرکشی، ظلم، زیادتی اور گناہ کا مرتکب ہو۔ ایسے شخص کے خلاف تمام اہل ایمان کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے، خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

14: کوئی مومن کسی مومن کو کافر کے بدلے میں قتل نہیں کرے گا۔ اور نہ کسی مومن کے خلاف کسی کافر کو امداد دی جائے گی۔

15: اللہ تعالیٰ کا ذمہ و عہد ایک ہی ہے۔ اہل اسلام کا ایک معمولی درجے کا فرد بھی کسی شخص کو پناہ دے کر سب پر پابندی عائد کر سکے گا۔ اہل ایمان دوسروں کے مقابلے میں آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

16: یہود میں سے جو اس معاہدے میں شریک ہوں گے، انہیں برابر کی حیثیت حاصل ہو گی۔ ایسے لوگوں پر ظلم ہو گا نہ ہی ان کے خلاف کسی کی مدد کی جائے گی۔

17: اہل اسلام کی صلح ایک ہی ہو گی۔ اللہ کی راہ میں جنگ کے موقع پر کوئی مسلمان دوسرے مسلمانوں کو چھوڑ کر دشمن سے صلح نہیں کرے گا اور یہ صلح سب مسلمانوں کے لئے برابر ہونی چاہیے۔

18: وہ تمام گروہ جو ہمارے ساتھ مل کر جنگ میں حصہ لیں گے، باری باری انہیں آرام کا موقع دیا جائے گا۔

19: مومنوں کو اللہ کی راہ میں جو جانی نقصان اٹھانا پڑے اس کا بدلہ وہ سب مل کر لیں گے۔

20: بلاشبہ متقی مومن سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستے پر ہیں۔

21: اس معاہدے میں شریک کوئی مسلمان، مشرک قریش کے مال و جان کو پناہ نہیں دے گا اور اس سلسلے میں وہ کسی مسلمان کی راہ میں رکاوٹ نہیں کھڑی کرے گا۔

22: جو شخص کسی مومن کو قتل کرے گا اس کا ثبوت ملنے پر اس سے قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر مقتول کا وارث خون بہا لینے پر راضی ہو جائے تو قاتل قصاص سے بچ سکتا ہے۔ تمام اہل ایمان پر لازم ہو گا کہ وہ مقتول کے قصاص کے لئے ساتھ دیں۔ اس کے سوا ان کے لئے کوئی صورت جائز نہیں ہو گی۔

23: جو مسلمان اس عہد نامے کو تسلیم کر چکا ہے اور اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہے، اس کے لیے جائز نہیں ہو گا کہ وہ ایسے شخص کو پناہ دے جو نئی بات نکالنے والا اور فتنہ انگیزی کرنے والا ہو۔ جو ایسے شخص کی حمایت کرے گا یا

اسے پناہ دے گا وہ قیامت کے دن اللہ کی لعنت اور غضب کا حقدار ہو گا جہاں کوئی فدیہ اور ہدیہ قبول نہیں کیا جائے گا۔

24: اس عہد نامے کی پابندی کرنے والے لوگوں کے درمیان جب کسی معاملے میں اختلاف پیدا ہو جائے تو وہ اللہ اور اس کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رجوع کریں گے۔

25: یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر جب تک جنگ کرتے رہیں گے وہ اپنے حصے کے جنگی اخراجات بھی خود ہی برداشت کریں گے۔

26: یہودِ بنو عوف مسلمانوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت متصور ہوں گے، یہود اپنے دین پر اور مسلمان اپنے دین پر رہنے کے مجاز ہیں۔ خواہ موالی ہوں یا اصل، لیکن ظلم اور جرم کے مرتکب افراد اپنی ذات اور اپنے گھرانے کے سوا کسی اور کو مصیبت میں نہیں ڈالیں گے۔

27: یہودِ بنو نَجّار کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

28: یہودِ بنو حارث کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

29: یہودِ بنو ساعِدہ کے بھی وہی حقوق ہوں گے جو بنو عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

30: یہودِ بنو جُشَم کے بھی حقوق وہی ہوں گے جو یہود بنی عوف کے ہیں۔

31: یہودِ بنو اوس کے بھی وہی حقوق ہیں جو بنی عوف کے یہودیوں کے ہیں۔

32: یہودِ بنو ثَعلَبہ بھی انہی حقوق کے مستحق ہوں گے جن کے بنو عوف کے یہودی ہیں، مگر جو ظلم اور جرم کا ارتکاب کرے گا اس کی مصیبت اور اس کا وبال صرف اس کی ذات اور اس کے گھرانے پر ہو گا۔

33: جَفْنہ، بنی ثعلبہ کی شاخ ہیں لہٰذا جَفنہ کے یہودیوں کے حقوق بنو ثعلبہ کے یہودیوں کے حقوق کے برابر ہوں گے۔

34: وفاشعاری کی صورت میں یہود بنی شَطِبیّہ کے حقوق وہی ہوں گے جو یہودیوں کے ہیں۔

35: بنو ثعلبہ کے موالی کے حقوق وہی ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

36: یہودیوں کے تمام موالی کے وہی حقوق ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

37: معاہدے کا کوئی فریق بھی ہو؛ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اجازت کے بغیر کسی سے جنگ کرنے یا جنگ کے ارادے سے نکلنے کی اجازت نہیں ہو گی۔

38: زخم کا بدلہ لینے میں رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔ خونریزی کے مرتکب کی ذمہ داری اس کی ذات اور گھر پر عائد ہو گی۔ مظلوم کے ساتھ اللہ ہے۔

39: یہود اپنے خرچ جبکہ مسلمان اپنے خرچ کے ذمے دار ہوں گے۔

40: اس معاہدے میں شریک کسی فریق کے خلاف اگر کوئی جنگ کرے گا تو تمام شرکاء ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ آپس میں مشورہ کریں گے۔ ایک دوسرے کی خیر خواہی اور وفاشعاری کا رویہ اختیار کریں گے اور عہد شکنی سے اجتناب کریں گے۔

41: کسی شخص کو حلیف کی بد عملی کا ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جائے گا۔ مظلوم کی ہر حالت میں مدد کی جائے گی۔

42: یہودی جب تک مسلمانوں کے ساتھ مل کر جنگ کرتے رہیں گے وہ جنگ کے اپنے اخراجات خود برداشت کریں گے۔

43: معاہدے میں شریک تمام فریقوں کے لئے مدینہ کا میدان مقدس ہو گا۔

44: پناہ حاصل کرنے والے کے ساتھ وہی برتاؤ ہو گا جو پناہ دینے والے کے ساتھ ہو رہا ہو نہ اسے نقصان پہنچایا جائے گا اور نہ وہ عہد شکنی کرے گا۔

45: کسی عورت کو اس کے خاندان کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی۔

46: اس معاہدے میں شریک افراد / گروہوں کے درمیان کوئی نئی بات یا جھگڑا پیدا ہو جائے جس سے فتنہ و فساد کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ عہد نامے کی اس دستاویز میں جو کچھ درج ہے وہ اللہ کی نگاہ میں پسندیدہ ہے، وہ چاہتا ہے کہ احتیاط اور وفاشعاری کے ساتھ اس کی پابندی کی جائے

47: نہ قریش کو پناہ دی جائے گی اور نہ ان کے کسی معاون کو۔

48: یثرب پر حملے کی صورت میں معاہدے کے شرکا یعنی مسلمانوں اور یہودیوں پر لازم ہو گا کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کریں۔

49: اگر یہودیوں کو صلح کر لینے اور اس میں شرکت کی دعوت دی جائے گی تو وہ اسے قبول کر لیں گے۔ اسی طرح اگر یہودی مسلمانوں کو شرکت کی دعوت دیں گے تو اسے قبول کرنا بھی ان پر لازم ہو گا، لیکن اس کا اطلاق ایسی جنگ پر نہ ہو گا جو خالص دین کے لئے ہو۔

50: معاہدے میں شریک ہر شخص اور گروہ پر یثرب کے اسی حصے کی ذمہ داری ہو گی جو اس کے سامنے یعنی بالمقابل ہو گا۔

51: اوس کے یہودیوں کے خواہ وہ موالی ہوں یا اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس معاہدے کو قبول کرنے والوں کو حاصل ہیں۔

52: اس عہد نامے کے حکم میں ظالم اور خطاکار داخل نہیں جو جنگ کے لیے نکلے وہ بھی اور جو گھر میں بیٹھا رہے وہ بھی اس کا حقدار ہو گا۔

53: اللہ اس کا حامی و نگہبان ہے جو اس اقرار وعہد میں مخلص اور سچا ہے۔

میثاقِ مدینہ کی بدولت درج ذیل فوائد حاصل ہوئے:

1: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو سربراہ مملکت تسلیم کر لیا گیا جس کی وجہ سے آپ کا تشخص محض دعوتی یا تبلیغی نہ رہا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سیاسی، عسکری اور قانونی اختیارات کا مرکز بن گئی۔

2: مدینہ منورہ باضابطہ ریاست بنی جس کی بنیادیں آئینی طور پر مضبوط ہوئیں۔

3: مدینہ منورہ میں پہلی مرتبہ ایک مرکزی عدالتی نظام قائم ہوا جس کی اعلیٰ ترین حیثیت کے طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس کو تسلیم کیا گیا۔

4: تبلیغ اسلام کے لیے راہ ہموار ہو گئی، جس کا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ درجہ اسباب میں اسلام بڑی تیزی کے ساتھ پھیلا۔

5: ریاست کا بنیادی مضبوط اور مستحکم نظام وجود میں آیا۔

6: شہریوں کے حقوق و فرائض اور ان کے تحفظ کو یقینی بنایا گیا۔

7: امن وانصاف کو عام کرنے کی بنیاد ڈالی گئی۔

8: جرائم کی روک تھام کے لیے منظم حکمت عملی تیار کی گئی۔

9: ریاست کے دفاع اور استحکام کے لیے منظم داخلہ پالیسی وضع کی گئی۔

10: خارجہ پالیسی کے رہنما اصول وضوابط مقرر کیے گئے۔

یَثرِب کے بجائے مدینۃ الرسول:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے پہلے اس علاقے کو یَثرِب کہا جاتا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا نام "طیبہ" رکھا جبکہ بعض روایات کے مطابق "طابہ" نام رکھا، اس کے اور بھی کئی نام ملتے ہیں۔ اب اختصار کی وجہ سے اسے مدینہ / مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم / مدینہ منورہ / مدینہ طیبہ کہتے ہیں۔

مدینہ منورہ کا پہلا اسلامی مدرسہ؛صُفَّہ:

مسجد نبوی کا وہ چبوترہ جو آج بھی روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل قریب ہے، یہ وہ مقام ہے کہ جہاں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دینی تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ یوں کہہ لیجیے کہ مدینہ منورہ کا سب سے پہلا اسلامی مدرسہ۔

"صُفَّہ" عربی زبان میں سائبان کو کہتے ہیں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس جگہ پر رہ کر تعلیم حاصل کیا کرتے تھے انہیں کو "اَصحابِ صُفَّہ" کہا جاتا ہے۔ دن بھر دینی تعلیم میں جبکہ رات کا اکثر حصہ قرآن کریم کی تلاوت میں گزارتے اس لیے ان کو "قراء" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ اَضْیَافُ اللّٰه (اللہ کے مہمان) اور اَضْیَافُ الْاِسْلَامِ (اسلام کے مہمان) کے لقب سے مشہور ہوئے۔ اسلام کی دعوت و تبلیغ کے لیے کہیں کچھ لوگوں کو بھیجنا ہوتا تو عموماً انہی میں سے بھیجے جاتے۔ ان کی تعداد کم زیادہ ہوتی رہتی زیادہ سے زیادہ ان کی تعداد 400 تک پہنچی ہے۔

اَصحابِ صُفَّہ کی شان بے نیازی:

اَصحابِ صُفَّہ کی وضع قطع میں میانہ روی تھی۔ عمدہ لباس استعمال نہ فرماتے، دنیا سے بے رغبتی، عبادتِ الٰہی اور علم کو حاصل کرنے کے علاوہ اور کوئی کام نہ تھا۔ صبر و استقامت میں پہاڑ سے زیادہ مضبوط تھے، کئی کئی دن تک فاقہ کرنا پڑتا لیکن اس کے باوجود بھی ان کے چہروں سے بادشاہوں جیسی بے نیازی اور خوشحالی ٹپکتی تھی۔

اَصحابِ صُفَّہ سے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی محبت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک بار میں اور سیدہ فاطمہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، میں نے عرض کی یارسول اللہ! چکی پیستے پیستے فاطمہ کے ہاتھوں میں چھالے پڑ گئے ہیں۔ (حالیہ غزوے کے) مالِ غنیمت میں جو قیدی (غلام اور لونڈیاں) آئے ہیں، ان میں سے چند ہماری خدمت کے لیے مقرر فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کی قسم! میں آپ کو نہیں دے سکتا اور کیسے دے دوں جبکہ اہل صفہ بھوکے بیٹھے رہیں، بھوک کی وجہ سے ان کے پیٹ کمر سے لگے ہوئے ہیں۔ (فی الحال) میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو میں ان پر خرچ کرسکوں، میں ان غلاموں کو بیچوں گا اور ان کی رقم اہل صفہ پر خرچ کروں گا۔

فائدہ: باجودیکہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ صاحبزادی کن مشکل حالات میں ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اَصحابِ صُفَّہ کو ان پر ترجیح دی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (اَصحابِ صُفَّہ میں سے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے مدینہ منورہ کے ایک راستے پر بیٹھ گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے گزرے تو مجھے دیکھ کر مسکرائے اور مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے، گھر میں ایک شخص نے دودھ کا پیالہ ہدیہ بھیجا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اصحابِ صفہ کو بلاؤ، وہ اسلام کے مہمان ہیں۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت حیرت ہوئی کہ ایک پیالہ ہے جو بمشکل میرے لئے کافی ہوگا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اَصحابِ صُفَّہ (جن کی تعداد 80 سے بھی زائد ہے) کو کیسے پلائیں گے؟

خیر میں نے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے سب کو بلا لیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ایک طرف سے پلانا شروع کرو! میں نے ایسا ہی کیا جب ایک آدمی پی لیتا تو میں پیالہ دوسرے کو دے دیتا یہاں تک کہ سب نے سیر ہوکر پیا۔ اس کے بعد میں نے دودھ کا پیالہ ویسے کا ویسا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ابوہریرہ تم بھی پیو! میں نے جتنا پینا تھا پی لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور پیو! میں نے اور پیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا اور پیو! میں نے اور پیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر مکرر فرمایا۔ میں نے عرض کی: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو حق اور سچ کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے

اب تو میرے میں کوئی گنجائش باقی نہیں ہے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پیالہ لیا، اللہ رب العزت کی حمد و ثناء کی اور دودھ نوش فرمایا۔

صحیح البخاری، باب کیف کان عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ

اَصحابِ صُفَّہ کی خوراک کا بندوبست:

سعد بن عبادہ انصاری خزرجی رضی اللہ عنہ بعض اوقات اَصحابِ صُفَّہ کے 80 افراد کو اپنے ساتھ لے جاتے اور انہیں کھانا کھلاتے۔ باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی ان کے لیے کھجوروں کے خوشے لا کر مسجد میں لٹکا دیتے اور یہ اسی سے کھاتے تھے۔ بعض مرتبہ دو دو دن تک کھانا نہ ملتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اوقات انہیں رات کو مہاجرین و انصار پر تقسیم فرما دیتے کہ انہیں کھانا کھلائیں۔

کبھی صدقے کا مال آتا تو پورا کا پورا انہی کے پاس بھیج دیتے، کبھی دعوت کے کھانے میں ان کو اپنے پاس بلا لیتے اور سب مل کر کھا لیتے۔ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے بڑے بھائی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ مساکین بالخصوص اَصحابِ صُفَّہ سے بے حد محبت فرماتے، اس وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو "ابو المساکین" کا لقب عطا فرمایا۔

چند اصحابِ صفہ کے اسمائے گرامی:

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ	ابو عُبَیدہ بن جرّاح رضی اللہ عنہ	عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ
بلال حبشی رضی اللہ عنہ	ابو ذر غِفاری رضی اللہ عنہ	ابو الدَّرْدَاء رضی اللہ عنہ
مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	ابو سعید خُدری رضی اللہ عنہ	سلمان فارسی رضی اللہ عنہ
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ	سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ	مُعاویہ بن حَکَم رضی اللہ عنہ
زید بن خطاب رضی اللہ عنہ	خُنَیس بن حُذافہ رضی اللہ عنہ	خُرَیم بن اَوس رضی اللہ عنہ
بَراء بن مالک رضی اللہ عنہ	سالم بن عُبید اشجعی رضی اللہ عنہ	ہِند بن حارِثہ رضی اللہ عنہ
عِرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ	عمرو بن عَوف مُزنی رضی اللہ عنہ	وَابِصہ بن مَعبَد رضی اللہ عنہ
مِسطح بن اثاثہ رضی اللہ عنہ	عبد اللہ ابن امّ مکتوم رضی اللہ عنہ	عُوَیم بن ساعِدہ رضی اللہ عنہ
عُقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ	مِقدَاد بن اسود رضی اللہ عنہ	ذو البِجادَین رضی اللہ عنہ

صُہَیب بن سِنان رضی اللہ عنہ	سالِم بن عُبید اشجعی رضی اللہ عنہ	فُضالہ بن عُبَید رضی اللہ عنہ
عَبّاد بن خالد رضی اللہ عنہ	حَرملہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ	قُرّہ بن اَیاس رضی اللہ عنہ
خَبّاب بن ارتّ رضی اللہ عنہ	جَرہَد بن خُویلد رضی اللہ عنہ	سَائِب بن خَلّاد رضی اللہ عنہ
مُعَاذ بن حارث رضی اللہ عنہ	حنظلہ بن ابی عامر رضی اللہ عنہ	کَعب بن مالک رضی اللہ عنہ
ثقیف بن عمرو رضی اللہ عنہ	سالم بن معقل رضی اللہ عنہ	طِخفَہ بن قیس رضی اللہ عنہ
بشیر بن خَصاصیّہ رضی اللہ عنہ	رِفاعہ بن عبد المُنذر ابو لُبابہ رضی اللہ عنہ	یَسار ابو فُکَیہہ رضی اللہ عنہ
عکّاشہ بن مِحصن رضی اللہ عنہ	ثوبان مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ابو کَبْشہ اَنماری رضی اللہ عنہ
عبد اللہ بن اُنیس رضی اللہ عنہ	سَفینہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	عُتْبہ بن غزوان رضی اللہ عنہ
حُذَیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ	شُقران مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	حازِم بن حَرملہ رضی اللہ عنہ
خُبیب بن یَساف رضی اللہ عنہ	عُبَید مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	ابو ثعلبہ خُشَنی رضی اللہ عنہ
ابو رَزِین رضی اللہ عنہ	ابو عُسَیب مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	رَبِیعَہ بن کعب رضی اللہ عنہ
جَارِیَہ بن جمیل رضی اللہ عنہ	ابو مُوَیہبہ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	صَفوان بن بَیضا رضی اللہ عنہ
شَمعُون ابو رَیحانہ رضی اللہ عنہ	عبد اللہ بن حارِث بن جَزء رضی اللہ عنہ	وَاثِلہ بن اَسقَع رضی اللہ عنہ

فائدہ: امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے 70 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک زمانہ پایا ہے جن میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

1: حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ (وفات 85ھ، دمشق)

2: حضرت عبد اللہ بن ابی اوفیٰ الاسلمی رضی اللہ عنہ (وفات 88 ہجری، کوفہ)

3: حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ (وفات 88ھ، مدینہ منورہ)

4: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ (وفات 93ھ، بصرہ)

5: حضرت عبد اللہ بن الحارث بن جَزء الزُبَیدی رضی اللہ عنہ (وفات 97ھ، مصر)

6: حضرت ابو الطفیل عامر بن واثلہ رضی اللہ عنہ (وفات 110ھ، مکہ مکرمہ)

ان میں سے 2 وہ ہیں جن کا شمار اَصحابِ صُفَّہ میں ہوتا ہے یعنی سیدنا عبد اللہ بن حارث بن جَزء الزُبَیدی رضی اللہ عنہ اور

سیدنا واثِلَہ بن اَسْقَعْ رضی اللہ عنہ۔

حجروں کی تعمیر:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دو حجرے تعمیر کروائے جو مسجد کے ساتھ تھے۔ ایک حجرہ ام المومنین حضرت سَودَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے دوسرا صدیقہ کائنات حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے، پھر بعد میں دیگر امہات المومنین کے لیے حجرے تعمیر ہوتے گئے۔ ان حجروں کی تعمیر کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر میں رہتے تھے جب تعمیر مکمل ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حجروں میں منتقل ہوئے۔

اذان کا حکم:

معراج کی رات پانچ نمازیں فرض ہوئیں تو اس وقت معمول یہ تھا کہ جب نماز کا وقت ہوتا تو لوگ خود بخود جمع ہو جاتے تھے۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جب مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں یہ بات آئی کہ کوئی ایسی علامت ہونی چاہیے کہ نماز کا وقت ہو تو لوگ با آسانی مسجد میں حاضر ہو جایا کریں۔ مشورہ میں یہ بات رکھی گئی۔ کسی نے بُوق (منہ سے بجانے والا باجا جو عام طور پر اعلان کے موقع پر یا پولیس / فوج کو کہیں جانے یا واپسی کا حکم دینے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے) اور کسی نے اونچی جگہ پر آگ جلانے کا مشورہ دیا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ نماز کا وقت ہو چکا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر مسلموں کی مشابہت کی وجہ سے ان آراء کو مسترد کر دیا۔

حضرت عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ الانصاری (خزرجی) رضی اللہ عنہ پر اس کا بہت اثر ہوا۔ اسی اثناء میں ان کو خواب آیا کہ سبز لباس پہنے ایک آدمی کے ہاتھ میں ناقوس ہے۔ میں نے کہا: یہ ناقوس مجھے فروخت کر دو، اس نے پوچھا کہ تم اسے خرید کر کیا کرو گے؟ میں نے کہا: اسے بجا کر ہم لوگوں کو نماز کے لیے بلائیں گے۔ سبز پوش نے کہا: میں تمہیں اس سے عمدہ اور بہتر الفاظ نہ سکھا دوں؟ میں نے کہا: ضرور سکھائیں! اس شخص نے کہا: اس طرح کہو: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ...... آخر تک پوری اذان سکھا دی۔ پھر اقامت کی تلقین کی کہ جب نماز کے لیے کھڑے ہو تو اس طرح کہو اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے بعد دو مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلَاۃِ کہو۔

صبح ہوئی تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا خواب بیان کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا: اِنَّھَا لَرُءْیَا حَقٌّ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ پکی بات ہے کہ یہ خواب بالکل سچا ہے ان شاءاللہ۔ اس کے بعد کلمات اذان حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بتلانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ حضرت بلال (رضی اللہ عنہ) کی آواز تم سے زیادہ بلند ہے۔ چنانچہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ کلمات سنے تو اسی وقت گھر سے نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے میں نے بھی خواب میں ایسا ہی دیکھا ہے جیسے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کو دکھایا گیا۔ یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

اذان کی مشروعیت کب ہوئی ہے؟ تو اس حوالے سے صحیح روایات سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اذان کی مشروعیت ہجرت مدینہ کے بعد ہوئی ہے۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ولادت:

سن 1 ہجری ہجرت کے دوسرے مہینے (جبکہ ماہ ہجرت ربیع الاول کو شمار نہ کیا جائے) جمادی الاولیٰ میں حضرت عبداللہ بن رَواحہ رضی اللہ عنہ کے بھانجے حضرت نعمان بن بشیر الانصاری (خزرجی) رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی۔ ہجرت کے بعد یہ سب سے پہلے انصاری بچے ہیں جن کی ولادت مدینہ منورہ میں ہوئی۔

اہل بیت اور خاندان صدیقی کی خواتین کی ہجرت:

حضرت زید بن حارثہ اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہما کو حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کی معیت میں دو اونٹ اور پانچ سو دراہم دے کر مکہ روانہ کیا گیا تاکہ وہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے گھر کی ان خواتین کو لایا جاسکے: ام المومنین حضرت سودہ، حضرت ام کلثوم، حضرت فاطمہ، حضرت عائشہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر اور حضرت عائشہ کی والدہ سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہن۔

زکوٰۃ کا حکم:

سن 1 ہجری میں زکوٰۃ کا تفصیلی حکم نازل ہوا، اگرچہ اس سے پہلے اجمالی طور پر اس کا حکم مکہ مکرمہ میں نازل

ہو چکا تھا۔

مدینہ سے وبا کا خاتمہ:

مہاجرین جب یہاں پہنچے تو سب کو بخار ہونے لگا، جس کی وجہ سے وہ بہت کمزور ہو گئے، ان کے رنگ پیلے پڑ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے بخار والی وبا کو مدینہ سے مقام جحفہ منتقل کر دیا۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اَللّٰهُمَّ حَبِّبْ إِلَيْنَا الْمَدِيْنَةَ كَمَا حَبَّبْتَ إِلَيْنَا مَكَّةَ أَوْ أَشَدَّ وَانْقُلْ حُمَّاهَا إِلَى الْجُحْفَةِ

صحیح البخاری، رقم الحدیث:6372

ترجمہ: ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی ایسی محبت ڈال دے جیسے آپ نے ہمارے لیے مکہ کو محبوب بنایا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ محبوب بنادے۔ اور یہاں کے بخار کو جحفہ منتقل فرمادے۔

فائدہ: جُحفہ یہودیوں کی ایک آبادی تھی وہاں کے لوگ مکہ سے ہجرت کرنے والے مہاجرین کو تکالیف پہنچاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا سے وہ بستی ویران ہو گئی۔

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کی ولادت:

سن 1 ہجری ہجرت کے 7 ماہ بعد (جبکہ ماہ ہجرت ربیع الاول کو شمار نہ کیا جائے) شوال المکرم میں حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ مہاجرین مدینہ میں سب سے پہلی ولادت حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ہوئی۔ مسلمان ان کی پیدائش سے بہت خوش ہوئے کیونکہ یہودیوں نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ ہم نے مسلمانوں پر جادو کر رکھا ہے ان کی نرینہ اولاد پیدا نہیں ہو گی۔ جب حضرت نعمان بن بشیر انصاری رضی اللہ عنہ کی ولادت ہوئی تو یہودیوں نے یہ تاویل کی کہ ہم نے مہاجرین پر جادو کر رکھا ہے ان کے ہاں نرینہ اولاد پیدا نہیں ہو گی۔ جب عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے تو ان کی والدہ سیدہ اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما ان کو لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور بچے کو آپ کی گود میں

رکھ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب مبارک ان کے منہ میں ڈالا اور تحنیک کی، یعنی گھٹی دی۔ کھجور چبا کر ان کے منہ میں ڈالی۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے شادی:

سن 1 ہجری شوال المکرم میں ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی فرمائی۔ نکاح ہجرت سے تین سال قبل شوال سن 10 نبوی میں (جب سیدہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 6 سال تھی) ہوا تھا اور رخصتی شوال 1 ہجری میں (جب سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک 9 سال تھی) ہوئی۔

خواب میں بشارت:

جس کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جائے وہ بہت خوش نصیب انسان ہوتا ہے اور اسے چاہیے کہ وہ اپنی ساری زندگی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق بسر کرے۔ یہ خوش نصیبی ایک مومن کے لیے ہے جبکہ ام المومنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی خوش نصیبی کا عالم یہ ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں آپ رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔

آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: میں نے تمہیں دوبار خواب میں دیکھا ہے۔ ایک شخص میرے پاس آیا اس کے پاس ریشمی کپڑے میں تمہاری صورت تھی اور مجھے کہا کہ یہ آپ کی ہونے والی اہلیہ ہے، میں نے پردہ اٹھا کر دیکھا تو صورت تمہاری تھی۔ تب میں نے کہا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور پورا فرمائیں گے۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی منگنی:

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد سیدہ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! آپ کو ایک غمگسار رفیقہ حیات کی ضرورت ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جی ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کس جگہ پیغام دینے کا خیال ہے؟ خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ کسی کنواری سے نکاح فرمانا پسند کریں تو آپ کے نزدیک تمام مخلوق میں جو سب سے زیادہ محبوب

ہے ابو بکر، اُس کی بیٹی عائشہ موجود ہے ان سے نکاح فرمالیں اور اگر کسی بیوہ سے نکاح فرمانا چاہیں تو سودہ بنتِ زمعہ موجود ہے جو آپ پر ایمان بھی لا چکی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دونوں جگہ پیغام دے دیں۔

سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح لے کر سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر بھی گئیں اور سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ محترمہ سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے لیے پیغام نکاح دیا اور فرمایا: ام رومان اللہ تعالیٰ نے آپ کے گھرانے میں بہت خیر وبرکت رکھی ہے۔ سیدہ ام رومان رضی اللہ عنہا فرمانے لگیں کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کا انتظار کرلینا چاہیے، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے انہیں سارا معاملہ بتایا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو میرے بھائی ہیں اس نسبت سے تو میری بیٹی عائشہ ان کی بھتیجی ہوئی۔ بھتیجی سے نکاح کیسے ہو سکتا ہے؟ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرے دینی بھائی ہیں، لہٰذا نکاح جائز ہے۔ سیدہ خولہ رضی اللہ عنہا واپس تشریف لائیں اور آپ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کی اطلاع دی۔ صدیقی گھرانے نے اس سعادت پر دل وجان سے لبیک کہا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی:

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے نکاح والے دن کے بارے میں بتلاتی ہیں کہ ایک دن میری والدہ ام رومان رضی اللہ عنہا آئیں، اس وقت میں اپنی چند سہیلیوں کے ساتھ جھولا جُھول رہی تھی انہوں نے مجھے آواز دی میں آ گئی۔ مجھے اس بات کا کچھ علم نہیں تھا کہ ان کا کیا ارادہ ہے۔

خیر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور گھر کے دروازے کے پاس کھڑا کر دیا۔ جھولا جھولنے کی وجہ سے میرا سانس پھولا جارہا تھا، کچھ دیر بعد جب مجھے کچھ سکون سا ہوا تو انہوں نے پانی سے میرا منہ اور سر دھویا۔ اس کے بعد مجھے گھر کے ایک کمرے میں لے گئے، جہاں پہلے سے انصار کی چند خواتین موجود تھیں، مجھے دیکھتے ہی انہوں نے خیر و برکت کی دعا دی اور کہا کہ اچھا نصیب لے کر آئی ہو۔ میری والدہ نے مجھے ان کے حوالے کیا۔ اُنہوں نے مجھے دلہن کی طرح سجایا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انہوں نے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا۔

ہجرت کے بعد سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے عزیز و اقارب کے ہمراہ بنو حارث کے محلہ میں رہیں اس دوران اکثر مہاجرین کو مدینہ منورہ کی آب و ہوا موافق نہ آئی اور لوگ بیمار پڑ گئے۔ انہی میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے وہ بھی سخت بیمار ہوئے، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے والد کی تیمارداری میں مصروف رہیں کچھ دنوں بعد آپ بھی بخار میں مبتلا ہو گئیں۔

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کچھ عرصہ بعد میرا بخار اتر گیا اور میں صحت یاب ہو گئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میرے والد سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنی اہلیہ کو رخصت کیوں نہیں کرا لیتے؟ اِس میں کیا رکاوٹ ہے؟ (یعنی آپ اپنی زوجہ اپنے گھر کیوں نہیں بلوا لیتے؟) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِس وقت میرے پاس حق مہر ادا کرنے کے لیے رقم موجود نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ بات سن کر میرے ابو سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو 500 دراہم دیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تمام رقم مجھے بھجوائی اور میری رخصتی عمل میں آئی۔

اَلتَّحِيَّاتُ الطَّيِّبَاتُ الصَّلَوَاتُ الزَّاكِيَاتُ لِلّٰهِ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُ اللهِ وَرَسُوْلُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَكَاتُهٗ. اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللهِ الصَّالِحِيْنَ

مشق نمبر 6

مختصر جواب دیں:

1. ہجرت کے متعلق آپ ﷺ کا خواب بیان کریں۔
2. ابو جہل کا مشورہ آپ ﷺ کے بارے میں کیا تھا؟
3. بوقت ہجرت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ نے کیا فرمایا؟
4. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے غار کی صفائی کے لیے کیا کیا؟
5. آپ ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی گرفتاری پر مشرکین نے کیا انعام رکھا؟
6. خوف اور حزن میں بنیادی فرق بیان کریں۔
7. کون شخص ان کی تلاش میں آیا اور اس کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا؟
8. مسجد قبا کی فضیلت بیان کریں۔
9. ننھی بچیوں کے استقبالیہ اشعار کیا تھے؟
10. آپ ﷺ نے کس صحابی رضی اللہ عنہ کے گھر قیام فرمایا؟
11. تبع حمیری کون تھا؟
12. عقد موالات کسے کہتے ہیں؟ اور اسلام میں اس کا کیا حکم ہے؟
13. منافقوں کا خاتمہ نہ کرنے کی دو وجوہات کون سی تھیں؟
14. مدینہ منورہ میں سب سے پہلا اسلامی مدرسہ کون سا تھا؟
15. اصحاب صفہ کی خوراک کا بندوبست کیسے ہوتا تھا؟

خالی جگہ پر کریں:

1. میں نے خواب میں دیکھا کہ مکہ سے ایسی سر زمین کی طرف ہجرت کر رہا ہوں جو بکثرت .... والی ہے۔
2. ابو جہل کی تجویز کو سب لوگوں نے .... کیا۔

3. ہجرت والی رات حضرت علی رضی اللہ عنہ گھر کے صحن میں .... پر سو گئے۔

4. حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی .... کو کھانا پہنچانے کے ذمہ داری سونپی۔

5. ہجرت کے سفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انگوٹھا زخمی ہوا، خون مبارک بہنے لگا جس سے .... مبارک بھر گئی۔

6. سراقہ اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جب کسریٰ شاہ ایران کے .... تمہارے ہاتھ میں ہوں گے۔

7. آپ صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ دنوں کی طویل مسافت کو طے کر کے .... پہنچے۔

8. یمن کے ہر بادشاہ کو .... کہا جاتا تھا۔

9. قبیلہ .... کے یہودیوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کا منصوبہ بنایا۔

10. امام اعظم نعمان بن ثابت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے .... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مبارک زمانہ پایا ہے۔

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ انہوں نے ہجرت فرمائی:

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ   حضرت عمر رضی اللہ عنہ   حضرت علی رضی اللہ عنہ

2: نطاق عربی زبان میں کہتے ہیں:

قمیض کو   دوپٹہ کو   کمر بند کو

3: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے دو ماہ پہلے سے تیار کیے ہوئے تھے دو صحت مند:

بکرے   اونٹ   گھوڑے

4: خلقی خوبصورتی کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کے عکس کامل تھے:

حضرت حسان رضی اللہ عنہ   حضرت عمر رضی اللہ عنہ   حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ

5: یثرب کہا جاتا تھا:

مکہ کو   مدینہ کو   طائف کو

7: اصحاب صفہ کو لقب ملا:

اضیاف اللہ   اضیاف الاسلام   دونوں

سن 2 ہجری

خاتم النبیین ﷺ کو اجازت جہاد، غزوہ اَبْوَان، سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی
غزوہ بُوَاط، غزوہ سَفَوان، غزوہ عُشَیْرَہ، تحویلِ قبلہ، صیام رمضان کا حکم
صلوٰۃ وسلام کا حکم، غزوہ بدر، قیدیوں کے احکام، سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات
صدقہ فطر و نماز عید کا حکم، غزوہ سَویق، عید الاضحیٰ اور قربانی کا حکم

اجازتِ جہاد اور جہاد کی ابتداء:

مکہ مکرمہ میں مسلمانوں پر بہت زیادہ ظلم کیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبر و تحمل سے کام لینے کا حکم دیتے اور فرماتے فی الحال ہمیں ان پر ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی صبر و تحمل پر قائم رہے۔

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ ہجرت کی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ ضرور اب دشمنان اسلام ہلاکت میں ڈالے جائیں گے کیونکہ انہوں نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکالیف دی ہیں اور اپنے وطن سے ہجرت پر مجبور کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اسی وقت یہ آیات نازل ہوئیں:

اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُۨ ﴿۳۹﴾ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ

سورۃ الحج، رقم الآیات: 39،40

ترجمہ: [اب جہاد کی] اجازت دے دی گئی ہے ان لوگوں کو جن سے جنگ کی جارہی ہے کیونکہ ان پر ظلم کیا گیا ہے۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرنے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اپنے گھروں سے ناحق نکال دیا گیا، صرف یہ کہنے پر کہ "ہمارا رب اللہ ہے"۔

یہ قتال فی سبیل اللہ کی اجازت کے بارے میں سب سے پہلی آیت ہے اس میں اجازت کے ساتھ ساتھ اس کی حکمت کو بھی ذکر کر دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ (جو امن کا حکم دینے والے)، انبیاء ورسل علیہم السلام (جو امن کی علمی و عملی تعلیم دینے والے ہیں)، آسمانی کتابوں (جو امن کا درس دینے والی ہیں) اور حقیقی عبادت خانوں (جو امن کی درسگاہیں اور پر امن خانقاہیں ہیں) کے منکروں اور دشمنوں کو ختم کر دینے ہی سے امن باقی رہ سکتا ہے۔

فائدہ 1: جہاد فرض ہے یعنی اس کا حکم شریعت میں منسوخ نہیں ہوا البتہ کن مقامات اور کن اوقات میں فرض عین، کب اور کہاں فرض کفایہ ہے۔ اس کا فیصلہ شریعت کے مقرر کردہ اصولوں کی روشنی میں اہل حق علماء کریں گے۔ قتال فی سبیل اللہ کا مقصد اللہ کے دین کا غلبہ ہے۔ شریعت کی اصطلاح میں جہاد نام ہے "قتال فی سبیل

اللہ "کا۔ اگر کسی اور حکم شرعی پر جہاد کے لفظ کا استعمال ہوا ہے تو وہ لغت کے اعتبار سے ہے شریعت کی اصطلاح نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے مجاہدین کو دیگر تمام اعمال کرنے والوں پر فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جہاد بہت عظیم، مبارک اور مقدس عمل ہے۔

فائدہ2: یہ بات بھی انتہائی توجہ کے قابل ہے کہ اسلام؛ قبولِ مذہب کے لیے جبر واکراہ کا قائل نہیں کہ کسی کو زبردستی مسلمان بنائے اسی طرح کسی اور کو بھی یہ حق نہیں دیتا کہ وہ دین اسلام قبول کرنے والوں کا راستہ طاقت سے روکے بلکہ آزادی مذہب کے اس تناظر میں اسلام دنیا کا سب سے معتدل دین ہے۔

مدینہ منورہ آکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عسکری حکمت عملی کو بروئے کار لاتے ہوئے متعدد قبائل کے ساتھ معاہدات صلح و جنگ فرمائے، اسلام کو مزید تقویت، مضبوطی اور استحکام پہنچانے کے لیے دور رَس فیصلے صادر فرمائے۔ دوسری طرف قریش مکہ اسلام کے فروغ، اہل اسلام کی خوشحالی اور عزت ووقار کو کسی طرح بھی برداشت کرنے کے لیے آمادہ نہیں تھے۔ اپنی جنگی قوت کو مضبوط تر بنانے کے لیے معیشت کو مستحکم کرنے، اسلحہ اکٹھا کرنے کی غرض سے دیگر قبائل سے تعلقات قائم کرنے اور اسلام اور اہل اسلام کو مٹانے کے لیے جنگ لڑنے کی تیاریوں میں مسلسل مصروف تھے۔

سلسلہ غزوات وسرایا:

سن 2 ہجری ماہ صفر میں جب قتال فی سبیل اللہ کا حکم نازل ہوا تو اس کے بعد غزوات وسرایا کا سلسلہ شروع ہوا۔

غزوہ:

وہ جنگ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود (بنفس نفیس) شریک ہوئے ہوں ان کو محدثین کرام رحمہم اللہ کی اصطلاح میں "مغازی" اور "غزوات" کہا جاتا ہے۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگی مہمات۔

سریہ:

وہ جنگ جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود (بنفس نفیس) شریک نہ ہوئے ہوں بلکہ اپنے

کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر روانہ کیا ہو۔ ان کو محدثین کرام رحمہم اللہ کی اصطلاح میں "سرایا" اور "بعوث" کہا جاتا ہے۔ یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جنگی مہمات۔

احادیث مبارکہ کی کتابوں میں بعض سرایا پر بھی لفظی معنیٰ کے اعتبار سے غزوات کا لفظ بول دیا جاتا ہے۔ جیسے غزوہ رجیع، غزوہ مُوتہ وغیرہ۔

غزوات کے نام اور تعداد:

نمبر شمار	غزوہ کا نام	نمبر شمار	غزوہ کا نام
1	غزوہ اَبواء / وَدّان	2	غزوہ بُواط
3	غزوہ سَفَوَان	4	غزوہ عُشَیرہ
5	غزوہ بدر	6	غزوہ بنی سُلَیم / قَرقرۃ الکُدر
7	غزوہ سَوِیق	8	غزوہ غَطفان / ذی اَمر
9	غزوہ فُرُع	10	غزوہ بنی قَینُقاع
11	غزوہ اُحد	12	غزوہ حمراء الاسد
13	غزوہ بنی نضیر	14	غزوہ بدر مَوعد
15	غزوہ دُومۃ الجَندَل	16	غزوہ بنی المصطلق / مُرَیسِیع
17	غزوہ خَندَق / اَحزاب	18	غزوہ بنی قُرَیظہ
19	غزوہ بنی لِحیان	20	غزوہ حُدیبیہ
21	غزوہ ذِی قَرَد	22	غزوہ خیبر
23	غزوہ وادی القُریٰ	24	غزوہ ذات الرِّقاع
25	غزوہ فتح مکہ	26	غزوہ حُنَین
27	غزوہ طائف و اوطاس	28	غزوہ تبوک

سرایا کے نام اور تعداد:

نمبر شمار	سریہ کا نام	نمبر شمار	سریہ کا نام
1	سریہ حمزہ بن عبد المطلب	2	سریہ عبیدہ بن حارث
3	سریہ سعد بن ابی وقاص	4	سریہ محمد بن مسلمہ
5	سریہ زید بن حارثہ	6	سریہ عبد اللہ بن جحش
7	سریہ عمیر بن عدی	8	سریہ سالم بن عمیر
9	سریہ ابی سلمہ	10	سریہ عبد اللہ بن انیس
11	سریہ عاصم بن ثابت	12	سریہ منذر بن عمرو
13	سریہ محمد بن مسلمہ	14	سریہ عکاشہ بن محصن
15	سریہ محمد بن مسلمہ	16	سریہ ابو عبیدہ بن جراح
17	سریہ زید بن حارثہ	18	سریہ زید بن حارثہ
19	سریہ زید بن حارثہ	20	سریہ ابو بکر صدیق
21	سریہ زید بن حارثہ	22	سریہ عبد الرحمٰن بن عوف
23	سریہ زید بن حارثہ	24	سریہ علی بن ابی طالب
25	سریہ زید بن حارثہ	26	سریہ عبد اللہ بن عتیک
27	سریہ عبد اللہ بن رواحہ	28	سریہ کرز بن جابر
29	سریہ عمرو بن امیہ ضمری	30	سریہ ابان بن سعید
31	سریہ عمر بن خطاب	32	سریہ ابو بکر صدیق
33	سریہ بشیر بن سعد	34	سریہ غالب بن عبد اللہ
35	سریہ بشیر بن سعد	36	سریہ اخرم بن ابی العوجاء

37	سریہ غالب بن عبد اللہ	38	سریہ غالب بن عبد اللہ
39	سریہ شجاع بن وہب	40	سریہ کعب بن عمیر
41	سریہ مُوتہ	42	سریہ عمرو بن العاص
43	سریہ ابو عبیدہ بن جراح	44	سریہ عمرو بن مُرّہ الجہنی
45	سریہ ابو قتادہ بن حارث	46	سریہ ابو قتادہ بن حارث
47	سریہ اُسامہ بن زید	48	سریہ سعد بن زید الاشہلی
49	سریہ خالد بن ولید	50	سریہ عمرو بن العاص
51	سریہ خالد بن ولید	52	سریہ ابو عامر عبید اشعری
53	سریہ طفیل بن عمرو الدوسی	54	سریہ قیس بن اسد
55	سریہ خالد بن ولید	56	سریہ عیینہ بن حصن الفزاری
57	سریہ عبد اللہ بن عَوسَجہ	58	سریہ قطبہ بن عامر
59	سریہ ضحاک بن سفیان	60	سریہ علقمہ بن مجزّز المدلجی
61	سریہ علی بن ابی طالب	62	سریہ خالد بن ولید
63	سریہ ابو سفیان بن حرب	64	سریہ ابو موسیٰ اشعری
65	سریہ خالد بن ولید	66	سریہ مقداد بن اسود
67	سریہ علی بن ابی طالب	68	سریہ رِعیَہ
69	سریہ ابو امامہ الباہلی	70	سریہ جریر بن عبد اللہ البجلی
71	سریہ علی بن ابی طالب	72	سریہ خالد بن ولید
73	سریہ اُسامہ بن زید		

نوٹ: بعض غزوات و سرایا کے سن اور ماہ وقوع میں اصحاب سِیَر و مغازی کا اختلاف ہے۔ ہم نے زیادہ تر مقامات پر علامہ مخدوم محمد ہاشم سندھی رحمہ اللہ (ت: 1174ھ) کی کتاب بَذْلُ الْقُوَّۃِ فِیْ حَوَادِثِ سِنِی النُّبُوَّۃِ پر اعتماد کیا

ہے۔

چند اہم باتیں:

:1　آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب کسی سفر یا غزوہ کے لیے تشریف لے جاتے تو مدینہ منورہ میں کسی صحابی کو اپنا قائم مقام حاکم بنا کر تشریف لے جاتے۔

:2　کبھی اپنے ساتھ صرف مہاجر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو لے جاتے اور کبھی مہاجرین و انصار دونوں کو ساتھ لے جاتے۔

:3　لشکر اسلام کا جھنڈا بھی طے فرماتے، جھنڈا اٹھانے والوں کی بھی تشکیل فرماتے۔

:4　کبھی اِقدام (دشمن کی طرف از خود پیش قدمی) فرماتے اور کبھی دفاع (دشمن کی طرف سے ہونے والے حملوں سے بچاؤ) کرتے۔

:5　یاد رکھیں کہ اسلام میں اقدامی جہاد اور دفاعی جہاد دونوں ثابت ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار کرنا سراسر غلط اور حقائق کو مسخ کرنے کے مترادف ہے۔

:6　غزوات و سرایا کے اسباب اور نتائج مختلف ہوتے تھے۔

غزوہ اَبواء / وَدَّان:

سن 2 ہجری 12 صفر المظفر کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 37 کلومیٹر دور بستی "اَبواء" تشریف لے گئے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صرف 60 مہاجرین تھے، کوئی انصاری صحابی شریک نہیں ہوئے۔ ملک شام سے قریش کا تجارتی قافلہ مکہ واپس آ رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے تعاقب میں تشریف لے گئے لیکن قافلہ نکل چکا تھا۔ لڑائی کی نوبت نہیں آئی البتہ اس سفر میں قبیلہ بنی ضَمُرَہ سے مصالحت ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صلح نامہ لکھ کر دیا۔

اہل سِیَر و مغازی کے ہاں اَبواء اور وَدَّان دونوں ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں۔ اس لیے اس غزوہ کو کبھی ابواء اور کبھی ودان کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح:

سن 2 ہجری صفر المظفر کے آخری دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اور آپ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پیغام نکاح بھیجا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خاموشی اختیار فرمائی۔ بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا کہ وہ خود بارگاہ نبوت میں جاکر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی درخواست کریں، آپ کی درخواست مسترد نہ ہوگی۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اسی ارادے سے دربارِ نبوت میں حاضر ہوئے۔ باوجود قریبی رشتہ داری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بے انتہا شفقت کے نبوت کا رعب اس قدر تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ بول نہ سکے اور اپنے مطلب کو دل ہی دل میں لیے بیٹھے رہے۔

تھوڑی دیر بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قرائن سے اس بات کو ازخود بھانپ لیا اور فرمایا: اے علی! کوئی کام ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ کچھ عرض نہ کرسکے، شرم کی وجہ سے خاموش ہوگئے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ فاطمہ کے ارادے سے آئے ہو؟ عرض کی: یارسول اللہ جی ہاں! اسی مقصد سے آیا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہتر ہے لیکن حق مہر میں دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ ہے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ خطمی زرہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟ آپ رضی اللہ عنہ نے عرض کی: میرے پاس موجود ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسے بیچ کر حق مہر کا انتظام کرو۔

فائدہ: یہ بڑی چوڑی اور وزنی زرہ تھی جس پر تلواریں ٹوٹ جاتی تھیں۔

خاتونِ جنت سے اجازت:

اس گفتگو کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پاس گئے اور فرمایا کہ علی نے تمہارے بارے میں درخواست کی ہے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا یہ سن کر خاموش رہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کی یہ خاموشی رضامندی کی علامت تھی۔

اب حضرت علی رضی اللہ عنہ؛ عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور زرہ کا سودا طے کیا۔ 480 درہم کی قیمت طے ہوئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قیمت بھی ادا کی اور زرہ بھی ہدیے کے طور پر واپس کر دی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بتایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو دعائیں دیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وہ رقم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے کر دی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ رقم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو دی، کچھ رقم حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ضروریات کے لیے رکھی اور کچھ رقم حضرت اُمِّ سُلَیم رضی اللہ عنہا کو شادی کے خرچ کے لیے دے دی۔

مسجد نبوی میں نکاح:

نکاح کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ مہاجرین میں سے ابو بکر، عمر، عثمان، عبد الرحمٰن بن عوف، زبیر بن عوام اور انصار کے فلاں فلاں افراد کو بلاؤ۔ سب مسجد میں حاضر خدمت ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ نکاح پڑھا۔ اس کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں فاطمہ کا علی سے نکاح کرتا ہوں۔ فرمایا کہ علی! کیا تم راضی ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی: جی ہاں میں راضی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کو دعا دی۔ نکاح کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوہارے تقسیم فرمائے۔

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا کمرہ:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نکاح کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو حکم دیا کہ فاطمہ کی شادی کا سامان تیار کرو اور علی کے پاس پہنچا دو۔ ہم نے علیحٰدہ کمرہ تیار کیا۔ میدان بطحاء کے قریب سے خاص قسم کی مٹی لائی گئی اور ہم نے اپنے ہاتھوں سے کمرے کا فرش تیار کیا۔

شادی کے سامان کی تیاری:

کھجور کی چھال سے دو تکیے تیار کیے گئے۔ کمرے کی ایک طرف کپڑے وغیرہ لٹکانے کے لیے کھونٹی کے

طور پر ایک لکڑی گاڑی گئی۔ ایک مشکیزہ (چمڑے کا بنا ہوا پانی محفوظ کرنے کا بڑا تھیلا)، چکی (گندم وغیرہ پیسنے کے لیے بڑے پتھروں کے دو پاٹ) اور ایک چادر دی گئی۔

ضروری وضاحت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد؛ جناب ابو طالب نے بچپن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی ہے، ہر موڑ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا ہے، اگرچہ ایمان کی حالت میں دنیا سے نہیں گئے؛ جس پر ہمیں بہت صدمہ ہے۔ جب ابو طالب دنیا سے چلے گئے تو اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ چھوٹی عمر کے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت کی۔ چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں تھے تو ظاہر سی بات ہے کہ ان کی شادی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی کرانی تھی اگر اپنی بیٹی فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا نہ بھی دیتے بلکہ کسی اور جگہ ان کا نکاح کرتے تب بھی بحیثیت سربراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر کا ضروری سامان مہیا کرنا تھا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو سامان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا ہے وہ در حقیقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کی مالی کفالت کی ہے۔

آج اگر کسی شخص کی چار بیٹیاں ہوں اور وہ ایک کو جہیز دے باقی تین کو نہ دے تو اسے کوئی بھی عادل اور انصاف پسند نہیں کہتا بلکہ اس طرز عمل کی مذمت کرتا ہے۔ ذرا دِلوں پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ کیا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم جن کی تعلیمات میں عدل وانصاف ترجیحی بنیادوں پر نظر آتا ہے کیا وہ اپنے عمل سے اس کی مخالفت کر سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں! اس لیے اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ جو سامان حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیا گیا وہ در حقیقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بنیادی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے تھا۔ اس سے بیسیوں مفاسد پر مشتمل مروجہ جہیز کسی طرح بھی ثابت نہیں ہوتا۔

نوٹ: سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سن 2 ہجری صفر المظفر میں ہوا جبکہ رخصتی اسی سال کے آخری مہینے ذوالحج میں ہوئی اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر میں جا کر آباد ہوئیں۔

رخصتی کے بعد:

رخصتی کے بعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیٹی کے پاس تشریف لے گئے اور پانی منگوایا۔ سیدہ فاطمہ

رضی اللہ عنہا ایک برتن میں پانی لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی فرمائی، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لعاب اس میں شامل ہو گیا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: بیٹی آگے آؤ، وہ تشریف لائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر اور سینے پر پانی چھڑکتے ہوئے یہ دعا دی:

اَللّٰهُمَّ أُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

ترجمہ: اے اللہ! میں فاطمہ اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے آپ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔

اس کے بعد فرمایا کہ اپنی پشت میری طرف کرو۔ سیدہ نے پشت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھوں کے درمیان پانی چھڑکا اور دعا دی:

اَللّٰهُمَّ أُعِيْذُهَا بِكَ وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

ترجمہ: اے اللہ! میں فاطمہ اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے آپ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔

اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ پانی لاؤ! آپ رضی اللہ عنہ ایک برتن میں پانی لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں کلی فرمائی، جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک لعاب اس میں شامل ہو گیا۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: آگے آؤ، وہ تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر اور سینے پر پانی چھڑکتے ہوئے یہ دعا دی:

اَللّٰهُمَّ أُعِيْذُهٗ بِكَ وَذُرِّيَّتَهٗ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

ترجمہ: اے اللہ! میں علی اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے آپ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔

اس کے بعد فرمایا کہ اپنی پشت میری طرف کرو، آپ رضی اللہ عنہ نے پشت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے کندھوں کے درمیان پانی چھڑکا اور دعا دی:

اَللّٰهُمَّ أُعِيْذُهٗ بِكَ وَذُرِّيَّتَهٗ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ

ترجمہ: اے اللہ! میں علی اور اس کی اولاد کو شیطان مردود کے شر سے آپ کی حفاظت میں دیتا ہوں۔

اس کے بعد فرمایا: اللہ کے بابرکت نام سے اپنے گھر والوں کے پاس جاؤ۔

غزوہ بُوَاط:

سن 2 ہجری ربیع الاول کے آغاز میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 100 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع "بُواط" تشریف لے گئے جو جُہینہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑی کا نام ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سائب بن مظعون رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 200 مہاجرین تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش مکہ کے ایک تجارتی قافلے کے تعاقب میں تشریف لے گئے۔ اس میں لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

غزوہ سَفَوَان:

سن 2 ہجری ربیع الاول میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے "سَفَوَان" تشریف لے گئے جو بدر کے قریب ہے۔ کُرز بن جابر الفِہری (جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) نے مدینہ منورہ کے مویشیوں پر حملہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ اور خود کُرز کے تعاقب میں تشریف لے گئے لیکن وہ (اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکمتوں کے تحت) نکل چکے تھے۔ لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

سریہ حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ

سن 2 ہجری ماہ ربیع الاول میں 30 مہاجرین کا لشکر حضرت حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ کی قیادت میں "عِیص" کے علاقے کی طرف روانہ ہوا۔ یہ قافلہ ابو جہل کے تعاقب میں نکلا جو ملک شام سے مکہ جا رہا تھا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ میں سفید جھنڈا تھا۔ یہ پہلا لشکر پہلا جھنڈا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لشکر کے پہلے امیر تھے۔ بغیر کسی جنگ کے یہ لشکر مدینہ واپس آ گیا۔

سریہ عبیدہ بن حارث بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ ربیع الاول میں حضرت عبیدہ بن حارث رضی اللہ عنہ کی قیادت میں 60 یا 80 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا یہ لشکر ابو سفیان کے لشکر کے تعاقب میں نکلا۔ باضابطہ جنگ کیے بغیر یہ قافلہ واپس آ گیا۔ البتہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے کفار کی طرف ایک تیر پھینکا۔ یہ اسلامی تاریخ کا پہلا تیر تھا۔

سریہ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ ربیع الاول میں غزوہ ابواء اور غزوہ عشیرہ کے درمیان حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 4 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کعب بن اشرف یہودی کی طرف روانہ ہوئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخی وبے ادبی کیا کرتا تھا۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اکیلے اس کے قلعے میں داخل ہوئے اور کعب بن اشرف کو قتل کیا۔ جس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی تعریف فرمائی۔

غزوہ عُشَیرہ:

سن 2 ہجری جمادی الاولیٰ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 230 کلومیٹر دور قبیلہ بنو مُدلَج کے ایک علاقے "عُشَیرہ" تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سلمہ عبداللہ بن عبدالاسد مخزومی رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 150 یا 200 مہاجرین تھے۔ قریش مکہ کے ایک تجارتی قافلے کے تعاقب میں تشریف لے گئے، جو ملک شام سے مکہ واپس جارہا تھا، (اللہ تعالیٰ کی تکوینی حکمتوں کے تحت) قافلہ نکل گیا، اس لیے لڑائی کی نوبت نہیں آئی۔

سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ جمادی الثانی کے آغاز میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت لشکر اسلام "قَرَدَہ" کی طرف روانہ ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو 100 سواروں کے ساتھ ایک تجارتی قافلے کے تعاقب میں بھیجا اور وہ کامیاب ہو کر لوٹے۔ بہت سا مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجاہدین میں تقسیم فرمایا۔

سریہ عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ جمادی الثانی میں حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت 8 یا 12 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو "بطنِ نخلہ" کی طرف بھیجا گیا۔ کفار کے ساتھ مقابلہ ہوا اور بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے خُمُس (کل مال غنیمت کا پانچواں حصہ) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے نکالا اور باقی

مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ یہ پہلا خمس تھا اور اس عمل کے بعد خمس کا حکم نازل ہوا۔

فائدہ: خمس کی تفصیلات دسویں پارے کے آغاز میں موجود ہیں۔

تحویلِ قبلہ:

سن 2 ہجری نصف رجب المرجب منگل کے دن "تحویلِ قبلہ" کا حکم نازل ہوا۔ قدیم زمانے سے ایمان والوں کا قبلہ کعبۃ اللہ چلا آرہا تھا۔ ہجرت کے بعد 16 یا 17 مہینے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور باقی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ یہ چونکہ ضروریات تبلیغ میں سے تھا اس لیے کہ قبلہ میں یہود کی موافقت کی جائے تاکہ حجت پوری کر دی جائے۔ اس کے باوجود بھی یہود اسلام کی طرف راغب نہ ہوئے کیونکہ ان کے دلوں پر زنگ پڑ چکا تھا اور کسی طرح بھی اسلام قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ صرف یہی نہیں کہ اسلام قبول نہیں کیا بلکہ الٹا مسلمانوں کے خلاف طعن کرنے لگے۔

کبھی کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب کو اتنا بھی پتا نہیں کہ قبلہ نماز کدھر ہے؟ یہ تو ہماری رہنمائی سے ان کو قبلہ معلوم ہوا ہے۔ کبھی کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دینِ موسوی (موسیٰ علیہ السلام کے دین) کی مخالفت بھی کرتے ہیں اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز بھی پڑھنے میں عار محسوس نہیں کرتے۔

جب یہود کے ایمان لانے کی جب امید ختم ہو گئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک میں یہ بات آئی کہ کاش قبلہ ابراہیمی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کی اجازت مل جائے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے فرمایا: اللہ رب العزت سے اجازت مانگیں۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام نے اطلاع دی کہ اللہ رب العزت نے آپ کو دعا مانگنے کی اجازت دے دی ہے۔

ہجرت کے بعد جب بیت المقدس کو قبلہ بنایا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اندازہ تھا کہ یہ حکم مصلحتاً عارضی طور پر دیا جا رہا ہے چونکہ بیت المقدس کے مقابلے میں بیت اللہ قدیم تھا اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی یادیں بھی اس سے زیادہ وابستہ تھیں (ملت ابراہیمی کی اتباع کی وجہ سے) آپ کی دلی خواہش بھی یہی تھی کہ اسی کو قبلہ بنایا جائے اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ سے شدت محبت کی وجہ سے تبدیلی حکم کے منتظر تھے اور کبھی کبھار آسمان کی طرف رخ اقدس اٹھا کر دیکھتے رہتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا اور خواہش کو اللہ تعالیٰ نے شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور دورانِ نماز ہی یہ حکم نازل ہوا:

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۠ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۭ وَ حَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:144

ترجمہ: ہم آپ کا آسمان کی طرف بار بار چہرہ اٹھانا دیکھ رہے ہیں تو ہم آپ کو ضرور ایسے قبلے کی طرف منہ کرنے کا حکم دیں گے جسے آپ چاہتے ہیں۔ تو آپ اپنا چہرہ مسجد حرام کی طرف پھیر لیجیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مدینہ منورہ کے محلہ بنو سلمہ کی مسجد میں نمازِ ظہر پڑھا رہے تھے۔ اس آیت کے نازل ہونے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حالتِ نماز میں ہی چہرہ مبارک مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کی طرف پھیر لیا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا میں اپنا رخ مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کی طرف پھیر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسجد کو مسجد قبلتین (دو قبلوں والی مسجد) کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد بئر رومہ کے نزدیک واقع ہے۔

فائدہ: بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تعمیر کیا تھا۔

سب سے پہلا نسخ:

تحویل قبلہ ؛سب سے پہلا منسوخ ہونے والا حکم ہے۔ لیکن یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ نسخ کی دو قسمیں ہیں:

1: نسخ قبل از عمل 2: نسخ بعد از عمل

تحویلِ قبلہ کا تعلق اسی دوسری قسم کے ساتھ ہے یعنی نسخ بعد از عمل۔ ورنہ نسخ قبل از عمل تو تحویل قبلہ سے تین سال پہلے معراج کے موقع پر پچاس نمازوں سے پانچ نمازوں کی صورت میں ہو چکا تھا۔

رمضان کے فرض روزوں کا حکم:

2ہجری نصف شعبان المعظم میں (تحویل قبلہ کے ایک ماہ بعد) رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی۔

اس سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم عاشورا (دسویں محرم) کا روزہ خود بھی رکھتے اور اس کا حکم بھی دیتے کیونکہ رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے عاشورا کا روزہ واجب تھا۔ لیکن جب رمضان کے روزوں کی فرضیت نازل ہوئی تو عاشوراء کے روزہ کی فرضیت اور وجوب منسوخ ہو گیا البتہ اس کا جواز و استحباب باقی رہا۔

عاشورا کا روزہ:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی (ہجرت سے پہلے) عاشورا کا روزہ رکھتے تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم (ہجرت فرما کر) مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عاشورہ کا روزہ رکھا اور (مسلمانوں کو بھی) حکم دیا لیکن جب رمضان کے روزے فرض کر دیے گئے (تو اب وہی فرض ہیں اور عاشورا کے روزے کی فرضیت ختم ہو گئی) اب جو عاشورا کا روزہ رکھنا چاہے رکھے اور جو چھوڑنا چاہے چھوڑ دے۔

عاشورا اور مشرکین مکہ:

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ زمانہ جاہلیت میں قریشِ مکہ عاشورا (دسویں محرم) کا روزہ رکھتے تھے۔

فائدہ: یہاں یہ بات اچھی طرح ملحوظ رہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ روزہ قریش کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے نہیں رکھتے تھے بلکہ شریعت کا حکم سمجھ کر رکھتے تھے جس طرح بیت اللہ کا طواف، صفا اور مروہ کے درمیان سعی اس وجہ سے نہیں کرتے تھے کہ یہ کام قریش کرتے ہیں بلکہ اس وجہ سے کہ یہ شریعت کے احکام ہیں۔ اسی طرح عاشورا (دسویں محرم) کا روزہ اس وجہ سے نہیں رکھتے تھے کہ قریش رکھتے ہیں بلکہ اس وجہ سے رکھتے تھے کہ ابتداء اسلام میں یہ روزہ رکھنے کا وجوبی حکم تھا۔

عاشورا اور یہودِ مدینہ:

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہاں پر یہودی لوگ دسویں محرم کی عظمت کے پیش نظر اس دن روزہ رکھا کرتے تھے تو اللہ کے نبی صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم (اہل اسلام) اس دن روزہ رکھنے کے زیادہ حق دار ہیں چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اللہ کے حکم سے) روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

فائدہ: اسلام بذات خود ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، ہر پہلو سے اپنے اندر جامعیت و کمال رکھتا ہے اپنی اسی جامعیت اور کمال کے پیش نظر اپنے ماننے والوں کو ہر اعتبار سے الگ سے اپنی شناخت عطا کرتا ہے دیگر ادیان کے پیروکاروں کے معتقدات، شکل وصورت، عبادات و معاملات، طرزِ معاشرت، اخلاقیات، تہذیب و تمدن اور ان کے کلچر کی مشابہت سے سختی سے روکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتلایا گیا کہ یہود بھی اس دن روزہ رکھتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے اہل اسلام کو تاکیدی حکم دیا کہ تم یہود کی موافقت کے بجائے ان کی مخالفت کرو۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دسویں محرم کا روزہ رکھا اور صحابہ کو بھی اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! یہود و نصاریٰ اس دن کی بڑی تعظیم کرتے ہیں اور اس کو اہمیت دیتے ہیں۔ (یعنی آپ ہمیں یہود و نصاریٰ کی مخالفت کا حکم دیتے ہیں اور عاشورا کے روزہ جیسی عبادت میں ان کی مخالفت کے بجائے مشابہت ہو رہی ہے) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آئندہ سال اگر اللہ نے چاہا تو ہم نویں تاریخ کا روزہ (بھی ساتھ) رکھیں گے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اگلا سال آنے سے پہلے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انتقال فرما گئے۔

فائدہ: صیام رمضان کی فرضیت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہود اس دن روزہ رکھتے ہیں۔ پوچھنے پر انہوں نے بتایا کہ یہ ہماری نجات کا دن ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جو کام خلافِ شریعت نہ ہوں اور ان سے اہل کتاب کو قریب کرنے کا موقع میسر ہو سکتا ہو تو آپ وہ عمل فرما لیتے تھے جیسے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا۔ کچھ عرصہ یوں ہی چلتا رہا جب ان سے قرب کا اِمکان ختم ہو گیا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کی مخالفت کا حکم دیا۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! آپ نے عاشورا کے روزہ کی ترغیب بھی دی ہے اور یہود کی مخالفت کا حکم بھی دیا اس دن تو یہود روزہ رکھتے ہیں تو ہم کیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ ہم اس کے ساتھ ایک روزہ اور ملالیں گے تاکہ یہود کی مخالفت ہو جائے۔ اسی لیے

آج کل صرف عاشورا کا روزہ رکھنا بھی جائز ہے۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ 9 یا 11 تاریخ کا روزہ ساتھ ملا لیا جائے۔

صلوٰۃ و سلام کا حکم:

سن 2 ہجری شعبان المعظم کی پندرہویں شب میں درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر صلوٰۃ و سلام کا حکم دیا گیا:

اِنَّ اللّٰهَ وَ مَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

سورۃ الاحزاب، رقم الآیۃ:56

ترجمہ: بیشک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اس پیغمبر پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود پڑھا کرو اور خوب سلام بھیجا کرو۔

نماز میں سلام و کلام کی ممانعت:

سن 2 ہجری جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر کی تیاری فرما رہے تھے اس وقت درج ذیل آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں یہ حکم دیا گیا کہ نماز میں سلام و کلام کی ممانعت ہے:

قُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ

سورۃ البقرۃ، رقم الآیۃ:238

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی سے باادب کھڑے ہوا کرو۔

تجارتی مراکز اور گزر گاہیں:

اہلیان حجاز کے لیے دو ملک بڑی اہمیت کے حامل تھے۔ ایک شام اور دوسرا یمن۔ یہ دونوں تجارتی مراکز تھے۔ اہلیان مدینہ کے لیے یمن جنوب میں واقع ہے اور مکہ مکرمہ بھی جنوب میں واقع ہے۔ یمن کا علاقہ مدینہ کی نسبت گرم علاقہ ہے اسی لیے مدینہ منورہ کے لوگ عموماً سردیوں میں یمن کا سفر کرتے۔ اور اسے مزید کارآمد بنانے کے لیے تجارت بھی کرتے۔

اہلیان مکہ کے لیے شام شمال میں واقع ہے اور مدینہ منورہ بھی شمال میں ہے۔ شام کا علاقہ مکہ کی نسبت سرد علاقہ ہے اسی لیے مکہ مکرمہ کے لوگ گرمی کے موسم میں اس کی طرف سفر کرتے اور اسے مزید کارآمد بنانے کے

لیے تجارت بھی کرتے۔

مدینہ کے لوگوں نے یمن جانا ہوتا تو مکہ مکرمہ سے گزر کر جاتے اور مکہ کے لوگوں نے شام جانا ہوتا تو مدینہ منورہ سے گزر کر جاتے۔ اس لیے مدینہ کے سرداروں سے مکہ کے سرداروں کی اچھی بھلی واقفیت تھی اور مکہ کے سرداروں سے مدینہ کے سرداروں کی اچھی خاصی واقفیت تھی۔

غزوۂ بدر:

سن 2 ہجری رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے تقریباً 150 کلومیٹر دور "بدر" کے مقام پر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام رَوحا پہنچ کر حضرت ابولبابہ بن عبدالمنذر انصاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا اور انہیں مدینہ واپس بھیج دیا۔

غزوہ کا سبب:

قریش کا ایک بہت بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان صخر بن حرب کی قیادت میں شام کی طرف جارہا تھا، قافلے میں لاکھوں دراہم کی مالیت کا مال واسباب اونٹوں پر لدا ہوا تھا۔ مسلمان چونکہ مکہ میں قریشیوں کے مہلک جان لیوا مظالم کو سہہ چکے تھے اس لیے وہ اس بات کو بخوبی جانتے تھے کہ اگر قریش کی معیشت مضبوط ہو گئی تو وہ اسلام کو مٹانے میں ذرہ برابر تامل نہیں کریں گے۔

مدینہ سے بدر روانگی:

مسلمان اس انتظار میں تھے کہ کب یہ قافلہ واپس آتا ہے۔ قافلے کے واپس ہونے کی اطلاع ملی تو 12 رمضان المبارک سن 2 ہجری کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم 313 مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے، 60 مہاجرین جبکہ باقی انصار تھے۔

ابوسفیان کا قریش کے نام پیغام:

دوسری طرف ابوسفیان کو جب مسلمانوں کی آمد کا علم ہوا تو اس نے ایک تیز رفتار گھڑ سوار مکہ کی طرف دوڑایا اور قریش مکہ کے نام پیغام بھیجا کہ یہی موقع ہے اپنے قافلے کو بچانے کا۔ اور اس کے ساتھ ہی اس نے تجارتی

قافلے کا رخ بھی تبدیل کر لیا۔ قریش مکہ تو پہلے سے تیار بیٹھے تھے۔ ایک ہزار سپاہی، ایک سو سواریاں، تیر و تفنگ، نیزے بھالے، تلواریں، ڈھالیں اور جنگی ہتھیاروں سے لیس ہو کر مسلمانوں کی طرف بڑھنے لگے۔ تجارتی قافلہ تو بچ کر نکل گیا مگر مشرکین کے سرداروں نے سوچا کہ لگے ہاتھوں مسلمانوں سے جنگ کر کے ان کو تباہ کرتے چلیں۔

میدان بدر اور مشاورت:

بدر میں قریشیوں کی فوج نے پڑاؤ ڈالا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے رائے دریافت کی۔ مہاجرین کے سرخیل جناب ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما نے مجاہدانہ تقاریر کیں، جانثاری کا یقین دلایا۔

حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کی تقریر:

اس کے بعد حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا: ہم قومِ موسیٰ جیسی بے وفا قوم نہیں جنہوں نے اپنے نبی سے کہا تھا کہ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو ہم یہیں بیٹھے ہیں؛ بلکہ ہم دائیں بائیں، آگے پیچھے الغرض ہر طرف سے آپ کی حفاظت کریں گے، ہر وقت آپ کے ساتھ رہیں گے۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تقریر:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار مدینہ کی رائے لی۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! آپ جہاں تشریف لے جائیں ہم آپ کے ساتھ ہیں، جس سے جیسا چاہیں تعلق نبھائیں، ہم سے جو لینا چاہیں یا ہمیں کچھ دینا چاہیں ہم ہر طرح تیار ہیں، جو حکم فرمائیں ہم آپ کے شانہ بشانہ ہیں۔ بدر کیا ہے اگر آپ برکِ غماد (ایک دور دراز جگہ کا نام ہے) تک بھی جائیں ہم آپ کے ساتھ رہیں گے، اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں تو ہم اس میں بھی کُود پڑیں گے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے حد خوش ہوئے اور بدر کے قریب ایک چشمے پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم دیا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے مشورے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھپر بنوایا گیا تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے جنگی صورتحال کا جائزہ لے سکیں۔ آج کل یہاں ”مسجد عریش“ موجود ہے۔

رات بھر دعا و مناجات:

16 رمضان المبارک کو دونوں فوجیں پڑاؤ ڈال چکی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات بھر بارگاہ ایزدی میں دعا و مناجات کرتے رہے۔ بالآخر وہ وقت آن پہنچا جب بدر کا میدان حق و باطل کا استعارہ بن گیا، جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جراءت و شجاعت، بہادری و جانبازی، اللہ کی مدد اور نصرت اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہترین عسکری حکمت عملی کی مثال کے طور پر تاریخ عالم میں جانا جاتا ہے۔

فوج کی صف بندی اور دعا:

17 رمضان المبارک کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فوج کی صف بندی کی اور دست رحمت کو بارگاہ رحمت میں دراز کرتے ہوئے التجاء کی: اے پرودگار! جو آپ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اسے پورا فرمائیں۔ آج اگر یہ مٹھی بھر جماعت مٹ گئی تو تاقیامت آپ کی عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔

جب رشتوں پر اسلام کی محبت غالب آئی:

یہ صبر آزما امتحان تھا، مہاجرین کے تلواروں کے نیچے ان کے قلب و جگر کے ٹکڑے اور بزرگ بھی آرہے تھے، لیکن اسلام کی محبت غالب تھی۔

کون کس کے مقابل رہا؟

لشکرِ اسلام	لشکرِ قریش
خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ	چچازاد ابوسفیان بن حارث، نوفل بن حارث، داماد ابو العاص
سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ	بیٹا عبد الرحمٰن بن ابو بکر
سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ	ماموں عاص بن ہاشم
سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ	بھائی عقیل بن ابی طالب
سیدنا حمزہ بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ	بھائی عباس بن عبد المطلب
سیدنا ابو عبیدہ عامر بن عبد اللہ جراح رضی اللہ عنہ	والد عبد اللہ جراح

سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ	سسر عقبہ بن ابی معیط
سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ	بھائی ابو عزیز بن عمیر
سیدنا عیاش بن ابی ربیعہ رضی اللہ عنہ	رضاعی بھائی ابو جہل
سیدنا عبد اللہ بن سہیل رضی اللہ عنہ	والد سہیل بن عمرو
سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ	چچا عمرو بن عثمان
سیدنا ابو سلمہ بن عبد الاسد رضی اللہ عنہ	بھائی اسود بن عبد الاسد
سیدنا ابو حذیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ	والد عتبہ بن ربیعہ، بھائی ولید بن عتبہ، چچا شیبہ بن ربیعہ اور بھانجا حنظلہ بن ابوسفیان

فرعونِ امت ابو جہل کا قتل:

دو انصاری بھائیوں حضرت معوذ بن عفراء اور معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہما نے حضرت معاذ بن عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ کی معاونت سے ابو جہل کو زخمی کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دیکھ کر آؤ کہ ابو جہل کا کیا بنا؟ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اس کی تلاش میں نکلے، دیکھا کہ ابھی زندگی کے کچھ آثار باقی ہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ اس کے سینے پر چڑھے خنجر نکالا اور اس کا سر کاٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا اور عرض کی:

هٰذَا رَأْسُ عَدُوِّ اللهِ أَبِي جَهْلٍ

یہ اللہ کے دشمن ابو جہل کا سر ہے۔

اس موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ أَعَزَّ الْإِسْلَامَ وَأَهْلَهٗ

اللہ کا شکر ہے کہ جس نے اسلام اور اہل اسلام کو عزت عطا فرمائی۔

عکرمہ بن ابی جہل نے حضرت معوذ رضی اللہ عنہ پر تلوار سے حملہ کیا جس سے ان کا بازو کندھے سے لٹک گیا لیکن شیر دل مجاہد اسلام پھر بھی لڑتے رہے جب لٹکا ہوا بازو دشمن پر حملے کرنے سے رکاوٹ بنا تو حضرت معوذ رضی

اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ کو پاؤں کے نیچے رکھ سے ایک جھٹکے سے الگ کر دیا۔

اُمَیَّہ بن خلف کا قتل:

ابو جہل کے مرنے سے قریش مکہ کی ہمت کافی حد تک پست ہو گئی، ان کے حوصلے جواب دینے لگے تھے لیکن ان کی ایک امید ابھی باقی تھی یعنی سردار اُمَیَّہ بن خلف۔ پھر چشم فلک نے وہ نظارہ بھی کیا جب سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ستم ڈھانے والے امیہ کے جسم کو نیزوں سے چھلنی کر دیا گیا۔ یہ وہ بدبخت انسان تھا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بہت تکلیفیں پہنچائی تھیں۔

دشمن کو شکست ہوئی:

دشمن کی صفوں میں کھلبلی مچ گئی۔ خدا کی طرف سے فرشتوں کی فوج اتری، کفر کے سرداروں کی لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ 70 کفار مارے گئے، 70 کو قیدی بنالیا گیا جبکہ باقی دم دبا کر بھاگنے پر مجبور ہوئے۔ دوسری طرف 14 مسلمان شہید ہوئے۔

قریش کے نامور مقتولین:

غزوہ بدر میں تقریباً وہ تمام سردارانِ قریش مسلمانوں کی تلوار کا نشانہ بنے جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تکلیفیں دیا کرتے تھے یا جو آپ کے مشورہ قتل میں شریک تھے۔ قریش کے ان نامور مقتولین میں چند اہم نام درج ذیل ہیں:

ابو جہل (عمرو بن ہشام)	عُتبہ بن ربیعہ	شیبہ بن ربیعہ
ولید بن عتبہ بن ربیعہ	امیہ بن خلف	علی بن امیہ بن خلف
عقبہ بن ابی معیط	نضر بن حارث	ابو البختری بن ہشام
سعید بن عاص بن امیہ	عُبیدہ بن سعید بن عاص	حنظلہ بن ابوسفیان
حارث بن عامر	طُعیمہ بن عدی	زَمعہ بن اسود
نوفل بن خویلد بن اسد	معید بن وہب	عاص بن ہشام بن مغیرہ

بنیہ بن حجاج سہمی	منبہ بن حجاج سہمی	حارث بن عامر بن نوفل
عمرو بن عثمان	مسعود بن امیہ	ابو العاص بن قیس سہمی

شہداء بدر:

غزوہ بدر کے شہداء کی تعداد چودہ ہے جو کہ درج ذیل ہے:

1. عُبَیدہ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف مطلبی رضی اللہ عنہ
2. صَفْوان بن وہب القرشی الفہری رضی اللہ عنہ
3. عمیر بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے بھائی)
4. مِھْجَع بن صالح رضی اللہ عنہ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ)
5. عاقل بن بُکَیر اللیثی رضی اللہ عنہ
6. ذُوالشِّمَالَین عمیر بن عبد عمرو بن نَضْلہ الخزرجی رضی اللہ عنہ
7. عمیر بن حُمَام السَلمی رضی اللہ عنہ
8. یزید بن حارث رضی اللہ عنہ
9. رَافع بن مُعَلّٰی رضی اللہ عنہ
10. حارثہ بن سُراقہ رضی اللہ عنہ
11. عوف بن عفراء رضی اللہ عنہ
12. مُعَوِّذ بن عفراء رضی اللہ عنہ
13. سعد بن خَیْثَمہ رضی اللہ عنہ
14. مبشر بن عبد المُنْذِر رضی اللہ عنہ

قَلِیب بدر پر مقتولین کفار کو خطاب:

غزوہ بدر سے فارغ ہونے کے تین دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قلیب (کنویں) کے قریب تشریف لائے جہاں کفار کے نامور مقتولین ڈالے گئے تھے۔

عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَكَ قَتْلَى بَدْرٍ ثَلَاثًا ثُمَّ أَتَاهُمْ فَقَامَ عَلَيْهِمْ فَنَادَاهُمْ فَقَالَ يَا أَبَا جَهْلِ بْنَ هِشَامٍ يَا أُمَيَّةَ بْنَ خَلَفٍ يَا عُتْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ يَا شَيْبَةَ بْنَ رَبِيْعَةَ أَلَيْسَ قَدْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا؟ فَإِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِيْ رَبِّيْ حَقًّا فَسَمِعَ عُمَرُ قَوْلَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللهِ كَيْفَ يَسْمَعُوْا وَأَنّٰى يُجِيْبُوْا وَقَدْ جَيَّفُوْا قَالَ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا أَنْتُمْ بِأَسْمَعَ لِمَا أَقُوْلُ مِنْهُمْ وَلَكِنَّهُمْ لَا يَقْدِرُوْنَ أَنْ يُجِيْبُوْا ثُمَّ أَمَرَ بِهِمْ فَسُحِبُوْا فَأُلْقُوْا فِيْ قَلِيْبِ بَدْرٍ

صحیح مسلم، باب عرض مقعد المیت من الجنۃ او النار علیہ، رقم الحدیث:5121

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقتولین کو تین دن تک اسی طرح چھوڑے رکھا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اور انہیں آواز دی اور فرمایا اے ابو جہل بن ہشام! اے امیہ بن خلف! اے عقبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! کیا تم نے وہ پا نہیں لیا جس کا تم سے تمہارے رب نے سچا وعدہ کیا تھا؟ میں نے تو وہ پا لیا ہے جس کا میرے رب نے مجھ سے سچا وعدہ کیا تھا! حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان سنا تو عرض کی: اے اللہ کے رسول! (یہ تو مر چکے ہیں) یہ کیسے سن سکتے ہیں اور کیسے جواب دے سکتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میری بات کو ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن یہ جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ انہیں گھسیٹ کر بدر کے کنوئیں میں ڈال دو تو انہیں ڈال دیا گیا۔

مسئلہ سماعِ موتیٰ:

حدیث مبارک کی شرح میں حضرت امام ابو زکریا یحیٰ بن شرف بن مُرّی النَوَوِی رحمہ اللہ (المتوفیٰ:676ھ) فرماتے ہیں:

قَالَ الْمَازِرِيُّ قَالَ بَعْضُ النَّاسِ الْمَيِّتُ يَسْمَعُ عَمَلًا بِظَاهِرِ هَذَا الْحَدِيْثِ ثُمَّ أَنْكَرَهُ الْمَازِرِيُّ وَادَّعٰى أَنَّ هَذَا خَاصٌّ فِيْ هَؤُلَاءِ وَرَدَّ عَلَيْهِ الْقَاضِيْ عِيَاضُ وَقَالَ يُحْمَلُ سَمَاعُهُمْ عَلٰى مَا يُحْمَلُ عَلَيْهِ سَمَاعُ الْمَوْتٰى فِيْ أَحَادِيْثِ عَذَابِ الْقَبْرِ وَفِتْنَتِهِ الَّتِيْ لَا مَدْفَعَ لَهَا وَذٰلِكَ بِإِحْيَائِهِمْ أَوْ إِحْيَاءِ جُزْءٍ مِنْهُمْ يَعْقِلُوْنَ بِهٖ

وَيَسْمَعُوْنَ فِي الْوَقْتِ الَّذِيْ يُرِيْدُ اللهُ۔ هَذَا كَلَامُ الْقَاضِيْ وَهُوَ الظَّاهِرُ الْمُخْتَارُ الَّذِيْ يَقْتَضِيْهِ أَحَادِيْثُ السَّلَامِ عَلَى الْقُبُوْرِ وَاللهُ أَعْلَمُ

شرح صحیح مسلم للنووی، باب عرض مقعد المیت: رقم الحدیث: 5121

ترجمہ: علامہ مازری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ "میت سنتی ہے اور یہ لوگ بظاہر اس حدیث پر عمل کرتے ہیں"، پھر علامہ مازری نے اس موقف کا انکار کیا اور یہ دعوٰی کیا کہ یہ سماع مقتولینِ بدر کے ساتھ خاص ہے، لیکن قاضی عیاض رحمہ اللہ نے ان کا رد کیا اور فرمایا: "ان کے سماع کو اسی موقف پر محمول کیا جائے گا جس موقف کو سماعِ موتیٰ کی احادیث ثابت کرتی ہیں، جو عذابِ قبر اور فتنہ قبر سے متعلق ہیں جن کی تردید نہیں کی جاسکتی۔ یہ اس طرح (ممکن ہے) کہ ان (کے پورے جسم) کو زندہ کیا جائے یا ان کے کسی جزء کو زندہ کیا جائے جس سے وہ سمجھ سکیں اور اس وقت سن سکیں جب اللہ تعالیٰ ارادہ فرمائے۔" یہ قاضی عیاض کا کلام ہے اور یہی ظاہر اور مختار ہے جو قبور پر سلام کی احادیث سے ثابت ہے اور اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

بدر کے قیدی:

قیدیوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھائی عقیل اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بھی تھے۔ اب یہ مسئلہ پیش آیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟ اس وقت قیدیوں سے جو وحشیانہ سلوک ہوتا تھا یا اب تک ہو رہا ہے وہ انتہائی دردناک ہے، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ایسا رحم و کرم کا سلوک کیا کہ تاریخ انسانی میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

قیدیوں سے حُسنِ سلوک:

قیدیوں کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں تقسیم کر دیا گیا اور ان سے حُسنِ سلوک کا تاکیدی حکم بھی سنا دیا گیا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین بھی اپنی جان کے دشمنوں سے ایسے کریمانہ سلوک سے پیش آئے کہ خود کھجوروں پر گزارہ کر کے قیدیوں کو کھانا کھلاتے۔

قیدی سہیل بن عمرو سے مشفقانہ برتاؤ:

انہی میں ایک شخص سہیل ابن عمرو بھی تھا جو بلا کا خطیب تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریریں

کر کے لوگوں میں آپ کی نفرت پیدا کرنے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے متعلق رائے دی کہ اس کے نچلے دو دانت اکھاڑ دیے جائیں تاکہ تقریر نہ کر سکے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ازراہِ شفقت اسے منظور نہ فرمایا۔

قیدیوں کے کپڑوں کا انتظام:

جن قیدیوں کے کپڑے خراب ہو گئے یا پھٹ گئے ان کو کپڑے دینے کا حکم دیا گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا قد قدرے لمبا تھا کسی اور کا کرتہ ان کے بدن پر پورا نہیں آتا تھا تو عبد اللہ بن ابی منافق نے اپنا کرتہ دیا۔ احادیث میں آتا ہے کہ جب یہ منافق مرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کفن کے لیے اپنا کرتہ دیا جو اسی احسان کا بدلہ تھا۔

ایک قیدی کا بیان:

ایک قیدی ابو عزیز کا بیان ہے کہ میں جس انصاری کے ہاں قید تھا وہ صبح و شام میرے سامنے کھانا رکھتے، روٹی اور سالن وغیرہ میری طرف رکھتے اور خود چند کھجوریں کھا کر گزارہ کر لیتے مجھ کو شرم آتی میں روٹی ان کے ہاتھ میں دے دیتا لیکن وہ اسے ہاتھ بھی نہ لگاتے اور مجھے واپس کر دیتے۔

اِختلاف آراء؛ فِدیہ یا قتل؟:

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ لیا کہ ان قیدیوں کا کیا کیا جائے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں نے آپ کی رسالت کو جھٹلایا، آپ کو اپنے گھر سے نکالا، ہمیں اجازت دیجیے کہ ہم ان کی گردنیں اڑا دیں۔

اس کے بعد حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے اس سے بھی زیادہ سخت رائے دی: یارسول اللہ! آپ ایسے علاقے میں ہیں جہاں لکڑیاں بکثرت ہیں آپ جنگل میں آگ لگوا کر ان کو اس میں ڈال دیں۔

آخر میں سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی: یارسول اللہ! یہ آپ کی قوم ہے، آپ کے گھر والے ہیں، انہیں زندگی کی مہلت دیں، توبہ کرائیں؛ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی ان کی توبہ کو قبول فرمائیں

گے۔ میری رائے یہ ہے کہ ان سے کچھ فدیہ لے کر آزاد کر دیا جائے۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی مثال:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر اٹھ کر چلے گئے، تھوڑی دیر بعد واپس تشریف لائے اور فرمایا: اے ابو بکر! تمہاری مثال حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے فرمایا تھا: جس نے میری اتباع کی وہ مجھ سے ہے۔

اے ابو بکر! تمہاری مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے فرمایا تھا: اے اللہ اگر آپ انہیں عذاب دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں اور اگر معاف کر دیں تو آپ بخشنے والے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مثال:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: عمر! تمہاری مثال موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے فرعون کے لیے اللہ سے بددعا کی تھی۔ اور اے عمر! تمہاری مثال حضرت نوح علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے اپنی قوم کی ہلاکت کے لیے یوں بددعا کی تھی: اے اللہ! کافروں کا ایک بھی گھر زمین پر باقی نہ چھوڑ۔ (ان سب کو ہلاک کر دے۔) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتہاد کرتے ہوئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا: اس وقت تم ضرورت مند ہو اس لیے ان قیدیوں سے (ان کی حیثیت کے مطابق) فدیہ وصول کر کے انہیں چھوڑ دو۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا جن کے پاس مال تھا ان کی حیثیت کے مطابق فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا اور جن کے پاس مال نہیں تھا ان سے کہا گیا کہ ہر قیدی مسلمانوں کے 10، 10 بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے ان کا یہی فدیہ ہے۔

غزوہ بدر کے موقع پر چند معجزات کا ظہور:

1: حضرت عکاشہ بن محصن اسدی رضی اللہ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھجور کی ایک شاخ دی اور فرمایا کہ اس سے لڑو۔ حضرت عکاشہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ مبارک سے اس کو وصول کیا تو ان کے ہاتھ میں آتے ہی وہ تلوار بن گئی۔ اسی کے ساتھ وہ لڑتے رہے اور اس کے بعد دیگر غزوات میں اسی تلوار کے ساتھ جہاد و قتال کرتے رہے۔ انتقال تک یہ تلوار ان کے پاس رہی۔

2: حضرت سلمہ بن حریس رضی اللہ عنہ غزوہ بدر والے دن اسلام لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو "ابنِ طاب" نامی کھجور کی ایک شاخ دی کہ اس کے ساتھ لڑو۔ یہ شاخ ان کے ہاتھ میں آتے ہی تلوار بن گئی۔ 14ھ میں معرکہ "جسر بن ابی عبید" میں شہید ہوئے اس وقت تک یہ تلوار ان کے پاس ہی رہی۔

3: قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ کی آنکھ زخمی ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی تو ان کی آنکھ اسی وقت ٹھیک ہو گئی۔

4: خبیب بن عدی رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا جس سے آنکھ ضائع ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ والی جگہ پر اپنا لعاب مبارک لگایا اور اللہ سے دعا کی۔ وہ ایسے ٹھیک ہوئی کہ دونوں آنکھوں کے درمیان یہ فرق کرنا مشکل تھا کہ کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی۔

5: رفاعہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا جس سے آنکھ ضائع ہو گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھ والی جگہ پر اپنا لعاب مبارک لگایا اور اللہ سے دعا کی۔ وہ ایسے ٹھیک ہوئی کہ دونوں آنکھوں کے درمیان یہ فرق کرنا مشکل تھا کہ کون سی آنکھ زخمی ہوئی تھی۔

6: خبیب بن اَساف بن عتبہ الانصاری (خزرجی) رضی اللہ عنہ کو تلوار کا زخم لگا جس سے ان کا کوہلہ نیچے کی جانب ڈھلک گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زخم والی جگہ پر اپنا لعاب مبارک لگایا اور اللہ سے دعا کی۔ جس کی برکت سے وہ فوراً شفایاب ہو گئے۔ انہی کے ہاتھ سے امیہ بن خلف قتل ہوا۔

7: جنگ سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قتل گاہوں کی نشاندہی فرمائی کہ فلاں کافر فلاں جگہ پر مارا جائے گا۔ جن جگہوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ رکھ کر فرمایا تھا انہی جگہوں پر اس دن ان کی لاشیں پڑی ہوئی تھیں۔

8: عباس بن عبد المطلب (جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور کفار کی طرف سے مسلمانوں سے لڑنے آئے تھے) کو قیدی بنایا گیا انہوں نے کہا کہ میرے پاس (فدیہ ادا کرنے کے لیے) مال نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس سونے سے فدیہ ادا کرو جو آپ نے بدر آنے سے پہلے اپنی بیوی کی موجودگی میں گھر میں دفن کیا ہے اور اسے وصیت بھی کی تھی کہ اگر مجھے اس سفر میں کچھ ہو جائے تو یہ مال میرے تین بیٹوں فضل، عبد اللہ

اور قثم کا ہے۔

یہ سن کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی: آپ نے بالکل سچ فرمایا۔ مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں۔ یہ بات میرے اور میری بیوی ام الفضل کے علاوہ کسی انسان کو معلوم نہیں تھی (یقیناً آپ کا اس واقعے کی سچ سچ اطلاع دینا وحی الٰہی کی وجہ سے ہو سکتا ہے اس کے علاوہ نہیں)۔ یہ واقعہ ان کے قبول اسلام کا ذریعہ بنا۔

بدر سے واپسی پر:

بدر سے واپسی پر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم عرق الظبیہ نامی جگہ پر پہنچے تو عامر بن ثابت بن ابی اَفلح رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ عقبہ بن ابی مُعیط کو قتل کر دیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اس کو قتل کر دیا گیا۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اَلصَّفُرَاء نامی مقام پر پہنچے تو حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ وہ نضر بن حارث کو قتل کر دیں۔ یہ وہی نضر بن حارث تھا جو مکہ کا بہت بڑا تاجر تھا اور اپنی تجارت کے لیے ملکوں کا سفر کیا کرتا تھا۔

فائدہ: عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث کو اس لیے قتل کرا دیا کیونکہ ان سے خیر کی کچھ بھی امید نہیں تھی بلکہ یہ اندیشہ تھا کہ اگر یہ واپس چلے گئے تو اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف تیار کریں گے۔

حضرت رُقَیَّہ بنت رسول اللہ ﷺ کی وفات:

سن 2 ہجری 19 رمضان المبارک بروز اتوار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا جو حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ ہیں ان کی وفات ہوئی۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ غزوہ بدر میں مسلمانوں کی فتح اور کفار قریش کی شکست وہزیمت کی خوشخبری دینے کے لیے مدینہ منورہ پہنچے تو اس وقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنی زوجہ محترمہ کی تدفین میں مصروف تھے۔

فائدہ: اس وقت ذرائع ابلاغ کا ایسا تیز ترین نظام موجود نہیں تھا اس لیے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے تدفین کر دی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلد واپسی کی یقینی اطلاع نہیں تھی۔ تاہم آج اگر کسی قریبی رشتہ دار وغیرہ کے آنے

کی اطلاع ہو تو تھوڑا بہت مناسب انتظار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن میت کو زیادہ دیر تک رکھنا جائز نہیں، جلد از جلد تدفین کر دینی چاہیے۔

ابو لہب کی موت:

سن 2 ہجری 24 رمضان المبارک غزوہ بدر کے سات دن بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا عبد العزیٰ؛ ابو لہب کفر کی حالت میں مرا۔ اس کی موت کا سبب "عدسہ" نامی بیماری بنی جو جسم کے مختلف حصوں پر چھوٹے چھوٹے دانوں کی صورت میں رونما ہوتی ہے اور جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ اہل عرب اس بیماری کو بہت منحوس خیال کرتے تھے۔

سریہ عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری 24 رمضان المبارک غزوہ بدر کے بعد حضرت عمیر بن عدی رضی اللہ عنہ (نابینا صحابی) کو "عصماء بنت مروان" کی طرف بھیجا گیا۔ یہ عورت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو (العیاذ باللہ) گالیاں دیا کرتی تھی اور کفار کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل پر آمادہ کرنے کی کوشش کرتی تھی۔ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ نے نابینا ہونے کے باوجود موقع پا کر اسے قتل کر دیا اور اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا نام "بَصِیر" رکھا۔

صدقہ فطر اور نماز عید کا حکم:

سن 2 ہجری رمضان المبارک کے ختم ہونے سے دو دن پہلے "صدقہ فطر" کا حکم نازل ہوا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو صدقہ فطر کا حکم دیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز عید کے لیے شہر سے باہر عید گاہ تشریف لے گئے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے آپ کے لئے عصا کو سُترَہ کے طور پر گاڑ دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی کی سمت کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔

فائدہ: یہ عصا حبشہ کے بادشاہ نجاشی رضی اللہ عنہ نے حضرت زُبیر بن عَوَّام رضی اللہ عنہ کو دیا تھا اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کر دیا تھا۔ عیدین کے موقع پر اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بطور سترہ گاڑا جاتا تھا۔

غزوہ بنی سُلَیم / قَرقَرۃ الکُدر:

سن 2 ہجری شوال المکرم کے ابتدائی دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مقامِ "کُدر" تشریف لے گئے۔ حضرت سِباع بن عُرفُطہ غِفاری رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم جبکہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو (نماز کے لیے) امام مقرر فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 200 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم بنو سلیم کی آبادی کے قریب پہنچے اور دشمنوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جانثاران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ گئے اور اپنے اونٹ وہیں چھوڑ گئے۔ 500 اونٹ بطور مال غنیمت حاصل ہوئے۔ مدینہ واپسی پر مقام "صِرار" میں مال غنیمت کو تقسیم فرمایا۔ اونٹوں کے چرواہوں میں ایک یسار نامی شخص بھی تھے جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آزاد فرمایا۔

سریہ سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ شوال المکرم میں حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو "ابو عفک یہودی" کی طرف بھیجا گیا۔ جو بنو عمرو بن عوف کے خاندان سے تھا۔ یہ بدبخت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں گستاخانہ جملے بکتا اور لوگوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ابھارتا تھا۔ حضرت سالم رضی اللہ عنہ نے خفیہ طور پر اس کو قتل کیا اور صحیح سالم واپس لوٹے۔

سریہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ:

سن 2 ہجری ماہ ذوالقعدہ میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی زیر قیادت لشکر اسلام کفار قریش کے ایک قافلے کے تعاقب میں "خرار" کی جانب روانہ ہوا۔ ان میں 8 یا 20 مہاجرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قافلہ نکل چکا ہے اس لیے بغیر جنگ کے واپس آ گئے۔

غزوہ سَوِیق:

سن 2 ہجری 5 ذوالحجہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ سے تقریباً پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر مقام "عریض" کی طرف رخ کیا۔ یہ وہ جگہ تھی جہاں ابوسفیان 200 سواروں کو لے کر مقتولین بدر کا بدلہ لینے آیا ہوا تھا

کیونکہ غزوہ بدر میں قریش مکہ کو جس ہزیمت و شکست کا سامنا کرنا پڑا وہ ان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں تھی۔ اس موقع پر ابوسفیان نے قسم اٹھائی تھی کہ جب تک مقتولین بدر کے بدلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انتقام نہیں لے گا اس وقت تک نہ گھی استعمال کرے گا اور نہ ہی غسل جنابت کرے گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سِباع بن عُرفُطہ رضی اللہ عنہ / ابن اُمِّ مکتوم رضی اللہ عنہ یا ابولبابہ بن منذر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ کا قائم مقام حاکم بنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ 200 صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے، ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے جاں نثار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آمد کا علم ہوا تو وہ بھاگ گئے اور اپنے ساتھ جو ستو کی بوریاں لائے تھے وہیں گرا دیں۔ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں اس لیے اس غزوہ کا نام بھی غزوہ سویق پڑ گیا۔

عید الاضحیٰ اور قربانی:

سن 2 ہجری ذوالحجہ میں عید الاضحیٰ اور قربانی کا حکم نازل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم عید گاہ کی طرف تشریف لے گئے، نماز عید الاضحیٰ پڑھائی اور اس کے بعد دو مینڈھے اللہ کے نام پر قربان فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَرَحْمَتِكَ وَبَرَكَاتِكَ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا جَعَلْتَهَا عَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى إِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ إِبْرَاهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

مشق نمبر 7

مختصر جواب تحریر کریں:

1. جہاد کی حکمت بیان کریں؟
2. جہاد اصطلاح شریعت میں کس چیز کا نام ہے؟
3. غزوات و سرایا کی تعداد کتنی ہے؟
4. حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح کب ہوا؟
5. سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے موقع پر کیا کیا سامان تیار کیا گیا تھا؟
6. تحویلِ قبلہ کا حکم کب نازل ہوا؟
7. نسخ کی کتنی قسمیں ہیں؟ صرف نام لکھیں۔
8. غزوہ بدر کس مہینے میں پیش آیا؟
9. غزوہ بدر میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کس کے مقابلے کے لیے نکلے؟
10. فرعون امت ابو جہل کو کن حضرات نے زخمی کیا؟
11. غزوہ بدر میں کفار کے کتنے لوگ قید ہوئے اور کتنے جہنم رسید ہوئے؟
12. غزوہ بدر میں مسلمانوں کے شہدا کی تعداد کیا تھی؟
13. شہدائے بدر میں سے تین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نام تحریر کریں۔
14. غزوہ بدر کے کفار مقتولین کی لاشوں کو کہاں پھینکا گیا؟
15. قیدیوں کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی آراء کیا تھیں؟
16. غزوہ بدر میں ظاہر ہونے والے معجزات میں سے کوئی ایک لکھیں۔
17. حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کب ہوئی؟
18. غزوہ سویق کی وجہ تسمیہ کیا ہے؟

خالی جگہ پر کریں:

1. مکہ مکرمہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی صبر و تحمل پر............سال قائم رہے۔
2. قتال کے علاوہ اگر کسی اور حکم پر جہاد کے لفظ کا استعمال ہوا ہے تو وہ............کے اعتبار سے ہے۔
3. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کسی صحابی رضی اللہ عنہ کو امیر لشکر بنا کر روانہ کیا ہو، اسے اصطلاح میں............کہا جاتا ہے۔
4. حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد............نے بچپن میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی۔
5. رمضان کے روزوں کی فرضیت سے پہلے............کا روزہ واجب تھا۔
6. قریش کا ایک بڑا تجارتی قافلہ ابوسفیان بن حرب کی قیادت میں............کی طرف جا رہا تھا۔
7. غزوہ............کے اندر تقریباً تمام بڑے بڑے سرداران قریش مسلمانوں کی تلوار کا نشانہ بنے۔
8. حضرت سالم بن عمیر رضی اللہ عنہ کو............یہودی کی طرف بھیجا گیا۔
9. ....کے علاوہ کسی کو یہ شرف حاصل نہ ہوا کہ کسی نبی کی دو صاحبزادیاں اس کے نکاح میں آئی ہوں۔

درست جوابات کی نشاندہی کریں:

1: کل غزوات کی تعداد ہے:

پچیس　　چھبیس　　اٹھائیس

2: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ　　حضرت عمر رضی اللہ عنہ　　حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ

3: غزوہ بدر میں مسلمان شہید ہوئے:

دس　　بارہ　　چودہ

4: سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا زوجہ ہیں:

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی　　حضرت علی رضی اللہ عنہ کی　　حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی

5: عریش کا مطلب ہے:

چھت　　ستون　　چھپر

تعارف مؤلف

نام: محمد الیاس گھمن

ولادت: 12-04-1969

مقام ولادت: 87 جنوبی، سرگودھا

تعلیم: حفظ القرآن الکریم: جامع مسجد بوھڑ والی، گکھڑ منڈی، گوجرانوالہ

ترجمہ وتفسیر القرآن: امام اہل السنۃ والجماعۃ حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمۃ اللہ علیہ

مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ

درس نظامی: (آغاز) جامعہ بنوریہ کراچی، (اختتام) جامعہ اسلامیہ امدادیہ، فیصل آباد

تدریس: (سابقاً) معہد الشیخ زکریا، چپاٹا، زمبیا، افریقہ (حالاً) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ، سرگودھا

مناصب: سرپرست: مرکز اہل السنۃ والجماعۃ وخانقاہ حنفیہ 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا پاکستان

بانی وامیر: عالمی اتحاد اہل السنۃ والجماعۃ

چیف ایگزیکٹو: احناف میڈیا سروسز

بیعت وخلافت: الشیخ حکیم محمد اختر رحمۃ اللہ علیہ (کراچی) الشیخ عبد الحفیظ مکی رحمۃ اللہ علیہ (مکہ مکرمہ) الشیخ عزیز الرحمن رحمۃ اللہ علیہ (اسلام آباد)

الشیخ سید محمد امین شاہ رحمۃ اللہ علیہ (خانیوال) الشیخ قاضی محمد مہربان رحمۃ اللہ علیہ (ڈیرہ اسماعیل خان)

الشیخ ذوالفقار احمد نقشبندی حفظہ اللہ (جھنگ) الشیخ محمد یونس پالنپوری حفظہ اللہ (گجرات ہندوستان)

چند تصانیف: دروس القرآن خلاصۃ القرآن کتاب الحدیث کتاب العقائد کتاب السیرۃ

کتاب الفقہ کتاب الاخلاق شرح الفقہ الاکبر کتاب النحو کتاب الصرف

تبلیغی اسفار: خلیجی ممالک ملائیشیا جنوبی افریقہ سنگاپور ہانگ کانگ ترکیہ وغیرہ (23 ممالک)

